نایاب کتابیں

تہذیب الاخلاق جلد اول

یعنی عالیجناب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب منیر نواز جنگ مصنف کتاب آیات بینات وغیرہ کے مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق گذشتہ ہفت سالہ از ابتدای ۱۲۸۷ لغایت ۱۲۹۳ ہجری - یہ وہی مضامین ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اپنی صداقت سے ایک غیر معمولی ترقی کا جوش پھیلایا ہے۔ یہ وہی مضامین ہیں جنکی تلاش ایک مدت سے خیر خواہان قوم و ملک کو تھی - مگر افسوس انکو میسر نہ آئے - سو ہم نے نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر شائع کردیا ہے - بہت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب جسکی قیمت صرف دو روپیہ ہے تیار ہے - - - - - عہ

تہذیب الاخلاق جلد دوم

یعنی عالیجناب آنریبل ڈاکٹر سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جنکی ضرورت حد سے زیادہ تھی از ابتدای ۱۲۸۷ لغایت ۱۲۹۳ ہجری چھپکر تیار ہو گئے ہیں - اس میں سید کے وہ مضامین ہیں جنکے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی ہوتی ہے تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں جو اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں - مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے ایک کورس مضامین نگاری کے لئے ایک اتالیق اردو لٹریچر کی جان - یہ وہی مضامین ہیں جنکی مقبولیت سے سید کو کامیابی ہوئی یہ وہی سچا اور بے لوث آرٹیکل ہیں جنہوں نے سید کا بول بالا کیا - مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق دیا - ان مضامین کے پڑھنے سے آپکو معلوم ہوگا کہ اصلاح قوم میں سید کو کس قدر رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آئی ہیں مفصل حالات آپ کو اسکے دیکھنے سے معلوم ہونگے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل اسلام کو اس کتاب کی کہاں تک ضرورت ہے - بہت بڑی کتاب ۶۳۲ صفحہ قیمت ہے

سیرۃ الفاروق

منشی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار چودھویں صدی کی تالیف کی ہوئی جناب فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری جس میں آپ کے بچپن زمانے سے لیکر وفات کے وقت تک کی تمام حالات مع ان فتوحات کے جو آپ کے زمانہ میں ہوئی ہیں بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کرکے درج کیگئی ہیں کسی مسلمان کو اس بے نظیر اور عدیم المثال اسلامی بزرگ امیر کے حالات کو شوق سے پڑھنے کیواسطے ترغیب دینے کی ضرورت نہیں - کیونکہ اسمیں اسلامی سچی شان و شوکت اور اصلی عظمت و جلال اور بے نظیر شجاعت و تہور کی تصویریں ہیں جو اس کتاب میں کھینچی گئی ہیں ضخامت تین سو صفحہ سے زیادہ اعلیٰ قسم کے سفید کاغذ پر تیار ہے قیمت عہ

حیات سعدی -

مصنفہ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی جس میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری اور جملہ حالات متعلقہ سیر و سیاحت وغیرہ اور نیز ان کی تمام تصنیفات نظم و نثر پر ریویو کیا گیا ہے اور اس کتاب میں بہت دلچسپ مضامین ہیں - - - عہ

عرض حال

ہماری ترقی کی اُمید کا زیادہ تر انحصار ہمارے نوجوانوں پر ہی ہے - اور اسواسطے نہایت ضروری ہے کہ اگر ہم اپنی ترقی کے خواہاں ہیں تو اپنے نوجوانوں میں وہ اسباب پیدا کریں جو ہماری اُمید کو معرض ظہور میں لانے کا باعث ہوں ٭

سب سے ضروری اور مفید ہے اس امر کی تعلیم کہ ہماری آیندہ بہتری اور بہبودی خود ہمارے اپنے اوپر ہی منحصر ہے - ہماری خود اپنی تربیت - ہماری خود اپنی تعلیم و تحصیل - ہماری خود اپنی قدرت و امکان اور خود اپنے آپ پر قابو اور اختیار حاصل کرنے پر اس کا بہت کچھ انحصار ہے - اور اس سے بھی بڑھکر سب سے زیادہ ہماری برتری اور رفاہ کا ہمارے حیطۂ امکان میں آنا اُسوقت یقینی ہے جبکہ ہم میں سے ہر ایک فرداً فرداً اپنے جمیع فرائض کو ادا کرنے کی بصدق دل اور بدیانت طبع کوشش و سعی کرے جو مردانہ چلن اور شریفانہ عادات و صفات کی سب سے بڑھکر مسرت ہے ٭

ڈاکٹر سمائلز کی تصانیف سے مہذب دُنیا نے بہت کچھ استفادہ کیا ہے - یوروپ کی تو کوئی زبان ایسی نہیں کہ جس میں یہ تصانیف ترجمہ ہو کر شائع نہ ہو گئی ہوں - اور کئی مرتبہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں - جاپان اور ہندوستان کی بھی دو ایک زبانوں میں ان کے ترجمے اکثر شائع ہوئے ہیں - اُردو دنیا کو بھی جس قدر کسی ایسی کتاب کی ضرورت ہوسکتی ہے جیسیکہ ڈیوٹی وہ اظہر من الشمس ہے -

آئزک ڈسرائیلی ایک جگہ لکھتے ہیں :-

٭ بعض لوگ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمکو مصنفوں کی حکایات نہ دو بلکہ اُن کی تصانیف - مگر مجھکو

اکثر معلوم ہوتا ہے کہ حکایات میں بہ نسبت تصانیف کے زیادہ دلچسپی اور اثر ہوتا ہے "۔
یہی اصول ہے جو اس کتاب ڈیوٹی میں (مصنف کی دیگر تصانیف کی طرح) مدنظر رکھا گیا ہے۔ مشہور مؤرخ **پلوٹارک** کا بیان ہے:-
" بڑے بڑے نامور اور مشہور اشخاص کے زبردست معرکوں اور جد وجہد میں نہیں جو اُن کی نیکیوں یا بدیوں نے سرانجام کیئے ہیں۔ بلکہ اکثر چھوٹے چھوٹے کاموں۔ اُن کے قولوں یا معمولی باتوں اور مذاق میں وہ چیز موجود ہوتی ہے جو کسی شخص سے اصلی چال چلن کو بڑے بڑے مشہور واقعات اور جنگ وجدل کے معرکوں سے بڑھکر ممتاز اور معزز بناتی ہے " ۔
تمثیل کا اثر مسئلہ سے بدرجہا بڑھکر ہوتا ہے۔ اور ہمکو آجکل جس چیز کی ضرورت ہے وہ تمثیل ہی ہے جسکو ہم اپنے نوجوانوں۔ اپنی نوخیز نسل کے سامنے پیش کریں۔ اور ان کو اس قابل بنائیں کہ خود ہم انپر فخر بھی کریں۔ اور ہمارے واسطے وہ ترقی کے سفر میں قطب تارہ کا کام دیں ۔
ڈاکٹر سمائلز کی تمام تصانیف ایک دوسرے سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔ اور واقعی ڈاکٹر صاحب موصوف نے بنی نوع انسان پر اپنی ان تصانیف سے بہت احسان کیا ہے۔ اور ہر ایک تصنیف بلامبالغہ اس قابل ہے کہ نوجوان اُسکو اپنا ضابطۂ عمل بنائیں اور اس دنیا کے سفر حیات میں اس کی رہنمائی پر کاربند ہوں ۔
اس کتاب یعنی " ڈیوٹی " کے صفحوں پر سب سے نیک اور برتر اور سب سے بہادر مردوں اور عورتوں کی بے شمار مثالیں ملینگی جنہوں نے اپنی تمام عمر اپنے ملک۔ اپنی قوم اور بنی نوع انسان اور بالآخر ان سب کی بہبودی اور برتری۔ ترقی اور بزرگی کے واسطے وقف کردی جن کا فرض اُن پر واجب تھا ۔
نیک کام بمنزلہ میراث کے ہیں۔ جو نسل بعد نسل کثرت سے مستفیض ہوتی جاتی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے فرائض کو سرانجام کیا یا اُن کے سرانجام کرنے کی کوشش کی جس چیز سے اُنہوں نے ایسا کیا اور اپنے آپ کو اپنے ملک۔ اپنی قوم اور نیز تمام بنی نوع آدم کی نگاہ میں ممتاز اور عزیز بنایا۔ اس چیز سے ہمکو تعلیم مل سکتی ہے کہ بنی آدم نے کیا کچھ کیا ہے اور جو کچھ بنی آدم نے کیا ہے بنی آدم اُسکو کرسکتا ہے ۔
فرائض کی بجا آوری سے جو زندگی بھری ہو۔ انسانی ہمت و استقلال اور دلیری اور نیکوکاری کے واسطے نقش قدم کا کام دیتی ہے۔ جو شخص فرض کی اصلیت۔ اسکی حقیقت اور اسکی قدر کو شناخت کرلیتا ہے۔ وہ نہ صرف اس دنیا میں اپنے ہمجنسوں میں سب سے بڑھکر بزرگی اور برتری اور عزت اور

امتیاز کے مرتبہ پر پہونچتا ہے اور اس کا نام تاقیامت مغنو یادگار رہنے کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے
بلکہ خود اپنے خالق اکبر کی نظر میں وہ عزیز اور پیارا بننے کا فخر حاصل کرتا ہے ؛
اس کتاب کے ترجمہ میں کچھ شک نہیں کہ تصرف کیا گیا ہے۔ مگر تاہم نہایت احتیاط کی گئی ہے
کہ مصنف کا مطلب عبارت سے مفقود نہو۔ مصنف کا جوش اور صدق اور زور تحریر بدستور قائم و
برقرار ہے۔ انشاء اللہ اگر ملک نے قدر کی تو آیندہ اسمیں بخوبی اصلاح کیجائیگی۔ اور ڈاکٹر صاحب کی
دیگر تصانیف بھی ملک کی نظر سے گذرینگی ؛

ولایت کے اخبارات و رسالہ جات نے جو قابل قدر اور بیش قیمت خیالات اس کتاب کی نسبت
ظاہر کئے ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اُن میں سے چند معزز اور مستند خیالات کا خلاصہ یہاں درج
کر دیا جائے :-

"ان کتابوں (مصنفہ ڈاکٹر سمائلز) سے لاکھوں پڑھنے والوں کو جو فوائد حاصل ہوئے ہیں وہ بیشمار ہیں
ان کتابوں نے تعمیل کا مادہ پیدا کیا ہے۔ الہام کا کام دیا ہے۔ اور اخلاق کو جلا دی ہے" ؛

"هارپرس منتھلی میگزین"

"مصنف نے نہایت ہی عمدہ اور بے بہا کتاب (ڈیوٹی) تصنیف کی ہے۔ جو اپنے فوائد کے
لحاظ سے ہی مستحق ہے کہ اس زمانہ کی تمام تصانیف پر اسکو فوقیت اور ترجیح دیجائے" ؛

"پال مال گزٹ"

"اس کتاب (ڈیوٹی) کے ہر ایک صفحہ میں دانائی بھری ہوئی ہے .... ہم اسکی
تہ دل سے سفارش کرتے ہیں" ؛

"چرچ ریویو"

"بمشکل ہی شاید کوئی ایسا طریق زندگی ہو جسمیں یہ کتاب (ڈیوٹی) اعلیٰ درجہ کے ایثار کی روح
نہ پھونک دے۔ اور اس کا مصداق بنا دے کہ فرض خواہ کتنا ہی نقصان اور جان جوکھم سے سرانجام
ہو اعلیٰ ترین اور سب سے بڑھکر شریفانہ مہذب اور شایستہ زندگی کا جوہر ہے" ؛

"لیورپول مرکری"

"مصنف کی یہ کتاب (ڈیوٹی) اپنے نام کی داد ہے .... اسمیں دانشمندی
اور اعلیٰ خیالی کوٹ کوٹ کر بھری ہے" ؛

"کتھولک سٹنڈرڈ"

"مصنف کی تحریر اس قسم کی ہے کہ گویا خود اسکو اُن لوگوں کی جدوجہد اور ناکامیوں سے دلی ہمدردی ہے۔ جو باوجود مشکلات و مصائب کے شریفانہ اور قابل عزت زندگی تک رسائی چاہتے ہیں۔ اور یہ اسکی صاف ہمدردی .... اس کا خاص نیک فہم۔ اس کے پُرمغز اور دانائی سے لبریز نصائح اور مفید اور نتیجہ خیز حکایتوں کا بے شمار ذخیرہ جو اس کتاب (ڈیوٹی) کو نہ صرف ہردلعزیز بناتا ہے بلکہ مفید بھی"

"کرسچن ورلڈ"

لاہور
یکم جنوری ۱۸۹۶ء

نوازش علیخاں

بعض کے واسطے زندگی عیش و عشرت ہے۔ اور بعض کے واسطے مصیبت۔ لیکن نیک بندے
دنیا میں شہرت یا اپنے عیش و عشرت کا لطف اُٹھانے کے واسطے زندگی بسر نہیں کرتے۔ انکی سب سے
زبردست غرض یہ رہتی ہے کہ خواہ کسی طرح ہو ہر ایک نیک امر میں اُمید بھر منفعت بخش کام
کریں +

ہیروکلس کا قول ہے کہ ہم میں سے ہر ایک انسان مرکز ہے۔ جو بہت سے ہم مرکز دائروں سے
محصور ہے۔ خود ہماری ذات سے پہلے دائرے کی ابتدا ہوتی ہے جس میں والدین اور اہل و عیال شامل
ہیں۔ دوسرے ہم مرکز دائرے میں عزیز و اقارب شامل ہیں۔ پھر ہم وطن۔ اور سب کے بعد تمام
بنی نوع انسان +

انسان اور خداوند تعالیٰ کے جو فرائض ہم پر اس دنیا میں واجب ہیں۔ ان کو استقلال اور مستعدی
سے ادا کرنے کے واسطے ان تمام قویٰ کی تربیت کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمکو عطا کیے ہیں اور
اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس نے ہر ایک چیز ہمکو عطا کی ہے۔ وہی اعلیٰ اور برتر قوت ارادی ہے
جو ہماری قوت ارادی کی رہنما ہے۔ نیکی اور بدی کا ہی علم کیا درست ہے اور کیا نادرست اسی کا
ہی معلوم ہونا۔ ہمکو اس دنیا میں انسان کے سامنے اور عاقبت میں خدا کے سامنے جوابدہ ٹھہراتا ہے +

فرض کا طبقہ لامحدود ہے۔ زندگی کے ہر درجہ میں یہ موجود ہے۔ امیر یا غریب۔ خوش یا ناخوش
ہونا ہماری مرضی پر منحصر نہیں ہے مگر ہاں ہمکو مناسب ہے کہ ہم اپنا فرض ادا کریں جس سے ہم ہر جگہ
محصور ہیں۔ خواہ کتنی ہی جان جوکھم اور کتنا ہی نقصان ہو۔ فرض کی متابعت کرنا اعلیٰ ترین تہذیب
زندگی کا جوہر ہے۔ بڑے بڑے کارنمایاں زمانہ ماضی میں اس قابل تھے اور اب بھی زمانہ حال میں اس
قابل ہیں کہ جن کے واسطے ہمکو لازم ہے کہ دنیا میں محنت کریں۔ امیدوار ہیں اور اپنی جان دیدیں +

ہم اکثر فرض کی پابندی کے خیال کو اس اعتقاد سے منسلک کرتے ہیں جو کسی سپاہی کے
دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ ہمکو یاد ہوگا کہ کوئی ۱۸ سو سال گذرے جب وسوویس کا آتش فشاں
پہاڑ پھٹا تھا اور شہر پامپیائی زیر زمین دفن ہو گیا۔ مگر دروازہ شہر پر جو ایک بت پرست سپاہی پہرہ پر
کھڑا تھا اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ بت پرست سچا سپاہی تھا۔ سب بھاگے جاتے
تھے مگر یہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ یہاں کھڑا رہنا اس کا فرض تھا۔ یہ اس مقام کی حفاظت کے واسطے متعین
کیا گیا تھا اور اس نے اپنا فرض بجا لانے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کیا۔ اس کا بدن تو خاک ہو گیا مگر
اسکی یاد اب تک تازہ ہے۔ اسکا خود نیزہ اور سینہ بند اب تک میوزیم واقع نیپلز میں رکھے ہوئے

ہیں اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے ۔

یہ سپاہی مطیع اور تربیت یافتہ تھا جس کام پر مامور کیا گیا تھا اس نے اسکو سرانجام دیا ۔ جس شخص سے امید ہو کہ اس سے دنیا میں نیک کام لیا جائے ۔ اسکو والدین کی متابعت ۔ اُستاد کی متابعت اور اپنے بالادست کی متابعت سکھلانا چاہیئے ۔ بچپن کی ابتدا ہی سے متابعت سکھانی چاہیئے ۔ اور نہ صرف بچپن ہی بلکہ عمر کا کوئی درجہ ایسا نہیں جس میں متابعت کی ضرورت نہو ۔ ہمکو لازم ہے کہ مرتے دم تک متابعت سے گریز نہ کریں ۔ فرض اپنی اصلی اور خالص حالت میں اسقدر زبردست ہے کہ انسان کو اسکی تعمیل میں خود ہی کا خیال ہی فراموش ہو جاتا ہے ۔ اور یہی فرض ہے ۔ اسکے ایفا میں لازم ہے کہ بس اسی کا خیال رکھے ۔ ایثار کے نام کو بھی فراموش کر دے ۔

پامپیائی میں رومن سپاہی کا واقعہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ایک عرصہ دراز کا تھا ۔ ہم اس سے حال کا ایک واقعہ اسی طرح کا بیان کرتے ہیں ۔ جہاز برکن ہیڈ ساحل افریقہ کے پاس جب غرق آب ہونے لگا ۔ سپاہیوں نے نہایت تحمل سے ایک سلامی خوشی کی داغی اور جہاز کے ساتھ ہی زیر آب دفن ہو گئے ۔ انگلستان میں اس خبر کے پہونچنے کے بعد ڈیوک آف ولنگٹن شاہی مجلس انگلستان کی ضیافت میں مدعو ہوئے ۔ لارڈ مکالے اس موقع پر لکھتے ہیں :۔ " میں نے غور کیا (اور میری ہی طرح مسٹر لارنس سفیر امریکہ نے بھی) تو معلوم ہوا کہ غرق آب سپاہیوں کی ثنا و صفت کرتے وقت ڈیوک موصوف نے ان کی دلاوری کا بالکل تذکرہ نہ کیا ۔ بلکہ تمام دوران تقریر میں انکی تربیت اور متابعت کی تعریف ہی کرتے رہے ۔ کئی مرتبہ مکرر سہ کرر اُنھوں نے اسکا ذکر کیا ۔ میرے خیال میں جو دلیری ان سپاہیوں سے ظاہر ہوئی تھی اُسکو اُنھوں نے ایک معمولی امر سمجھا تھا " ۔

فرض کی تعمیل خود اپنی مرضی سے ہوتی ہے ۔ یہ صرف بے باکی ہی نہیں ہے ۔ رُوم میں جب زمانہ قدیم میں رومی دلاور شیر دلی سے شیروں کے ساتھ دست بدست لڑتے تھے ۔ اُنکو تماشائیوں کی سرگرمی اور جوش سے تحریک ملتی تھی ۔ اور ساتھ ہی اسکے ان کو خودی کا خیال اور نیز اپنے انجام کا خیال بھی فراموش نہ ہوتا تھا ۔ مشہور پیزارو بیشک بڑا جفاکش تھا ۔ مگر اسکی زندگی محبت اسکی تمام خوفناک تکالیف و مشکلات میں اسکی ہمت مضبوط کرتی تھی ۔

سنٹ آگسٹائن کا سوال ہے :۔ " کیا تم بڑے بننا چاہتے ہو ؟ " پھر خود ہی جواب دیا ہے :۔ " اگر بڑے بننا چاہتے ہو تو پہلے چھوٹے بنو ۔ کوئی وسیع اور بلند عمارت بنانا چاہتے ہو تو

پہلے اسکی چھوٹی چھوٹی بنیادوں کا خیال رکھو۔ جس قدر اونچی عمارت ہوگی اسی قدر گہری اسکی بنیاد ہونی چاہیئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ باحیا انکساری حسن کی سرتاج ہے"+

اعلےٰ درجہ کا فرض وہ ہے جو پوشیدہ طور پر بغیر کسی کی نظر پڑے تعمیل میں آئے۔ ایسے موقع پر اسکی تعمیل نہایت شرافت سے اور بدل و جان عمل میں آتی ہے۔ اس طور پر فرض کو دنیاداری کی تقلید نہیں کرنی پڑتی۔ نہ یہ مشتہر ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر اس کا مشرب دنیاداری سے بڑھکر اور اس کا ضابطہ اسی سے اعلےٰ تر ہوتا ہے۔ اور جسکی تعمیل اور جسکی متابعت سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم ہر ایک انسان اور اس کے ہر ایک کام کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ تمام بنی آدم پر ایک ازلی اور ابدی احسان ہے۔ جو اعمال بد ہم سے سرزد ہوتے ہیں یا جو افعال بے احتیاطی سے ہم کر بیٹھتے ہیں وہ ہر روز ایک طرح کا قرض بنتے جاتے ہیں جسکا ادا کرنا خواہ جلد یا بدیر انسانیت کو لازم ہے +

لیکن اب انسان اپنے فرض کی تعمیل کس طرح سیکھے؟ کیا اسمیں کوئی مشکل پیش آسکتی ہے؟ سب سے پہلے عالمگیر اور مستقیم وہ فرض ہے جو خدا کا ہم بندوں پر واجب ہے۔ اس کے بعد دوسروں کا درجہ ہے۔ انسان پر اسکے اہل و عیال اور گھربار کا فرض۔ اسکے ہمسائیوں کا فرض۔ نوکر کا آقا اور آقا کا نوکر پر فرض۔ ہمارے ہمقوموں کا ہم پر فرض۔ اور سرکار کا رعایا پر فرض اور رعایا کا اپنی جگہ سرکار پر فرض +

ان میں سے بہت سے فرائض کی تعمیل نجی کے طور پر کیجاتی ہے۔ ہماری عام کیفیت زندگی گو علانیہ طور پر معلوم ہو۔ مگر تاہم نجی کی کیفیت زندگی بھی ہوتی ہے۔ جسکو کوئی نہیں دیکھتا۔ اور اس زندگی کو روح و رواں یا اندرونی زندگی کہتے ہیں۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ خواہ کارآمد بنیں یا نکمے۔ کوئی شخص ہماری روح کو نہیں مار سکتا۔ البتہ یہ صرف خودکشی سے مردہ ہو سکتی ہے۔ اگر ہم صرف اتنا ہی کر سکیں کہ اپنے آپ کو اور نیز ایک دوسرے کو بہ نسبت سابق کے بہتر۔ نیک تر اور شریف تر بنا سکیں۔ تو شاید جس قدر کہ ہمارے امکان میں ہے ہمنے اس کا بہت کچھ سرانجام لیا ہے +

ذیل میں امریکہ کے ایک واضع قوانین کی مثال درج کی جاتی ہے جس نے اپنے فرض کی تعمیل میں کوتاہی نہ گوارا کی:-

کوئی سو سال گذرے کہ نیو انگلینڈ میں سورج گرہن لگا۔ آسمان تیرہ و تار ہو گیا۔ اور اکثروں کو

خیال ہو گیا کہ قیامت آگئی - اسوقت اتفاق سے کنکٹیکٹ کی مجلس وضع قوانین کا اجلاس
ہو رہا تھا - اندھیرا چھانے لگا کہ ایک ممبر نے اجلاس کی برخاستگی کی تحریک کی - اسپر ایک اور ممبر
کھڑا ہوا اور کہنے لگا - اگر واقعی قیامت آگئی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ پر تعینات اور
اپنا فرض ادا کرتا ہوا پایا جاؤں - اور اس لیئے میں تحریک کرتا ہوں کہ شمع روشن کردیجائیں
جو مجلس کی کارروائی جاری رہے - اسی ممبر کا مقولہ تھا کہ فرض کی چوکی پر متعین رہو اور آخرکار
اُس نے جو تحریک پیش کی تھی منظور ہوگئی ◆

ایک شخص نہایت نازک و کمزور بدن تھا جو اپنے وقت کا بہت سا حصہ بہی خواہی عوام کے
کاروبار میں صرف کیا کرتا - مریضوں کے پاس جاتا اُن کے مصیبت بھرے گھروں میں جاکر اُنکے
پاس بیٹھتا - اور ہر طرح اُنکی تیمارداری اور امداد کیا کرتا - اسکے دوست اسکو ملامت کرتے کہ تم اپنے
کاروبار سے بالکل غافل رہتے ہو - اور خدانخواستہ لب دم اور تپ زدہ لوگوں کے پاس آنے جانے سے
کوئی متعدی مرض لاحق ہوگیا تو جان دے بیٹھو گے - مگر یہ شخص اِن دوستوں کو نہایت استقلال اور
سادگی سے جواب دیدیتا تھا کہ میں اپنے کاروبار کی نگاہداشت صرف اپنے بچوں اور بیوی کیواسطے
کرتا ہوں - لیکن میرا اعتقاد ہے کہ سوسائٹی کا جو فرض انسان پر واجب ہے وہ اسکا مقتضی ہے
کہ وہ اُن لوگوں کی غور و پرداخت اور نگاہداشت کرے جو اسکے گھربار سے تعلق نہیں رکھتے" ◆

یہ ایسے شخص کے الفاظ تھے جو اپنی مرضی سے فرض کا خادم تھا - در اصل وہ شخص محب بنی نوع
نہیں ہے جو اپنا زر دوسروں کو وقف کردیتا ہے بلکہ وہ شخص جو خود اپنے آپ کو بنی نوع انسان کے
واسطے وقف کردیتا ہے - جو شخص زر دیتا ہے اُسکا نام بذریعہ اشتہاروں کے مشتہر ہوتا ہے - مگر جو شخص
اپنا وقت - اپنی طاقت اور اپنی ہمت دوسروں کیواسطے صرف کرتا ہے - اس سے محبت کیجاتی ہے
قرین امکان ہے کہ اوّل الذکر کی یادگار تا نہ رہے اور آخر الذکر فراموش ہوجائے - مگر جس نیک
[illegible] کرچکتا ہے وہ کبھی تاقیامت زائل نہیں ہوتا ◆

باب دوم

فرض عملی

بھروسہ رکھو اپنا اللہ پر — قدم زن بنو فرض کی راہ پر
نظر حکم پر اس کے رکھو مدام — تمھارے سرانجام سب ہونگے کام

(ذوق)

نہ بیکار اور سست بنکر پکاؤ — دماغوں میں اپنے خیالی پلاؤ
کرو فعل صالح تو مرگ و حیات — اور ایام آیندہ شیریں بناؤ

(چارلس کنگسلے)

اے فرض حکمراں ہے تو سارے جہان پر — وحشی تلک کی آنکھ ہے تیرے نشان پر
طالب ہے خواہ علم کا یا ہے جہاز راں — ہے اہلِ سیف - اہلِ ہنر - عالمِ زماں
دہقاں لوہار کان کن اور یا ہے نورباف — ہر اک سے ہو رہا ہے عیاں تیرا نور صاف
کتنا ہی مشکلات کا ہو راہ میں وفور — فوراً کرے تو قدرت پنہاں سے اسکو دور
بلبل ہو اور دم نہ بھرے تیرا زاغ ہے — سرسبز تیرے دم سے یہ عالم کا باغ ہے
سارا جہان جسم ہے تو اسکی جان ہے — بیکار ہے وہ جسم نہیں جس میں جان ہے

(انگریزی گیت)

جس شخص نے اپنا فرض نجوبی سمجھ لیا ہے وہ فوراً اسپر عمل کریگا - ہمارے افعال ہی ایک ایسی چیز ہیں جو ہمارے بس میں ہیں - اور یہ افعال ہمارے عادات کا ہی نہیں بلکہ ہمارے چال چلن کا بھی مجموعہ ہیں ۔

مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ فرض کا راستہ آسان نہیں ہے - اسمیں بہت سی رکاوٹیں اور مشکلیں حائل ہیں - ہم میں فہم دید تو ہو سکتا ہے - مگر فعلی قوت اغراضی نہیں - بے ثبات انسان کیواسطے اس راستے میں بہت سے شیر ہیں - یہ سوچتا ہے - اور نتائج اخذ کرتا ہے - اور خیالی پلاؤ پکاتا ہے - مگر کرتا کچھ بھی نہیں - چنانچہ ایک سخت جفاکش کا قول ہے : " دیکھنے کو بھی بہتیہ کم

اور کسیلئے کو بھی بہت ہی کم - مگر جو کچھ ہے وہ صرف کرا ہی ہے" ◆

ہمکو صرف اپنی پسندیدگیوں اور ناپسندیدگیوں ہی پر غالب آنا ضروری نہیں - بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ ہم اختلاف رائے پر غلبہ حاصل کریں - جسدم کوئی شخص راہ نیک اختیار کرے اور اُس کے دل میں یہ سوال پیدا ہو: " زمانہ کیا کہیگا ؟ " تو اسے سمجھ لو کہ وہ شخص دنیا میں کچھ نہ کریگا - لیکن اگر اسکے دل میں یہ سوال پیدا ہو: " کیا یہ میرا فرض ہے ؟ " تو سمجھ لو کہ وہ شخص اپنے اخلاقی لباس میں پیش سکتا ہے - اور لوگوں کے الزاموں کے سزاوار ہونے اور نیز ان کے تمسخرات کا سامنا کرنے کو تیار ہو سکتا ہے - **مانشیر ڈی کرٹیلی** فرماتے ہیں: " ہمکو اعمال نیک پر اعتقاد چاہیئے - اور اعمال بد پر شک اور بے اعتقادی - اور بہ نسبت بد اعتقاد ہونے کے دھوکا کھانا بہتر ہے " ◆

انسان پہلے فرض گھر میں سیکھتا ہے - جسوقت بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے - یہ لاچار ہوتا ہے - اسکی صحت - پرورش - اخلاقی اور جسمانی کمالیت کا دارومدار دوسروں پر ہوتا ہے - مگر آخرکار یہ خیالات جذب کرتا ہے - اور مناسب دباؤ میں یہ سیکھتا ہے - متابعت کرنا - خود پر قابو رکھنا - دوسروں پر شفیق بننا - پابند فرائض اور خوش بننا - اس کے پاس گو اسکی اپنی مرضی ہوتی ہے مگر اسکی نیک و بد روش بہت کچھ اسکے والدین پر منحصر ہوتی ہے ◆

مرضی کی عادت مدعا کہلاتی ہے - اور جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے مدعائے نیک کی تربیت کی ضرورت اوائل عمری میں ظاہر ہے - **نوویلس** کا قول ہے: " چال چلن ایک مکمل موضوع مرضی ہے " اور مرضی جب ایک بار وضع ہو جائے - تو تمام عمر کے واسطے مستقل اور مستحکم ہو سکتی ہے - جب کوئی سچا انسان جو نیکی پر مائل ہے - اپنا مدعا دل میں ٹھانتا ہے تو اسکی نظر میں دنیاوی انعاموں اور تعریفوں کی کچھ وقعت نہیں ہوتی - خود اسکی ضمیر منیرہ کی خوشنودی اور وہ تحسین جسکے پانے کا یہ مستحق ہوتا ہے اسکا اعلٰے ترین انعام ہے ◆

بلالحاظ روش کے مرضی صرف استقلال - استحکام اور ثابت قدمی ہے - مگر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ جب تک چال چلن کی روش نیک نہ ہو تو مرضی صرف ایک قدرت مضرت ہو سکتی ہے - خونخوار ظالموں میں یہ بمنزلہ ایک شیطان کے بن جاتی ہے - اور اسمیں طاقت اختیاری کی نہ کچھ انتہا ہوتی ہے اور نہ حد - کروڑوں آدمی اسکی رعایا ہوتے ہیں - یہ ان کے جذبات کا شعلہ مشتعل کر دیتی ہے - ان میں مرضی سے یا تو کوئی سکندر پیدا ہو جاتا ہے یا کوئی نپولین - جب کوئی سلطنت فتح کرنیکو نہ رہی تو سکندر چلا اُٹھا تھا اور **نپولین** نے تمام یورپ کو پامال کر کے اپنی طاقت روس کے برف میں صرف کی -

اسکا قول تھا: "فتح ہی نے مجھکو بنایا ہے اور فتح ہی مجھکو قائم رکھے " مگر اس شخص کا کوئی اخلاقی اصول نتھا۔ اور جب اسکی تباہی اور بربادی کا دور ختم ہوا تو یوروپ نے اسے ایکطرف پھینکدیا ٭

قادر مرضی جو نیک اغراض سے منسلک ہو ایسی مبارک ہے جیسی اسکی ضد یا مضر۔ جس انسان میں اسکا اثر ہو وہ خود ترقی کرتا ہے اور دوسروں کے دل اور ضمیر کو مشتعل کر دیتا ہے۔ فرض کے بارے میں جو اسکے اپنے خیالات ہوتے ہیں یہ اوروں کو بھی ان کی طرف کھینچ لاتا ہے۔ اور ان کو اپنی کوششوں میں شامل کرتا ہے تاکہ عمدہ اغراض حاصل کیئے جائیں۔ اور رائے کو بدی کی بیخ کنی اور نیکی کی بنیاد رکھنے کی طرف مبذول کرتا ہے جس شخص کو قادر مرضی حاصل ہوتی ہے وہ اپنے افعال پر قوت کا سکہ بٹھلاتا ہے۔ قوت استقلال کا یہ عادی ہو جاتا ہے۔ یہ شہرت دیتا ہے اس صحبت کو جسمیں یہ ہوتا ہے۔ اس سوسائیٹی کو جسمیں یہ رہتا ہے۔ اور نیز اس قوم کو جسمیں یہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بزدل کیواسطے ایک خوشی اور سست الوجود کے واسطے ایک اٹمی ملامت بن جاتا ہے۔ یہ اول الذکر کی ڈھارس بندھا کر اسے پیروں کے بل کھڑا کر دیتا ہے۔ اور نیز اپنی تمثیل کے اثر سے موخر الذکر میں نیک عملی کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے مرحوم ملک الشعرائے ٹینیسن صاحب ذیل کے اشعار میں اسکا اشارہ کرتے ہیں :۔

ثابت قدم تو مرضئے زندہ مدام ہے | شکل جہاں میں جتنی ہو تیری غلام ہے
دنیا کی ساری چیزوں میں ہو زلزلہ بپا | کیا تاب تیرے پیر کو جنبش جو ہو ذرا
روحانی کوہ پھاڑ کے دکھلا تو اپنا نور | افعال ہیں ہمارے ہو تیرا ہی سب ظہور
ملبوس ان کو نیکی سے کرا لیا سر بسر | تا خاک سے اٹھا نیکے لائق ہوں ہم بھی سر
آواز تو ہے ایسی کہ جو تجھ کو سنتا ہے | تیری ہی بس فراق میں سر اپنا دھنتا ہے
رکھیں ہم اعتقاد تو تو پاس اپنے آئے | خود ضبط ہو وہ شخص جو یہ اعتقاد پائے
تو صدق وہ ہے جو کہ نہیں ہوتا آشکار | جب تک نہ آدمی یہ کرے موت اپنا وار

علاوہ ان اشخاص کے جن کی مرضی نیک۔ قوی یا بد قوی ہے۔ ایک بڑا بھاری گروہ ان آدمیوں کا ہے۔ جن کی مرضی بہت کمزور ہے یا بالکل نہیں ہے۔ یہ شخص بے چلن ہیں۔ مگر ان کے پاس بدی کیواسطے کوئی قوی مرضی نہیں تو نیکی کے واسطے بھی نہیں۔ یہ لوگ دوسروں کے ان اثروں کے بے ثبات قبول کنندے ہیں جو ان میں کچھ گرفت نہیں پکڑتے۔ نہ تو یہ آگے بڑھتے نظر آتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹتے۔ اگر ادھر کی ہوا چلی تو ان کا رخ ادھر ہو گیا۔ اگر ادھر کی چلی تو ان کا رخ بھی ادھر ہو گیا۔ نہ تو ان کے دل میں کوئی راستبازی مستحکم قائم ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ صداقت کیا چیز ہے۔ اس قسم کے

ہنری بیکن [illegible]

آدمی لاپرواہ ۔ بے ثبات ۔ تابعدار ۔ کمزور ۔ اور بے غرض ۔ ہر جگہ سوسائٹی میں متعدد پائے جاتے ہیں +

لہذا یہ نہایت ضروری ہے کہ مرضی کے مستحکم کرنے اور ترقی دینے کے واسطے توجہ مبذول کیجائے کیونکہ بغیر اسکے نہ توجہ و انحصاری ۔ نہ استقلال اور نہ چال چلن کی تفرید ہو سکتی ہے ۔ بغیر اسکے نہ تو ہم صداقت کو پوری پوری قدرت دے سکتے ہیں ۔ نہ اخلاق کو اس کا مناسب حق ۔ اور نہ اپنے آپکو نکمے اور عیار آدمیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بننے سے بچا سکتے ہیں ۔ دماغی تربیت سے قوت فیصلہ نہیں حاصل ہوتی ۔ فلسفی بحث کرتے ہیں ۔ مگر جن شخصوں کو قوت فیصلہ حاصل ہے وہ عمل کرتے ہیں ۔ **بیکن** کا قول ہے دو نہ ارادہ کرنا ارادہ ہی کرنا ہے'' یعنی کچھ نہ کرنا +

لوک کا قول ہے ۔ وہ مرضی کی تربیت کے واسطے مناسب وقت نوخیز عمر ہے ۔ ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب ہمارے دل وسیع ہو سکتے ہیں ۔ سُود مند صداقتوں کا ایک بڑا ذخیرہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ ہمارے جذبات ستعدی سے قوت مدلکہ کی حکومت کے تابع ہو جاتے ہیں ۔ اور نیک اصول اس طور پر ہم میں قائم ہو سکتے ہیں ۔ کہ ہماری آئندہ زندگی کے ہر ایک ضروری فعل پر ان کا اثر پڑے ۔ مگر جس زمانے میں یہ عمل ہوتا ہے نہ تو وہ زمانہ تمام عمر ہماری طاقت میں رہتا ہے ۔ اور نہ کسی معقول عرصے تک ۔ یعنی یہ صرف چند سال تک محدود ہوتا ہے ۔ اور اگر ہم اس میں غافل رہیں تو مناسب وقت ہم کو اپنی غلطی یا نادانی بھگتنی پڑتی ہے ۔ ہماری مرضی ہی ہمارے واسطے قانون بن جاتی ہے ۔ اور ہماری خواہشات نفسانی اسقدر ہم پر قدرت حاصل کر لیتی ہیں کہ ہمیں اُن کی مزاحمت لاحاصل اور بے سُود ثابت ہوتی ہے +

لارڈ شیفٹسبری اوّل نے لوک سے ایک بار چال چلن اور اطوار کا ایک مسئلہ اثنائے گفتگو میں بیان کیا جس سے خود اُن کے چال چلن کا حال کھُلتا تھا ۔ اُنھوں نے کہا کہ دانائی کی جگہ دل ہے نہ کہ دماغ ۔ اور یہ علم کی کمی نہیں بلکہ استقلال رائے ہے جو انسان کے افعال کو حمق اور اس کی عمر کو بد نظمی سے پُر کر دیتا ہے ۔ صرف علم سے چال چلن کو تقویت نہیں حاصل ہوتی ۔ انسان لا انتہا دلائل دیتا ہے اور ہزاروں گمان غالب دل میں لاتا ہے ۔ اور اُن کو جانچتا ہے ۔ مگر پھر بھی نہ عمل کرتا ہے اور نہ کوئی فیصلہ اس کے دل نشین ہوتا ہے ۔ لہذا اس طور پر علم عمل کے حق میں رُوک ہے ۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ذکاوت اور فہم کی روشنی میں مرضی عمل پذیر ہو ۔ اور پھر روح کو پوری عمر اور قوت عملی نصیب ہوگی +

حقیقت یہ ہے کہ حرفوں اور لفظوں اور فقروں کو جیسا کہ بعض کا خیال ہے سیکھ لینا ضروری نہیں ۔ علم کو نیکی اور خوشی سے کچھ واسطہ نہیں ۔ البتہ یہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انکساری کو زائل کر دے

ہم اپنی آزمایش کے وقت ثابت قدم رہیں۔ تو یہ ثابت قدمی دل کو برقرار تسکین بخشتی ہے جو ہمیشہ فرض کی مطابقت سے عمل کرنے میں مطمئن رہتا ہے۔ نارمیکلیوڈ کہتے ہیں "یہ میدانوں کی لڑائیاں روزمرہ کی لڑائیاں ہیں۔ ان کے بہادر ہمارے بہادر ہیں اور ان کے غم ہمارے غم ہیں۔ جتنے کہ ان کی فتح اور شکست بھی ہماری فتح اور شکست ہے۔ جیسی کہ ان کو عزت۔ فتح اور شکست نصیب ہوتی ہے ویسی ہی ہمکو" ٭

مشکل کا مدرسہ اخلاقی تربیت کا سب سے عمدہ مدرسہ ہے۔ جب مشکلات کا سامنا ہو تو یہ ضروری ہے کہ دلیری اور خوشی سے ان کا مقابلہ کیا جائے۔ کیا ارسطو کا قول نہیں کہ خوشی اسقدر ہمارے مدعا میں نہیں جس قدر کہ ہماری قوت میں ؟ مشکلات سے کشتی لڑنا ان پر غالب آنیکا یقینی راستہ ہے۔ کسی مدعا کے پورا کرنیکا ارادہ اخلاقی اعتبار سے کہ ہم اسے پورا کرسکتے ہیں اور کرینگے جس قدر ہمکو ضروریات لاحق ہوتی ہیں اسیقدر ہماری ذکاوت تیز ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر انسان اکیلے دم سے خم ٹھونک کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ ان مشکلات کا سامنا کرے اور ان پر غالب آئے جو اسکی راہ میں حائل ہوں ٭

اُن لوگوں کے حالات جنھوں نے اپنے مفید مطلب موقع ہاتھ سے کھو دیئے ہیں۔ دنیا کی تعلیم کیواسطے ایک رنج دہ مگر قابل یادگار کتاب بن جائینگے۔ ایلینز رالیسٹ کا قول ہے "کوئی تندرست اور زندہ آدمی شخص کبھی غفلت میں نہیں پڑ سکتا اگر اسکو اپنا خیال ہے تو جوانوں کے فائدے کیواسطے میں چاہتا ہوں کہ ہمکو مصدقہ تعداد اُن شخصوں کی معلوم ہوتی۔ جو اُن ہزاروں میں سے کامیابی سے محروم ہیں جنھوں نے استقلال سے نیک کام کرنیکی کوشش کی ہے میرے خیال میں یہ تعداد شاید ہی ایک فیصدی سے زائد ہو" انسان کامیابی کی شکایت کرتا ہے مگر یہ صرف سلسلۂ ناکامی کا آخری کلمہ ہے۔ یہ پہلے پہل ناکام رہتے ہیں اور پھر مکرر اور سہ کرر ناکام رہتے ہیں۔ مگر آخر کار انکی مشکلات زائل ہو جاتی ہیں اور پھر کامیابی نصیب ہوتی ہے ٭

کسی چیز کے حاصل کرنے کی آرزو رکھنا مگر اس کے حاصل کرنیکی بار تکلیف کو اٹھانے کا نہ خیال کرنا کمزوری اور سستی کی نشانی ہے۔ جو چیز کہ حاصل کرنے یا تصرف میں لانے کے قابل ہے وہ صرف کام کی خوشی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ عملی قوت کا سب سے بڑھکر اسرار ہے۔ "انسان بجلی محنت کو سستی پر ترجیح دے سکتا ہے۔ اور سستی کیسی کہ اپنے قوی کو تمام صحت بخش ورزش کی بجائے کاہلی کے مرض میں گھلا دے۔ ہمکو اپنی زندگی میں غالباً معلوم ہو جاتا ہے کہ جسمانی قوی کی ورزش ہی

خود ایک اس قسم کی خوشی کا منبع بن جاتی ہے - جو اُس خوشی سے بڑھکر ہے جس کے حصول کیواسطے
ورزش کی بنیاد رکھی گئی ہے"٭

ایک اعلےٰ مصنف کا ذکر ہے کہ اسنے نہ صرف کبھی کبھی واجب اور مناسب موقع کو ہاتھ سے نہیں
دیا بلکہ کبھی کبھی ناواجب اور نامناسب موقع کے حاصل کرنے پر مائل تک نہ ہوا - اسنے اپنی تمام عمر میں
جو کچھ کیا دل و جان سے کیا - اگر اسکو اپنی محنتوں میں ناکامی نصیب ہوئی تو اسنے کبھی اپنی آپکو لعنت ملامت
نہ کی کیونکہ یہ حتی الوسع بدل کوشش کرتا تھا٭

ہمکو اس بھروسہ پر کام کرنا چاہیئے کہ جو اچھا بیج ہم زمین پر ڈالینگے - وہ جڑ پکڑیگا اور اس سے نیک کام
پیدا ہونگے - جو کچھ انسان اپنے واسطے شروع کرتا ہے خدا اُسے دوسروں کے واسطے ختم کرتا ہے -
کیونکہ درحقیقت ہم کچھ ختم نہیں کرسکتے یعنی دوسرے شخص اُسجگہ ہوتے ہیں جہاں ہم اس کام کو چھوڑتے
ہیں - اور جہاں کہ ہم اسکو تقریباً درجہ کمالیت تک پہونچا دیتے ہیں - جو ہمارے بعد آتے ہیں ہم انکو
ایک نیک تدبیر میراث میں دیتے ہیں - اور کیسی نیک تدبیر کہ جو تقلید کے لائق ہے - کسی نیک کام کا بھلا
کسی نیک کام کا ہونا اور کسی نیک کام کا عمل میں آنے کے قابل ہونا ایسے ناممکن التعریف امور ہیں
جو ابد الآباد تک کی خبر لاتے ہیں٭

شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو اس خیال کی تصدیق کرسکے کہ وہ دنیا میں فضول ہے - اسکے عدم
ہستی میں آنے ہی سے اسکی ہستی کی ضرورت ثابت ہوتی ہے - کیونکہ دنیا اسکی زیر نظر ہے - اور نیکی اور
بدی - سودمندی اور سستی اسکی پسند پر منحصر ہے - مگر یہ اپنے وسائل اور وقت سے کس طرح پیش آیا ؟ کیا
اسنے دنیا کو دکھلا دیا کہ اسکی ہستی سے کچھ فائدہ پہونچا ہے ؟ کیا اس نے اپنی زندگی کو کسی طرح بہتر بنایا ؟
کیا اسکی عمر سستی اور خود غرضی - کاہلی اور ذلل برداشتگی میں بسر ہوئی ؟ کیا یہ شادمانی کا متلاشی رہا ؟
شادمانی سستی کے آگے پرواز کرتی ہے - اور خوشی کاہلی کی دسترس سے باہر ہے - شادمانی اور خوشی
کام اور محنت کے پھل ہیں نہ کہ لاپرواہی اور ذلل برداشتگی کے - ایک نوجوان نے جس نے سمجھا کہ اسکی زندگی
دنیا میں بے سود تھی ارادہ کیا کہ علانیہ طور پر اپنی جان پر کھیل جائے - یہ واقعہ مقام کیمبرن ایناٹس
ریاستہائے متحدہ (امریکہ) میں پیش آیا - اس شخص نے صرف اپنے دماغ کی تربیت کی تھی اور بس - اسکے دل میں
فرض - نیکی یا مذہب کا مطلق خیال نہ تھا - اور چونکہ "معتقدین مادہ اور منکرین روح" میں سے تھا - لہذا
عاقبت کا تو دل میں خوف ہی نہ تھا - لہذا اس نے اشتہار دیا کہ یہ ایک لکچر دیگا اور پھر اپنے سر میں گولی
ماریگا - لکچر سننے اور خودکشی کا نظارہ دیکھنے کی فیس ایک ڈالر مقرر ہوئی - اور فیس مقرر کرنے سے یہ غرض تھی

تحقیق ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی - تو یہ جذبہ کو بالکل تاسف یا وسواس کے نہایت ہی عمیق کر دیتا -
جیسے کہ اس مصور نے جس نے حضرت مسیح کی تصویر بناتے وقت جسمانی تکلیف کی علامت کو ظاہر
کرنے کے واسطے اپنے پہلو میں نیزہ چبھو لیا تھا - ایسی صورتوں میں باریک مشاہدات کی گنجائش کے
واسطے متانت اور سردلی کی ضرورت ہے - اور ہم اپنے تصور میں گوئٹے کو اس بیمار کی طرح سمجھ سکتے ہیں
جو اس وقت کہ جب جوش اپنے پورے درجہ پر پہونچ چکا ہو نبض پر ہاتھ رکھے کھڑا ہو - اور بخاری حرارت
کو روکنے کی احتیاط کر رہا ہو - گوئٹے صاف باطنی سے بیان کرتا ہے کہ اس نے عشق یا افسانے کی ہر ایک
چیز کو مفصل بنا دیا - اور اپنی واقفیت ذات میں جو کچھ اسے درپیش آیا اسے اس نے خوبصورتی کی شناخت
سے دیکھا - اور اسے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی آفت یا ناامیدی کے واسطے سب سے بڑھکر معقول تسکین دہ
اسکے واسطے لکھنا تھا "

آہ - صرف ذہنی لیاقت کی فضول نخوت ! کیسی لچر اور کیسی قابل تحقیر ہے - جب دل کی دولت سے
اس کا مقابلہ کیا جائے - دماغ اور بدن کی سختی اور کرختگی گنجائش کا فہم کیا ہے ؟ ارائے کی مردہ ہڈیوں
کا صرف ایک ڈھانچہ - اور چند خشک ہڈیاں باہم ملا کر جوڑ دی گئی ہیں - اگر کوئی روح نہ ہو - نمی یا جان -
فہم اور اصلیت - صداقت اور خوشی نہ پیدا کر دے ! ہر ایک شخص کو نیوٹن کا باحیا قول یاد ہوگا -
یہ نامور شخص شاید جس قدر آدمی دنیا میں گذرے ہیں سب میں افضل تھا - اس نے کشش ثقل اور
روشنی کی تفریق کا مسئلہ تحقیق کیا - اور اسکا مرتے وقت قول تھا "میں صرف وہ بچہ ہوں جو لب بحر
سمندر سنگریزوں سے کھیل رہا ہے - اور جس کے سامنے صداقت کا ایک بحر ناپیدا کنار پڑا ہوا ہے "
کیا اب ہم میں کوئی فلسفی ہے جو ایسا اقرار کرے ؟ کاونٹ ڈی میسٹر کا قول ہے "دنیا میں ایسی
صداقتیں ہیں جن کو انسان صرف اپنے دل کے مادہ سے حاصل کر سکتا ہے - نیک آدمی اکثر متعجب رہ جاتا
ہے جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے لائق آدمی اُن ثبوتوں کی مزاحمت کرتے ہیں جو اس کے
سامنے صاف ہیں - یہ لوگ کسی مخفی قوت میں قاصر ہیں - اور یہی اسکی وجہ ہے - جب ہم ہوشیار سے ہوشیار
آدمی کو دیکھتے ہیں کہ اس میں مذہب کا کچھ خیال نہیں - تو نہ صرف ہم اسپر غالب ہی نہیں آسکتے - بلکہ
ہمارے پاس وہ وسائل بھی ہیں جن سے ہم اُسے اپنا مطلب سمجھا سکیں " پھر سر ہمفری ڈیوی صاحب
کہتے ہیں "دلیل صرف انتقادی میں ایک مردہ وزن ہے - جو سمجھ کو تباہ کر دیتا ہے - اور بجائے اصول کے
صرف قیاس اور احتیاط کو داخل کر دیتا ہے "

لیکن فرض کا نہایت ہی وسیع میدان علم ادب اور کتابوں کی حدود سے باہر ہے - انسان بہ نسبت

انگلستان کی عورتیں طریق انتخاب ممبران پارلیمنٹ بذریعہ پرچہ جات رائے کی موالف اور مدعی ہیں ۔ وہاں کی ملی خواہش ہے کہ اُن کو بھی رائے دہی کا حق اس سلسلہ میں حاصل ہو۔ اس مقصد کے پورا کرنے کے واسطے مضامین لکھے جاتے ہیں۔ تقریریں کی جاتی ہیں۔ اور کیا کچھ نہیں کیا جاتا ؟ +

مگر کیا ان کو یقین واثق ہے کہ اگر چار یا پانچ میں ایک مرتبہ پارلیمنٹ کے ممبروں کے انتخاب پر رائے دینے کا حق اُن کو حاصل ہو جائے۔ تو ان کا ملک بہ نسبت آجکل کی حالت کے بہتر عمدہ حالت میں ہو جائے گا ؟ +

کاش یہ سمجھیں کہ عورتوں کے واسطے گھر اور ذیل بچوں کی ہی نعمت ایک ایسی ودیعت ہے کہ تمام کائنات اس پر رشک کر سکتی ہے اور بجا کر سکتی ہے ! +

. . . .

. . . .

ایک حال کے مصنف نے مستورات کی صفات بیان کرتے وقت کہا ہے: "کوئی شخص قریباً یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہوگا کہ کس طرح آجکل کی مستورات ذرا سی بات پر چونک پڑتی ہیں اور کسی مذہب کے نئے اندھا دھند کام کی پیروی کرنے لگتی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ سے ان کو ایسا قرب حاصل نہیں جیسا کہ ان کی ماؤں یا نانیوں کو تھا۔ کہ مذہب ان کے سامنے نہایت ہی ضعیف طاقت ہے اور یہ کہ خدائے ذوالجلال۔ اور قدرت کے کامل یقین سے اور پختہ اعتقاد سے اُن کے دل خالی ہیں۔" اور خوبی یہ ہے کہ مصنف خود ایک عورت ہے !

فرانس اور پرشیا کے مابین جو پچھلی جنگ ہوئی۔ اسمیں فرانس کے مقابلہ میں اہل پرشیا کی حالت اخلاق اور رائے کی رپورٹ کرنے پر **بیرن سٹافل** مقرر ہوئے۔ چنانچہ یہ اپنی دوران رپورٹ میں لکھتے ہیں: "فوجی تربیت گھروں اور سوسائٹی میں تربیت ہونے پر منحصر ہے۔ پرشیا کے نوجوانوں کو عام متابعت بزرگوں کے ادب۔ اور سب سے بڑھکر فرض کی پابندی کی تربیت کی جاتی ہے۔ مگر یہ تربیت فرانسیسی فوج میں کس طرح مل سکتی ہے۔ جب یہ فرانسیسی خاندانوں ہی میں نہیں ؟ – مزید براں خاندانی حد سے باہر نظر ڈالو۔ مکتبوں۔ مدرسوں۔ کالجوں وغیرہ میں دیکھو۔ کیا کچھ کوشش کی جاتی ہے کہ بچوں میں اپنے والدین کا ادب۔ فرض کا خیال۔ بزرگوں اور قانون کی متابعت۔ اور سب سے بڑھکر خدا تعالیٰ کا اعتقاد پیدا ہو ؟ اسکا جواب ہے کچھ بھی نہیں یا تقریباً مطلق نہیں ! چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ ہم ہر سال فوج میں ایسے نوجوانوں کا دستہ بھرتی کرتے ہیں۔ جن میں بہت سے ہی کامل

اور نیک اخلاق سے بے بہرہ ہوتے ہیں - اور چونکہ اپنے بچپن سے کسی کی بھی متابعت کے عادی نہیں - ہر ایک چیز پر حجت کرتے ہیں - اور ادب کسی کا بھی نہیں - تاہم ایسے لوگ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ ہم جب وہ فوج میں بھرتی ہوں گے تو ان ناتربیت یافتہ اور بے اصول نوجوانوں کو تربیت کا عادی بنالینگے - ان لوگوں کو مطلق شبہ نہیں کہ فوجی تربیت بجز گھر کی تربیت کے کچھ بھی نہیں یعنی فرض کا مادہ بزرگوں کی متابعت - حاکموں اور افسروں کا ادب - گھر میں ہی سیکھا جاتا ہے مصنوعی تربیت اگر ایک بار قائم ہو جائے تو موجودہ صورتوں کی ضروریات کے باعث تھوڑے عرصہ تک رہ سکتی ہے - مگر یقین جانو کہ جس دم اسکی اصلی آزمائش کی گھڑی ہو گی اسی دم یہ رفوچکر ہو جائیگی " اصل یہ ہے کہ ان الفاظ نے بیرن مذکور کو ایک سچا پیشین گو ثابت کر دیا ہے *

کیا یہ ممکن ہے کہ یہی حال انگلستان کا ہو یعنی سلطنت جمہوری کا روز بروز پھیلنے والا سیلاب خانگی تربیت اور اخلاقی چال چلن کا ستیاناس کرتا جاتا ہو؟ درحقیقت ہم بہت شیخی باز ہیں ہم اپنی دولت اپنی طاقت - اپنے وسائل - اپنی بحری اور فوجی قوت - اور اپنی تجارتی بزرگی کا گھمنڈ کرتے ہیں - تاہم ممکن ہے کہ چند سال ہی میں یہ سب کچھ ہم سے رخصت ہو جائے - اور ہم ہالنڈ کی طرح ایک امیر اور مقابلتاً کمزور قوم رہ جائیں - قوم اُن افراد پر منحصر ہوتی ہے جو اسمیں شامل ہوتے ہیں - اور کوئی قوم کبھی اخلاق - غرض - اور عزت اور انصاف کے قواعد کی پابندی سے ممتاز نہیں ہو سکتی جبتک کہ اسکے لوگ فرداً اور مجملاً انھی صفات سے موصوف نہ ہوں *

لارڈ ڈربی اپنی ایک حال کی تقریر میں فرماتے ہیں:" ابھی کل کا ذکر ہے کہ ایک لائق وفائق بھلے مانس نے مجھ سے کہا کہ ان کے خیال میں انگلستان اُن صفات میں تنزل ہو رہا تھا - جن سے جنگ واٹرلو کے دن سے قومی چال چلن کی طاقت اور قوت مستحکم ہوئی تھی - اور گو ان صاحب نے زبان سے یہ نہ کہا تاہم ان کے لب و لہجہ اور انداز سے میں سمجھ گیا کہ ان کے خیال میں اب علاج کی امید کا وقت گزر چکا تھا - سیلاب آرہا تھا اور خوش نصیب وہ تھے جو اپنی زندگی بسر کر چکے تھے - اور اس مصیبت کے دن کو دیکھنے کے لیے بروئے دنیا پر نہ رہے تھے - اس میں شک نہیں کہ یہ ممکن ہے کہ ایسی مصیبت آسکتی ہے - اور اگر چند شرائط ہم تسلیم کرلیں تو یہ یقینی امر ہے کہ یہ مصیبت آپڑیگی " *

یہ پُر غم خبرداری کے چند الفاظ ہیں - کیا سیلاب درحقیقت آرہا ہے جیسا کہ سو سال گزرے فرانس میں آیا تھا؟ مرحوم ڈاکٹر میکلیوڈ فرماتے ہیں:" جو ہل چل کہ اس وقت مچی ہوئی ہے اور جو کہ اسی طرح واقعہ سے پُر ہے جیسی کہ " تبدیلی " (ریفارمیشن) نہایت ہی سخت ہے - ایکطرف تو پُرانی طرز کے خیالات کا

یعنی یہ ہے ضرور کہ فرصت سے جو ہو کام + خوبی دعمدگی میں وہ لیس لاکلام ہو
(چاسر)

زر کا چھوتا تو ہے آسان پہ چپٹا جو کہیں + ڈنک ماریگا ایک ایسا کہ پناہ جسکی نہیں
(جارج ہربرٹ)

بشر جو ہو مستدین ہو خواہ کیسا غریب + ہے پادشاہ وہ انساں کا کیونکہ ہے وہ نجیب
(ایمرسن)

دیانتداری اور راست بازی باہم یکدگر اچھے ہیں دیانت داری صداقت ہے ۔ اور صداقت دیانتداری ۔ ممکن ہے کہ صداقت ہی تنہا کسی شخص کو اعلےٰ نہ بنائے ۔ مگر یہ اعلےٰ چال چلن کی جزو اعظم ہے ۔ اس سے اُن لوگوں کو حفاظت حاصل ہوتی ہے جو اسے کام میں لاتے ہیں اور اُن لوگوں کو اعتبار جو اُسپر عملدرآمد کرتے ہیں ۔ صداقت جوہر ہے اصول دیانت داری اور بھلائی کا ۔ اور یہ ہر ایک فرد بشر کی ابتدائی ضرورت ہے ۔ ہماری تواریخ کے تمام زمانوں سے بڑھکر فی زماننا ہمکو کامل صداقت کی ضرورت ہے +

دروغگوئی خواہ کیسی ہی عام ہو مگر خود دروغگو کے نزدیک بھی مردود ہے ۔ یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ سچ بولتا ہے ۔ کیونکہ یہ جانتا ہے کہ سچ کی عزت عالمگیر ہے ۔ اور جھوٹ کی نفرت ۔ دروغگوئی صرف بددیانتی ہی نہیں بلکہ بزدلی بھی ہے ۔ جارج ہربرٹ کا مقولہ ہے کہ "راستباز بننے کی جرأت کرو ۔ اور کسی چیز میں کذب کی ضرورت نہیں ہو سکتی" نہایت ہی مضر وہ دروغگو وہ ہیں جو قریباً راستبازی کے کنارے پر ثابت قدم رہتے ہیں ۔ ان میں اسقدر دلیری تو نہیں کہ صاف صاف بیان کر دیں ۔ لیکن پیچ لگاتے ہیں ۔ اور پھر وہ کہتے ہیں یہ جھوٹ ہے ۔ وہ کذب جو نیم صدق ہو سب سے بڑھکر جھوٹ ہے +

زندگی میں ایک طور کی جو فروشی و گندم نمائی ہوتی ہے جو ایسی ہی خراب ہے جیسی کہ زبانی دروغگوئی ۔ کیونکہ افعال کی آواز ایسی ہی صاف ہے جیسی الفاظ کی ۔ کمینہ آدمی ایک اقراری جھوٹا ہے ۔ وہ اسی صداقت کو زائل کر دیتا ہے جس کے یقین کا وہ مقر ہوتا ہے ۔ یہ دُگنی خطا ہے اسکو دیانتداری اور راستبازی درکار ہے ۔ صادق الباطن جو سوچتا ہے وہ کہتا ہے ۔ جو باور کرتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے ۔ جو اقرار کرتا ہے اسپر عمل کرتا ہے ۔ اور وہ کام کرتا ہے جس کا وعدہ کرتا ہے +

مسٹر سیبر جرو کہتے ہیں کہ ملک کئی طور پر دروغگوئی کا رواج عام ہے ۔ بعض اوقات تو بے کھٹکے

اور آناداناً طور پر اسپر عمل ہوتا ہے کبھی امن کیواسطے اس کے وسیلے سے عذر خواہی ہوتی ہے اور
کبھی کسی کو نقصان سے بچانے کے لیئے - لوگ بہت سے وکیلوں کی فیاضی اور کشادہ دلی کا ذکر
کرتے ہیں - مگر یہ خوش نیش عقرب سے کسی طرح کم نہ تھے - اُن لوگوں کا بھی حال ہم سنتے ہیں جو نہایت ہی
تعجب خیز طور پر "راستبازی" سے منسلک تھے یعنی کسی خاص مسئلہ کے بارے میں او تاہم نہ تو وہ
خرید و فروخت کے معاملات میں صداقت کو دخل دیتے تھے - اور نہ اپنے ہمسایوں کی شہرت یا اپنے
خانگی واقعات میں راستی کو ملحوظ رکھتے تھے" ٭

دنیا کی تمام بدیوں اور عیبوں میں سے دروغگوئی بھی ایک نہایت ہی عام اور مروج ہے - یہ اُس
طبقے میں پھیلی ہوئی جسکو "سوسائٹی" کہتے ہیں - کیونکہ جب کبھی کوئی ملاقاتی صاحب خانہ کی ملاقات کو
آتا ہے تو نوکر "گھر میں نہیں ہیں" نہایت موزوں اور بسلیقہ جواب دیا جاتا ہے - انسانی کاروبار کو جاری
رکھنے کے واسطے کذب اسقدر ضروری سمجھا گیا ہے کہ اسکو نہایت ہی مقبولیت کا تمغہ ملگیا ہے - ایکبار
جھوٹ بولنا ممکن ہے کہ بے ضرر سمجھا جائے - دوبارہ خفیف اور پھر بے اختیاری میں زبان سے
نکلجائے - ذرا ذرا سے جھوٹ بہت عام ہیں مگر خواہ جھوٹ کیسا ہی ہو - یہ ہر ایک صاف باطن اور
پاک طینت زن و مرد کے نزدیک کم و بیش قابل نفرت ہے - رسکن کا قول ہے کہ :- جھوٹ خواہ
کیسا ہی خفیف اور اتفاقی ہو - مگر یہ دھوئیں کی طرح انسان کے چمکدار اور شفاف دل کو داغدار کرتا
ہے - اور اسواسطے یہ بہت بہتر ہے کہ ہمارے دل اس سے صاف رہیں اور ہم مطلق اسکو نہ سوچیں
کہ ابھی یہ داغ کچھ بھی نہیں اور یہ بہت جلد دور ہو جائیگا" ٭

سفراے سلطنت کا یہ اکثر مقولہ رہا ہے کہ :- اپنے ملک کے فائدے کی خاطر غیر ملک میں جھوٹ
بولنا چنداں بُرا نہیں - تاہم انسان کو اپنی جان سے بڑھکر اپنی زبان کی خبرداری چاہیئے - جب
ریگولس کو کارتھیج والوں نے جن کا یہ قیدی تھا روم کو سفیروں کے ساتھ صلح کی درخواست کیواسطے
بھیجا - تو شرط یہ قرار پائی کہ اگر صلح نہوئی تو یہ اپنے قیدخانے میں واپس آ جائیگا - اس نے حلف اُٹھایا
اور قسم کھائی کہ یہ واپس آ جائیگا ٭

جب یہ روم میں آیا تو اس نے مجلس واضع قوانین کو اسی بات پر آمادہ کیا کہ جنگ جاری رہے اور
قیدیوں کا تبادلہ نہ کیا جائے - اور اس صورت میں ریگولس کو اسی قیدخانہ میں جانا پڑتا تھا مجلس واضع
قوانین اور نیز اعلیٰ پادری نے بیان کیا کہ چونکہ اس سے زبردستی حلف لیا گیا تھا - اسواسطے واپس جانا
اس کا فرض نہ تھا - اسپر ریگولس نے پوچھا :- "کیا تم نے مجھکو بے عزت کرنے کی ٹھانی ہے؟ نہیں

ہیں - یہ اسیقدر باریک دھاگا کات سکتے ہیں جس قدر مانچسٹر کی عورتیں - چنانچہ ہندوستان میں روپیہ جمع ہوتا ہے - کلیں بنائی جاتی ہیں - اور اب ہندوستانی اپنے واسطے آپ کپڑا بنتے ہیں ٭

جسقدر اضلاع صنعت و حرفت کے ہیں ان میں یہ عام طور پر معلوم ہے - عام مجلسوں میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے - جم بڑھانا - چربی لگانا - اور کپڑے کو چینی مٹی سے بھاری کرنا ہر جگہ مشہور ہے مسٹر میلر ممبر پارلیمنٹ نے تجاروں کی اس دھوکا دہی کی خوب مٹی اڑائی - ان لوگوں کے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ طبقہ ارض کے باشندے ایک سرے سے دوسرے سرے تک باستثنائے ان کے احمق ہیں - مذکور ممبر پارلیمنٹ نے ایک انجنیئر کا حال بیان کیا جو بحر ہند کو عبور کر رہا تھا - اور سر پر ململ کی پگڑی تھی - جس وقت اس سے پوچھا گیا کہ - کیا یہ انگریزی ململ ہے ؟ تو جواب ملا :" نہیں یہ سوئٹزرلنڈ کی ہے - انگریزی ململ لیسدار ہوتی ہے - اس میں گوند لگا ہوتا ہے - غرض یہ حال ہے جس طرح ہم تجارتی تنزل کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں - اور یہی وجہ ہے جس سے گردش ایام ہمکو آنکھیں دکھلا رہی ہے ٭

امریکہ کا کتانی اسباب مانچسٹر - لنڈن - اور اور مقامات میں اچھے خاصے منافع پر فروخت ہوتا ہے - ہندوستانی روئی کا مال چین اور آسٹریلیا میں فروخت ہوتا ہے - حالانکہ بمبئی کے بنے ہوئے دھاگے بہ نسبت انگریزی دھاگوں کے گراں فروخت ہوتے ہیں - فی زماننا ہندوستانی روئی کا مال تمام مانچسٹر حتےٰ کہ انگلستان کی تجارت کے برابر ہے - کیا یہ امر حیرت انگیز نہیں ہے ؟ ہم لوگوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دیتے ہیں - مگر صنعت و حرفت کی تعلیم فریب دہی اور دغا بازی - جھوٹ اور دھوکے کے مقابلہ میں کیا مفید ہوگی ؟ کوئی عورت بیچاری ایک پیٹل دھاگے کی مول لیتی ہے جس پر لکھا ہوتا ہے اور موٹے حرفوں میں ۲۵۰ گز - مگر جب یہ اپنی عزیزی اور جانفشانی سے اسے کھول کر کام میں لاتی ہے تو کل کائنات ۱۷۵ گز نکلتی ہے - بھلا اب یہ ہم لوگوں کی صداقت کا کیا اندازہ کریگی ؟ ٭

عام لوگوں کی حالت کا تنزل - اخلاق کی پستی - ملکی اصول کی تخریب لاکلام ہے - کوئی ساٹھ سال گذرے جب **بیرن ڈیوپن** انگلستان میں تشریف لائے تو انہوں نے یہاں کے سوداگروں کی

لہ - خدا لائق مصنف کے کلام کو پورا کرے - کہ ہم اپنے ملک کے بنے ہوئے کپڑے پہنیں - مگر مشکل تو یہ ہے کہ افلاس نے مار دیا اور نااتفاقی نے دین و دنیا کہیں کا بھی نہ رکھا - اور پھر اسپر طرہ یہ کہ جو صاحب ثروت ہیں ان کا حال یہ ہے - سہ

دن رات ہے امیروں کو آرام سے غرض ٭ شادی سے مدعا ہے و یا جام سے غرض

ہمت۔ ذہانت۔ اور ہوشیاری کی خوب تعریف کی" یہ صرف دلیری ہمت۔ ذہانت اور ہوشیاری ہی
تجارتوں اور دستکاروں کی نہیں ہے۔ جو اُن کو اپنے ملک میں فوقیت اور ترجیح دیتی ہے بلکہ بہت کچھ یہ
اُنکی دانائی۔ اُنکی کفایت شعاری اور سب سے بڑھکر اُن کی نیک نیتی اور صدق دلی ہے۔ اگر کبھی جزائر برطانیہ
میں یہاں کے باشندے ان نیکیوں کو خیرباد کہدیں۔ تو ہمکو کامل یقین رکھنا چاہئیے کہ انگلستان اور
خواہ کوئی اَور ملک ہو۔ باوجود اپنی خوفناک اور کثرت لشکر بحری۔ باوجود اپنی سفارت کی لیاقت اور پیش بندی۔
اور باوجود اپنی ملکی حکمت عملی اور ہوشیاری کے یہ دیکھیگا کہ جس [illegible] مال کی کشتیاں ہر ایک ساحل بحر
ڈھکے تھا اُن سمندروں کی سطح سے مفقود ہو جائینگی۔ جن کو یہ اپنے خزانوں۔ اپنے مال اور محنت اور
مشقت کے ثمروں سے ڈھانپ رہی ہیں" ٭

اب عذر پیش کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ نے دستکاری اور پیداوار کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا
کی ہوئی ہیں۔ تاجر بیچارے کے ہاتھ اور پیر قانونی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ کسیقدر یہ
سچ ہے۔ مثلاً کوئلے کی کانوں میں مستورات کی کام کرنیکی ممانعت اور قانوناً مزدوری کیواسطے گھنٹوں
کی تعداد کا تقرر۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجارت اور صناعی کے بارے میں جو قوانین ہیں وہ حد سے
بڑھ گئے ہیں۔ مسٹر گلسٹن نے کچھ عرصہ گذرا لیڈز میں بیان کیا کہ قوانین درباره صناعی نے ملک کی
بہت سی صنعت و حرفت کا چراغ گل کر دیا ہے۔ بلجیم سے چھوٹی چھوٹی آہنی اور فولادی سلاخیں ملک میں
آتی تھیں کیونکہ لڑکے اس مشقت پر کام میں لائے جا سکتے تھے۔ تمام چھوٹے چھوٹے انجن جو کسی زمانے میں
انگریزی تجارت کے قوت بازو تھے اب فرانس اور بلجیم میں بنتے ہیں۔ مسٹر گلسٹن نے بیان کیا کہ ان وسائل سے
پارلیمنٹ ملک کی چھوٹی چھوٹی مختلف دستکاریوں اور تجارتوں کا ستیاناس کر رہی تھی۔ اور پھر اس پر طرہ
یہ تھا کہ اُن کی بربادی کا نقصان بھی ملک کو ہی برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اسی مجلس میں ایک اور مقرر نے
بیان کیا کہ اس کے کارخانے میں لوہے کی ڈھلی ہوئی چیزیں بلجیم سے منگوائی جاتی تھیں کیونکہ نسبت
انگلستان کے یہ وہاں ارزاں قیمت پر دستیاب ہو سکتی تھیں ٭

سوداگر بیچارہ قانون سے ہی نہیں رُکتا بلکہ بہت کچھ ملک میں جو ہڑتال ہو جاتی ہے اس سے جب تجارت
کسیقدر ترقی کے زینے پر چڑھتی معلوم ہوتی ہے تو لوگ کام بند کر دیتے ہیں اور مزدوری زیادہ مانگتے ہیں۔
کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔ آہنی بھٹیاں سرد پڑ جاتی ہیں۔ کاروبار ختم ہو جاتے ہیں۔ اور غرض ہر ایک چیز
گویا ساکن ہو جاتی ہے۔ ہم اپنے وسائل اور مفید مطلب موقع ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر پالیسی ہماری
غفلت اور لاپرواہی پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ بدقسمتی سے کچھ بڑھکر ہے۔ یہ تباہی ہے کہ مزدور تاجروں کو اپنا

جانی دشمن تصور کریں ۔

مگر مزدور کام کیسا کرتے ہیں؟ ایک زمانہ تھا کہ انسان دل و جان سے کام کرتے تھے جب یہ اپنے کام کی عمدگی پر نازاں ہوتے تھے۔ مگر اب کیا حال ہے؟ کام ہوتا ہے جیسے بیگار۔ بلا ہنر۔ بلا خیال اور بلا شفقت اور اب اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ سڑکیں بیٹھ جاتی ہیں۔ پل ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور مکان خاک بسر ہو جاتے ہیں۔ عمارتیں ادھوری چھوڑ دی جاتی ہیں۔ نالیاں خراب رہ جاتی ہیں۔ اور بیماری اپنا عمل کر لیتی ہے اے لاپرواہ۔ بے غرض مزدور! تو نے کتنی جانیں لیں؟ کتنے خاندان برباد اور تباہ کر دیئے؟ بس تیرا کام ختم ہو گیا۔ اور تجھ کو کچھ سروکار نہیں کہ کس طرح ہوا۔ تو نے نہ تو اسکو دل لگا کر کیا نہ محنت اسپر صرف کی۔ غرض کام تو نے اپنا پورا کر لیا اور مزدوری تیرے ہاتھ میں آگئی۔ یہ تمام بددیانتی اور کمینہ پن ہے۔ مزدور۔ یہ تیرا ہی سراسر قصور نہیں ہے! تجھ کو جاہل رکھا گیا ہے۔ تجھ کو تعلیم دی گئی ہے مگر بغیر ہمدردی کے۔

جس قدر دنیا میں بدکاری ہے۔ وہ دروغ گوئی ہے۔ یہ سراسر بددیانتی ہے۔ ہم ایک کام کے ہو جانے پر مزدوری دیتے ہیں۔ مگر یہ کام بری طرح کیا گیا ہے اور بددیانتی سے۔ اسکی ظاہری نمائش تو آنکھوں کو چکا چوندھ کر دیتی ہے مگر جب اسکی قلعی کھل جاتی ہے تو وقت ہاتھ سے گذر جاتا ہے۔ جب تک ملک کا یہ حال ہے۔ یہ بالکل فضول ہے کہ ہم محنت کی تعریف کریں۔ یا اس طرح کے محنتی آدمیوں کی سوشل قدر دانی کے معرف بنیں۔ ہرگز محنت کی توقیر نہیں ہو سکتی جب تک کام میں صداقت کا دخل نہو گا "توقیر بے ثباتی اور ناپائداری میں نہیں رہتی بلکہ پائداری اور طاقت میں۔ اگر فی زمانہ ہمارے کاموں میں ہمارے آبا و اجداد کے کاموں کی نسبت ناپائداری اور بے ثباتی ہے حالانکہ ظاہری نمائش اور خوبصورتی اعلیٰ درجہ کی تو کہاں سے اسکا وجود ہوا؟ جلد بازی۔ ناوابستگی اور متمول بننے کی نہایتی حرص سے"۔

اور غضب تو یہ ہے کہ پالی نیشیا کے وحشیوں نے بھی ہماری بددیانتی پکڑ لی۔ جب پادری پیٹسن جزائر بحر جنوبی کے مشن پر سفر کر رہا تھا تو باشندوں نے ہمارا اسباب خریدنے سے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ: "ایک نکما اور خراب کپڑا جو بدن پر دو روز بھی نہ ٹھہرے انکی نظر میں نہیں جنچتا۔ ان کو جو کچھ دیا جائے۔ خواہ ارزاں ہو یا گراں۔ اور خواہ اسکی قیمت ایک شلنگ کیوں نہو مگر یہ عمدہ ہو مثلاً ایک پھل کا چاقو جس کا دستہ خواہ کیسا خراب ہو۔ اور چاہے ایک شلنگ کو ملے۔ یہ اسکی بہت قدر کرتے ہیں۔ مگر خواہ ایک درجن پھل ہوں یہ اسے پھینک دیتے ہیں۔" اور یہی ڈاکٹر لونگسٹن کو معلوم ہوا۔ کہ افریقی انگریزی لٹھا خریدنے سے انکار کرتے تھے کیونکہ یہ "کچا" تھا۔

سقراط نے اسکی توضیح کر دی کہ یہ امر کیسا مفید اور عمدہ تھا کہ اگر ایک شخص [illegible] کر وہ

اپنے پیشہ یا کام کو تکمیل کو پہونچا دیگا - اگر وہ نجار ہے تو کامل نجار ہوگا - اور اگر مدبر ہے تو ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرے گا - ایسے ہی وسائل ہیں جن سے سچی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے - سقراط کا قول تھا کہ ایسا نجار دنیا میں وہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے جس کا ہمکو خیال بھی نہو *

اچھا اب وج وڈ کا حال لو جسمیں سچے محنتی ہونے کا مادہ تھا - حالانکہ یہ اعلے درجہ پر پہونچ گیا - مگر اسکو صبر نہوا جب تک اسنے حتے الوسع بدل و جان اپنی کوشش صرف نہ کر لی - یہ خصوصاً اپنے کام کی عمدگی کا خیال رکھتا تھا - کہ کہاں تک یہ کام دیگا - اور دوسرے کس قدر اسکی قدر افزائی کرینگے - اور یہی اسکی قدرت اور کامیابی کا منبع تھا - اس نے کبھی کوئی نکما کام کیا - اگر کوئی کام اسکی نیت اور خیال کے مطابق نہ بنتا - تو یہ اپنی چھڑی ہاتھ میں لیتا - اور توڑ کر پھینک دیتا اور یہ کہتا "یہ کام وج وڈ کے کار آمد نہیں !" *

اسمیں شک نہیں کہ یہ اپنے کام کی تکمیل کا سب سے بڑھکر خیال رکھتا - اسکا نہایت اچھا ہو - اسکی شکل سڈول ہو اور خوشنما ہو - اسے بیٹھے بیٹھے توڑ ڈالے صرف یہ خیال ہے کہ کوئی ضروری ترقی کیجائے - اور اصل یہ ہے کہ متواتر نا کامیوں ہی سے اس نے تکمیل سیکھی - جسقدر اوزار اسکے کار آمد تھے ان میں سے قریباً ہر ایک اس نے ایجاد کیا اور اس میں زیادتی کی - یہ اپنا وقت اس طرح بسر کرتا کہ اپنے نوکروں کے پاس بیٹھ جاتا اور انکو ہدایتیں کیا کرتا - اور جس طرح یہ کامیاب ہوا وہ اسکے کام سے ظاہر ہے *

ایک اور مثال سچی دیانت داری اور ہمت کی ایک بڑے بھاری ٹھیکہ دار ٹامس بریسے کے حال سے مل سکتی ہے - یہ شخص اسوقت بھی جب دغابازی اور فریب عالمگیر تھا اپنے اقوال اور افعال میں سچا رہا - بیرنٹن کا محراب کا پل قریباً مکمل ہو چکا تھا کہ موسلا دھار بارش سے نمی پاکر تمام یکبارگی گر پڑا - اس حادثے سے تیس ہزار پونڈ کا نقصان ہوا - اب ٹھیکہ دار اسکا نہ تو قانوناً جواب دہ تھا نہ عقلاً - اس نے علے التواتر اسکی تردید کی کہ مصالح جو مستعمل ہوا کسی طرح خراب نہ تھا - اور فریقین کے وکلا نے تسلیم کر لیا کہ انکی تردید اسکو ذمہ داری سے بری کرتی تھی - مگر مسٹر بریسے کی رائے کچھ اور تھی - بقول اس کے اس نے ٹھیکہ لیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ پل یہ بنا دیگا اور وہ بھی پائدار اور اس لحاظ سے کوئی قانون اس امر کا مانع نہ تھا کہ اس کے قول اور فعل میں تطبیق ہو - چنانچہ پل دوبارہ مسٹر بریسے کے روپیہ سے تعمیر ہوا - اور درحقیقت انکی زندگی اعلے درجہ کی مثال ہے جو ہم آجکل نسل کے سامنے پیش کر سکتے ہیں *

اسمیں تو کچھ شک نہیں کہ زمانہ ہمکو اچھا بھی ملا ہے اور برا بھی - مگر نتیجہ ہمیشہ ایک ہی ہے کہ ہم آیندہ کا

توکچھ خیال ہی نہیں کرتے ۔ ہم کفایت شعاری اسوقت کرتے ہیں جب ہماری اپنی حرصوں کے پیدا
ہونے کے واسطے ہماری گرہ میں روپیہ نہیں ہوتا ۔ اور ہم تہیدست ہوتے ہیں ۔ ایک شخص نے
ابھی حال ہی میں بریڈفورڈ میں کہا کہ "کوئی پانچ چھ سال گذرے ہماری تجارت خوب رونق پر تھی
اور یہ حال تھا کہ تجار زر سے لدے ہوئے تھے ۔ لوگ اسقدر جلد دولتمند ہوتے جاتے تھے اور بقدر
روپیہ کاموں پر لگا رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اسکے واسطے کچھ انتہا ہی نہیں ۔ انجنیئر وغیرہ
تھے وہ بھی خوشحالی اور آسودگی پر متفق ہوگئے ۔ اور انھوں نے کام بند کردیا کہ مزدوری زیادہ ملے ۔
چنانچہ کچھ عرصے تک جو اُنہوں نے کہا وُہی کیا گیا ۔ اُنھوں نے کام کو محدود کردیا ۔ اور یہ دلیل پیش
کی کہ جس قدر تھوڑی دیر یہ کام کرینگے اور مزدوری زیادہ لینگے اُسیقدر متمول ہونگے ۔ مگر اتنے میں تنزل
نے آگھیرا اور نہ اب اُن کے کام بند کرنے سے کچھ ہوسکتا تھا نہ متفق ہونے سے ۔ اس شخص نے
ان کو تحریک کی کہ اگر یہ چاہتے تھے کہ ان کو خوشحالی نصیب ہو تو اُن کو چاہیئے تھا کہ دیانتداری اور
ایمانداری سے کام کریں ۔ اپنا فرض بجالائیں ۔ اور روپیہ کی خاطر موجودہ طریق ادھورا اور تھوڑا کام
کرنے کا چھوڑدیں ؛

اڈنبرا میں مزدوروں کی ایک مجلس میں ایک مقرر نے کام بند کرنے کے فوائد بیان کیئے سُنیے
کہا کہ "میرا مسئلہ تو یہ ہے کہ حتی الوسع تھوڑا کام کرو ۔ اور حتی الوسع زیادہ مزدوری لو" اب اگر اس
مسئلہ پر سبھی عملدرآمد ہو تو کیا ہوگا ؟ محنت عالمگیر تنزل کے گرداب میں پڑجائیگی ۔ لوگ کاہل
ہوجائینگے ۔ لاپرواہ اور خود سر ۔ ایک اور مقرر نے اس کے برعکس پہلو لیا ۔ اس نے بیان کیا کہ :-
"کام بند کرنیکے واسطے متفق ہونا صد درجہ کی بداخلاقی ہے ۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ میں اڈنبرا میں ایک
سڑک پر جارہا تھا ۔ کہ ایک شخص کو مَیں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ اور بڑے آرام سے جارہا ہے ۔ ایک لڑکا
پاس سے گزرا اور اُس نے کہا "آپ تو بڑے مزے سے ٹہلتے ٹہلتے جارہے ہیں" اس شخص نے لڑکے کو یہ جواب دیا "مَیں تو اپنے آقا کے کام کو جاتا
ہوں" ۔ اب اس شخص کے دماغ میں یہ خیال سمایا ہوا تھا کہ آقا کا نقصان اسکا فائدہ ہے ۔ اور اسخیال کے اثر کا لب لباب یہ تھا
اگر کوئی کام اچھی طرح دل و جان سے کیا جائے تو وہ حاصل ہونا محال ہے " یہ بہت اچھا ہو اگر محنتی
آدمیوں کو ان کی وہ حالت دکھلائی جائے جس میں یہ اسوقت ہیں ۔ جس قدر غیر ممالک کے لوگ ہیں
وہ ہم پر ہر طرح فوقیت رکھتے ہیں ۔ یہ اب خود اپنے واسطے کلیں بناتے ہیں ۔ انہوں نے سیکھ لیا
ہے کہ کس طرح انگریزوں سے بڑھ کر جلدی کام کریں ۔ یہ ہفتہ اور اتوار کو ایک سا کام کرتے ہیں فرانس میں
مزدور ۷۲ گھنٹے فی ہفتہ کام کرتے ہیں ۔ حالانکہ انگلستان میں کل ۵۶ گھنٹے ۔ اور غیر ممالک کے

اور اس شخص کی کچھ پرواہ نہ کریں جو خواہ زیادہ دام لے مگر کام دیانت داری اور جانفشانی سے
عمدہ کرے" کاش یہ وبا انگلستان میں پھیلی رہی تو تمام دنیا میں ایک بچہ بھی ایسا نہ ملیگا جو
انگلستان کا تجارتی ملک کے لحاظ سے نام زبان پر لائے ✦

یہی صدا امریکہ سے ہمارے کان میں آ رہی ہے - اس مثل کا مصداق کہ " دریائے مستور ہی
مغرب میں کوئی خدا نہیں" ہر جگہ بن رہی ہے " زر علیہ السلام ہی شاہ ہیں اور انھیں کی پرستش
عالمگیر ہے - ایک اخبار لکھتا ہے کہ "امریکن روپیہ کے عاشق اور اسکے کمانیوالے ہیں - ان پر
نہ تو کوئی ملکہ حاکم ہے نہ کوئی بادشاہ - بس یہ زر کے زیر حکم ہیں - دولت کی چمک تمام خیالات کی طرف
سے ان کو نابینا کر رہی ہے - اور تجارت میں دھوکا ہی تو عام قاعدہ ہے - اور یہاں تک کہ
ہم سستی چیزوں سے اپنی دواؤں کو زہر بنا دیتے ہیں - ہم اُن ہی کی جگہ پرانے اونی
کپڑے بیچتے ہیں اور چیزیں ایسی کہ ظاہری نمائش بہت کچھ اور اندر سے کھوکھلی - ہم باہم ایکدوسرے
کو دھوکا دیتے ہیں اور فریب بازی کرتے ہیں - اور ہر قسم کی تجارت اور کاروبار میں ہم روپیہ جمع
کرنے میں ایسے محو ہیں کہ اگر ہمکو کوئی شخص دھوکا دے تو بجائے اسکو پکڑنے اور اس سے شاکی ہونیکے
ہم کہیں اَور جا کر کسی دوسرے بندہ خدا کو اپنے فریب اور دغا کا شکار کرتے ہیں - ہم اپنی قومی پائداری
اور شرافت کا مادہ نہایت سرعت سے برباد اور تباہ کر رہے ہیں - ان ملکوں میں جو ایک طرح کی
غلامی اور وحشی پن میں مبتلا ہیں اور خود مختار حاکم ان پر فرمانروا ہیں - وہاں کے باشندے نہایت
آرام و آسائش اور ہم سے بڑھکر عمدہ حالت میں حیات بسری کر رہے ہیں - ان ممالک میں دھوکا دہی
جرم سمجھا جاتا ہے - اور اگر دھوکا باز پکڑا جائے تو اُسے نہایت سخت سزا بھگتنی پڑتی ہے -
مگر یہ ملک پرانے خرانٹ کم عقل ہیں اور آزادی کی اُن کو خبر تک نہیں - نہ ان میں کوئی نمائشی
تمول ہے - نہ زمانہ سازی ہے اور نہ بناوٹی عالی دماغی - ان کے دماغ میں یہ خیال کبھی بھی نہیں پیدا
ہوتا کہ حیات بسری کا حق - آزادی اور خوشی کی پیروی (جس سے مراد ہے زر) انسان کو یہ حق
دیتی ہیں کہ یہ اپنے ہمسایہ کو فریب دے - اس سے دغا بازی کرے اور قانون کو بالائے طاق
رکھدے" ✦

اور کیفیت تو یہ ہے کہ امریکن کے دماغوں میں یہ سودا سمانے لگا ہے کہ کام میں خرابی - اچھا
کام کرنے پر طبیعت کا مائل نہ ہونا - ایک حد تک عام سکولوں کے طریق سے وجود پذیر ہوتے ہیں
ہر شخص کو اس قدر تعلیم دی جاتی ہے محنت سے نفرت کرنا چاہتا - اس ملک میں تو کوئی امریکن

نوکر ہیں یا مزدور۔ اور ہم یہ حال اپنے دل سے نہیں بیان کرتے۔ ایک مؤرخ ایک اخبار "سکر بنرز منتھلی"
میں لکھتا ہے کہ :۔ اہل امریکہ اپنے عام سکولوں کے طریق کو دیوتا مان رہے ہیں۔ اسکے برخلاف
کچھ کہنا بغاوت ہے۔ کوئی شخص ہو اور وہ تعلیم کی بیش قیمتی کے بارے میں کچھ شک ظاہر کرے
بس وہ علم کا جانی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہمکو تو اتنی توفیق ہے کہ چشم بصیرت کھول کر دیکھیں کہ
انسان کو زندگی کے کاروبار کیواسطے تیار کرنے میں خصوصاً اُس کام کیواسطے جس کا دارمدار ہر روز
صنعت پر ہے۔ یہ رُکاوٹ اور ناکامی ہے۔ اور اگر ہے تو جعل سازی۔ دھوکہ بازی اور فریب ہے"
اس آرٹیکل کا لکھنے والا کہتا ہے کہ پُرانا طریقہ تعلیم قریباً بالکل مفقود ہو رہا ہے۔ لڑکے سکول میں پڑھتے
ہیں اور تجارت کیواسطے تیار نہیں ہو سکتے۔ اسیواسطے بہت کچھ صنعت و حرفت کا کام پردیسی کرتے
ہیں جب لڑکے نے ذہن اور دماغ کی عمدہ تربیت پائی ہے اُسکو کبھی یہ گوارا نہیں ہوتا کہ زندگی کے
عام کاروبار میں اپنے قوت بازو اور ہاتھ پیر کی محنت سے روزی کمائے۔ اسکو جسمانی محنت کا شوق
ہی نہیں۔ یا تو یہ کوئی چھوٹی موٹی نوکری لکھنے پڑھنے کی کر لیتا ہے۔ یا یہ کوشش کرتا ہے کہ چالاکی اور
سنعتی سے حیات بسری کرے۔ **لانگ فیلو** (شاعر) نے ایک بار ایک موضع میں لوہار کا حال
بیان کرتے وقت لکھا ہے :۔

دیکھو لوہار خانے میں وہ گانوں کے قریب
بیٹھا ہوا لوہار۔ یہ کیسا ہے خوش نصیب
محنت سے اپنی روزی کماتا ہے نیک مرد
محنت سے جو کمائے بس انسان وہ ہے فرد

اب امریکہ میں کہیں لوہار خانے کا پتہ بھی نہیں۔ جب **ہمپٹن** کالج کے جنرل **آرم سٹرانگ**
شمال کیطرف لوہار کی تلاش میں گئے تو اُن کو کوئی امریکہ کا باشندہ لوہار نملا۔ تمام لوہار آئرش تھے۔ اور
دوسری نسل میں ہر ایک آئرش لڑکا ایسی اچھی تعلیم پائیگا۔ کہ وہ جسمانی محنت کے نام سے کوسوں بھاگیگا
ایک نیویارک کے پادری نے جس کا ایک بڑا کنبہ تھا حال میں ممبر پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا کہ "میں
چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں ہر ایک لڑکا کچھ محنت کا کام سیکھے تاکہ کسی مصیبت کے وقت وہ
اپنا پیٹ پال سکے" امیروں اور غریبوں کو یکساں محنت کرنا سیکھنا چاہیئے۔ اور اگر ممکن ہو تو کوئی
دستکاری۔ کیونکہ یہ ممکن کیا بلکہ اغلب ہے کہ کوئی امیر کبھی غریب بن جائے اور غریب امیر۔ اور یہ
تعلیم کا ہی نقص ہے جو ناکام ہوتا ہے انسان کو اس امر کیواسطے تیار کرنے میں کہ وہ اپنی عمر میں اپنے

اہل وعیال کی اور خود اپنی خبر گیری کر سکے ۔

ہم میں بہت سے تجارت کی خرابی کے شاکی ہیں۔ مگر کیا بہت کچھ خرابی اسمیں ہماری ہی بدولت پیدا نہیں ہوئی ؟ دفتر کے حساب کتاب میں ہمیشہ دو اور دو چار ہی نہیں ہوتے ۔ کسقدر چالاکیاں اور عیاریاں کی جاتی ہیں جنمیں دوسروں سے جلدی روپیہ کمانے کی نیت پر دیانتداری چلنے کو بار بھی نہیں ملتا۔ بجائے صبر اور تحمل سے کام کرنے کے اور دیانت داری سے روزی کمانے کے بہت سے نفوس قدسی یکبارگی اور دفعتاً امیر بننا چاہتے ہیں۔ زمانے کا حال تجارت کی طرح نہیں ہے بلکہ قمار بازی کی طرح ۔ اسکی رفتار ایسی تیز ہے کہ کسی شخص کو اسقدر ٹھہر کر پوچھنے کی فرصت بھی نہیں ملتی کہ کس قدر راہ سے بہک کر خندق میں جا پڑے ہیں۔ لوگ آگے بڑھے جاتے ہیں اور دولت کی دَوڑ حد درجہ تیز ہے۔ لوگوں کا ایمان بس زر میں ہے ۔ کسی پیغمبر کی اس میں ضرورت نہیں کہ وہ بتلائے کہ ہماری مصیبتوں اور تجارتی قمار بازی اور فریب دہی میں نمائش اور فضول خرچی ۔ عالمگیر تباہی اور بدبختی میں کیا تعلق ہے ۔

ایک لڑکے کا والد کہتا ہے "برخوردار تم اب دنیا میں قدم رکھنے لگے ہو ۔ تمکو لوگ دھوکا دینگے لیکن اگر کبھی ایسا موقع آئے تو دھوکا کھانے سے پہلے دوسرے کو دھوکا دیدینا" ایک دوسرا شخص کہتا ہے "برخوردار روپیہ اگر کما سکتے ہو تو دیانت داری سے کماؤ اور اگر نہیں کما سکتے تو بغیر دیانتداری کے ہی سہی" ایک تیسرا کہتا ہے "دیانت بددیانتی سے اچھی ہے۔ کیونکہ میں نے دونوں کا تجربہ کیا ہے" اسمیں شک نہیں کہ ہم نے یہ تینوں اقوال صداقت اور دیانت کے اختلاف الرائے دکھلانے کیواسطے نقل کیئے ہیں۔ مگر ابھی اسمیں شک ہے کہ آیا چال چلن کے اصول عظمیٰ تجارتی زندگی میں بھی عمل سکتے ہیں یا نہیں ۔ مثلاً ایک نوجوان اپنی زندگی شروع کرتا ہے ۔ یہ جانتا ہے دنیا میں آہستہ آہستہ مگر سلامتی سے ۔ اور گو اسکے منافع تھوڑے ہوں مگر یہ دیانت داری سے حاصل ہوتے ہیں" ایک ایماندار آدمی بابرکت ہوتا ہے ۔ مگر وہ شخص جو تمول پر جلدی سے پہونچنا چاہتا ہے کسی طرح بے گناہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اُس کی نظر میں بدی نے گھر کیا ہوا ہے اور یہ مطلق نہیں سمجھتا کہ کبھی مفلسی بھی اُسپر قابو پا سکیگی ۔

بڑے بڑے تجارتی شہروں میں نوجوان آدمی تجاروں کی باقبال حیات بسری کو دیکھکر دنگ رہجاتے ہیں ۔ یہ لوگ بکثرت امیر سمجھے جاتے ہیں ہر ایک دروازہ ان کیواسطے کھلا ہوا ہے ۔ اور سوسائٹی میں اُن کی بڑی توقیر ہوتی ہے ۔ یہ اُمرائی ضیافت کرتے ہیں عیش و عشرت کی مجلس مہیا

کرتے ہیں۔ اور رقص و سرود کا لطف اٹھاتے ہیں۔ ان کے مکان بڑے بڑے ثانی بہزاد اور ہمسر مانی مصوروں کی دستکاریوں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ان کے کوٹھے تجارتی اشیا اور شراب اور تمام نمائش کی اس قسم کی اشیاء سے بھرے ہوئے ہیں۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایک لا انتہا خوشحالی کی ناپیدا کنار بحر زر پر ایک جہاز میں بیٹھے ہوئے سفر کر رہے ہیں ؛

نوجوان آدمی اکثر ایسی مثالوں سے مغالطے میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر ان میں ہمت اور ثابت قدمی نہیں ہے تو بھی ان کے قدم بقدم ہو جاتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اوّل اوّل یہ اگر کسی کاروبار میں روپیہ لگائیں تو ممکن ہے کہ اس میں منافع بہت کچھ ہو۔ اور مکرر ہو۔ اور پھر یہ دولت کی روشنی میں محو ہو کر تموّل کی حرص کا شکار بن جائیں۔ اب نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بددیانت اور بے وسواس ہو جاتے ہیں۔ تمام زمانے سے یہ قرض لیکر روپیہ لگاتے ہیں۔ اور اپنا اعتبار جمانے کیواسطے یہ دل کھول کر اپنے مکان وغیرہ کی ظاہری نمائش کرتے ہیں۔ اور خیرات میں بھی کسی طرح دست کشی نہیں کرتے۔ اگلے زمانے میں لصوص اور نا انصاف لوگ دوسروں کا مال و متاع زبردستی غصب کر لیا کرتے تھے۔ اور آجکل یہ لوگ جعلسازی اور دھوکہ بازی سے دیوالے نکالکر اس قاعدے پر عمل کرتے ہیں۔ زمانہ سابق میں یہ کام علانیہ کیئے جاتے تھے۔ فی زماننا خفیہ طور پر ہر ایک کام اس قسم کا کیا جاتا ہے۔ اور یہانتک کہ انجام کار ایسا حادثہ درپیش آتا ہے کہ سب قلعی کھل جاتی ہے۔ انسان بدنام ہوتا ہے۔ تمسک اور دستاویزیں بیکار پڑی رہتی ہیں۔ تصویریں اور تمام سامانِ زیبایش نیلام ہوتا ہے۔ اور بالآخر "یکے نقصانِ مایہ و دیگر شماتتِ ہمسایہ" کا مصداق بننا پڑتا ہے ؛

ایک بار ایک دیوالیہ نے ۳۹۰۰۰ پونڈ کا دیوالہ نکالا اور پھر مدیونوں سے اور خیراتیں کرنے اخراجات کا بہانہ کر کے قرضخواہوں کی ایک مجلس میں ایک مقرر نے بیان کیا کہ "میں اس کارخانہ کی قیمت کی تصدیق پر کہتا ہوں کہ چار پانچ سال سے یہ سوداگر بکثرت مال و اسباب خریدتا رہا ہے۔ اور اسقدر لاپرواہی سے اندھا دھند روپیہ لگایا کہ پناہ خدا۔ مشرقی ممالک میں صرف اپنے منافع کے لحاظ سے یہ کوشش کی کہ چیزوں کا بھاؤ بڑھ جائے اور ان امور کو دیکھکر مجھکو ایک بشپ کا قول یاد آتا ہے کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معبد صرف بہشت میں محل پانے کا بہانہ کر کے تعمیر کراتے ہیں مگر دراصل اس ٹٹی کی آڑ میں وہ بندگان خدا کا شکار کرنا چاہتے ہیں" ؛

شلر کا قول ہے کہ "یہ بہت قابل تعریف ہے کہ کروڑوں شخصوں کو ہکا بکا کر دیا جائے۔ مگر یہ حد سے بڑھ کر ہے کہ ایک کوڑی بھی چرالی جائے۔ اور اس طور پر جس قدر جرم زیادہ ہوتا ہے گناہ کم ہوتا جاتا ہے۔" مگر ہم کروڑوں شخصوں کو ہکا بکا کر دینا زمانہ حال کے لحاظ سے کچھ عیب نہیں سمجھا گیا ہے۔ جو روپیہ بنکس میں

جمع ہے اسمیں سے ایک قدر ریل کے حصّے خریدنے کیواسطے لگائی یا کسی دُور دراز نو آبادی میں زمین خریدنے کیواسطے اور بجائے منافع کے ناکامی نصیب ہوئی۔ اَب بنک ٹوٹ گیا تنزل نے اپنا عمل کیا اور ہزاروں خاندانوں اور لاکھوں اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور تباہی اور بربادی کا سکہ بیٹھ گیا۔ انسان دیوانے ہو گئے ہیں اُن کے حواس جاتے رہے اور اب عورتیں بیچاری اُن کی صحت اور تندرستی اور زندگی کیواسطے جناب باری میں دُعا مانگنے کو رہ گئیں ہیں:-

تو بیکسوں پہ کر اب اپنا رحم یا رحمان — کہ ہم غریب ہیں اس کوئی دم کے اب مہمان
جو پاس اپنے تھا مال و متاع کھو بیٹھے — اور اب تو جان سے بھی اپنی ہاتھ دھو بیٹھے
یہ ننھے ننھے سے معصوم اور یہ بیوہ غریب — کہ جن کا سن کوئی نوّے اکانوے کے قریب
اُٹھے گا کس طرح ان سے یہ فلک کا بار — الٰہی کیسے ہوئے آکے سخت ہم لاچار
رہا تو کچھ بھی نہیں پاس اپنے اب باقی — اگر رہا ہے تو بس تیرا نام لے باقی
پُرانا گھر تو بزرگوں کی وہ امانت ہے — اسے جو بیچیں امانت میں پھر خیانت ہے
جواب صاف ہے اب ہم کو آب و دانے سے — الٰہی ہم کو بچانا غریب خانے سے
کہ اس سے چین بدل گور کا ہے ہم کو پسند — قبول ہم کو ہے وہ خواہ کیسا پہنچے گزند

جو شخص کہ متوسط درجہ کے امیر ہیں مگر اور بھی امیر ہونا چاہتے ہیں وہ اس نیت پر یہ آرزو رکھ کر بہ نسبت پیشتر کے زیادہ جلد روپیہ کما لیں خوب دل کھول کر بڑی بڑی رقمیں کاروبار میں لگاتے ہیں مگر نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ صرف ان لوگوں کا یاس اور نا اُمیدی کی حالت میں دیوالیہ بن جانا۔ بہت سی مثالیں اس وقت اسکے ثبوت کیواسطے موجود ہیں۔ ٹیپراری کا ایک متمول چالاک اور عیار صراف دوبارہ پارلیمینٹ میں داخل ہوا۔ اور کچھ عرصے میں اپنی حرص کی شکم سیری کیواسطے یہ **لارڈ آف ٹریژری** (وزیر صیغہ مال) بنا دیا گیا۔ اب اسکی آنکھوں کے سامنے ایک زر کا تاج چمک رہا تھا۔ مگر اسمیں اسکو مایوسی نصیب ہوئی۔ اس نے اٹلی۔ امریکہ اور اسپین کی ریلوں میں روپیہ لگایا اور بکثرت اور شدید نقصان اُٹھایا۔ اب اس نے جعلی دستاویزیں اور تمسک بنانے شروع کیے اور کروڑوں پونڈوں کے اسٹام جعلی بنا ڈالے مگر افسوس کہ اسکی بے اصول مگر عیارانہ تدابیر ناکام رہیں۔ اس کے تمسک بیکار گئے۔ اور اب تباہی میں چاروں طرف سے جکڑ گیا۔ آخر کار بہت رات گئے یہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں آیا۔ زہر کی ایک شیشی نکالی اور ایک مقام پر جا کر اُسے پیا اور اپنا کام اپنے ہاتھوں تمام کر لیا۔

ہائے جو نظارہ اسکی موت پر تھا اور جو پارٹی میں تھا اُسے یاد کرکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں!
ضعیف آدمی رو رہے تھے اور اپنے نقصانوں پر پیٹ رہے تھے - بیوہ عورتیں خدا کی درگاہ میں سر
بسجود تھیں کہ "یا رب العالمین یہ کمبخت ہو کر ہم ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہو گئے" مگر یہ سچ تھا صرف
اورلانڈو آف ٹریژری کے جیب میں ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تھی - اس نے اپنی جعل سازی اور
دھوکا دہی سے بڑھکر ایک آخری پیچ ایسا کھیلا کہ بجائے اس کے نقصان اور بدحالی کے دُور
ہونیکے ہزاروں بیکس خدا تباہی و بربادی مفلسی اور گداگری کے ورطہ میں پھنس گئے ! ایک آخری خط
جو اس نے لکھا وہ اسکے عزادار بھائی کے نام تھا - اس نے لکھا کہ "میں کیسی بدنامی اور انگشت نمائی
پر حد بدرجہ پہونچا ہوں - اور جرم پر جرم کے انبار لگا دیئے ہیں ہزاروں کی بربادی اور تباہی اور مصیبت کا
میں بانی مبانی بنا - ہائے - مجھکو ان مصیبت زدوں کا کیسا خیال آتا ہے جن پر اس تباہی کا بار پڑجائیگا
میں تمام زمانے کی سخت سے سخت سزا بھگت سکتا ہوں مگر اتنا دل کہاں سے لاؤں کہ انکی مصیبت
اور تکلیف دیکھنا گوارا کروں ؟ یہ اچھا ہے کہ میں دنیا ہی میں نہ رہوں - ہائے کیسا اچھا ہوتا کہ میں انگلینڈ
سے نہ چلتا ! افسوس کیا اچھا ہوتا کہ میں روپیہ لگانے کی اپنی پہلی خواہش کی تردید کرتا ! اُس حالت
میں جس میں تھا اسی میں رہتا یعنی متدین اور راستباز اور صادق الاقرار - میں روتا ہوں اور زار زار روتا ہوں مگر
اب گریہ وزاری سے کیا حاصل ؟" قومیں اور سلطنتیں بھی ایسی ہی بددیانت ہیں جیسے افرادی انسان
ان کی حالت کا اندازہ انکے ۳ فی صدی قرض کے سود سے ہو سکتا ہے - اسپین - یونان اور روم
تمام تر دنیا میں بے توقیر ہیں - اور اسپین کا ستیاناس اسکی دولت نے کیا - جنوبی امریکہ میں اسپین کی
بستیاں تھیں - وہاں سے جو لا انتہا سونا آیا اُس نے یہاں کے باشندوں کو نکما کردیا - یہ کاہل اور
سست ہو گئے - اب یہ حال ہے ایک اسپین کا باشندہ کام کرنے سے شرماتا ہے مگر ٹکڑے مانگنے
سے نہیں شرماتا - یونان نے بہت سال گذرے کہ اپنے قرض کے ادا کرنے سے انکار کر دیا - روم کیطرح
انکسی کی ایک کوڑی بھی اسکے ذمے نہیں - مگر ان ممالک میں جسقدر محنت اور مشقت کے کام ہیں سب
غیر ممالک کے باشندے پردیسی کرتے ہیں ۔

ہمکو فلیڈیلفیا اور امریکہ کی جنوبی ریاستوں سے بہت کچھ توقع تھی جنہوں نے بہت عرصہ گذرا
قرض ایک ایک کوڑی ادا کرنے سے انحراف کرلیا - یہ بڑی زرخیز ریاستیں ہیں - اور جو انھوں نے
بہت عوام الناس کے فائدے کیواسطے سڑکیں کھولنے اور نہریں کھودنے کیواسطے قرض لیا ہے
یہ اور بھی قابل ... - پادری سڈنی سمتھ نے اپنا روپیہ قرض دیا اور وہ روپیہ جو بیچارے ...

"تمام عمر کی کفایت شعاری سے مصیبت اور مشکل میں پھنسکر اور گوشہ نشینی اختیار کرکے کمایا تھا" اب اس کے نقصان کا حال سنیئے - اُس نے **ہاؤس آف کانگریس** (مجلس شوریٰ امریکہ) کو ایک شکایت لکھکر بھیجی جسکو بعد میں اس نے شائع کردیا - اس نے لکھا کہ: "اہل امریکہ نے جو یہ فخر کرتے ہیں کہ ہمنے پُرانی دنیا کی علمی عمارتوں میں ترقی کی ہے کم از کم اسکے جرائم میں درجہ موازنت حاصل کرلیا ہے - ایک عظیم الشان قوم جب تمام دنیاوی ظلم کے پیروں کے نیچے کچل چکی - تو ایک ایسی جعل سازی کے جرم کی مرتکب ہوئی جس نے شاید ہی کبھی یوروپ کی بدترین قوم کے کسی بدترین بادشاہ کو بدنام اور بے عزت کیا ہو" +

مگر ریاست انیوائس نے گو یہ غریب تھی مگر شریفانہ کام کیا - اس نے مفید خلائق کاروبار کی ترقی کیواسطے فلیڈلفیا کی طرح روپیہ قرض لیا تھا - جس وقت امیر ریاست فلیڈلفیا نے اپنے قرض سے انکار کرکے مفلسی کی مثال پیش کی تو بہت سی غریب ریاستوں نے اسکی تقلید کرنے کی خواہش کی - چونکہ ہر ایک شخص کو ووٹ (پرچہ رائے) کے دینے کا حق حاصل تھا - لہذا اگر یہ بددیانت ہوتے تو اسطرح اپنے قرض سے منکر ہوجاتے سپرنگفیلڈ واقع ریاست میں ایک مجلس جمع ہوئی اور انکار قرض کا مسئلہ پیش ہوا - یہ منظور ہونے ہی لگا تھا کہ ایک متدین شخص نے کھڑے ہوکر اسکی تردید کی **سٹیفن اے ڈوگلس** (خدا کرے اس کا نام صفحہ ہستی پر چمکتا رہے!) ایک ہوٹل میں بستر مرض پر پڑا تھا کہ اس نے مجلس میں پہونچنے کی خواہش ظاہر کی یہ سواری میں مجلس میں پہونچایا گیا - کیونکہ یہ اسقدر نحیف ہو رہا تھا اور بیمار تھا کہ اپنے پیروں چل بھی نہ سکتا تھا - اپنی سواری پر پڑے لیٹے اُس نے ذیل کی تجویز لکھکر پیش کی جو قرض سے منکر ہونیکا نعم البدل تھی:-

"یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ الینائس متدین رہیگی خواہ ایک کوڑی بھی ادا نکرے" +

اس دیانت بھری تجویز نے حاضرین میں سے ہر ایک کے خیال دیانت داری کو جنبش دی اور نہایت سرگرمی اور جوش دل سے یہ منظور ہوگئی - نہر کا محصول فی الفور بڑھا دیا گیا - لوگ چاروں طرف سے آکر آباد ہوئے اور روپیہ برسنے لگا - اور انجام یہ ہوا کہ الینائس فی زماننا امریکہ کی نہایت باقبال اور خوشحال ریاست ہے - اسمیں ریل کی سڑک تمام ریاستوں سے بڑھکر ہے - اسکے بڑے بڑے وسیع جنگل سبز لہراتے ہوئے غلے کے کھیت ہیں - اور اردگرد ان کے ہزاروں اور لاکھوں لوگ آرام سے خوشی اور مسرت میں زندگی بسر کررہے ہیں - اور یہ کام ہے جو دیانت داری سے سرانجام ہوتا ہے +

اصل اور سچ یہ ہے کہ ہم خود غرض پرلے درجہ کے ہوگئے ہیں - ہم دوسروں سے بڑھکر بہت کچھ اپنا خیال کرتے ہیں جس قدر زیادہ ہم عیش و عشرت کے بندے بنتے ہیں اسیقدر ہم اپنے ہمجنس بنی آدم بھائیوں سے غافل ہوجاتے ہیں - خود غرض اشخاص دوسروں کی ضروریات کی طرف سے بالکل بیخبر اور لاپرواہ ہیں -

چال چلن کے ایک اعلےٰ درجہ کی خوبی سے جسکی جھونپڑی اور کھیت اُس راستہ میں آنے کو تھے جسپر فوج دھاوا کیئے جا رہی تھی +

فوج کے ایک دستے کے کپتان کو حکم ملا کر گھوڑوں کیواسطے جا کر چارے کا بندوبست کرے۔ یہ اپنا دستہ لیکر ایک بیچارے غریب کی جھونپڑی پر پہونچا اور دروازے پر دستک دی۔ ایک ضعیف شخص سفید ریش باہر نکلکر آیا۔ کپتان نے اس سے کہا: "مجھکو کسی کھیت پہ لیچلو جہاں فوج کے گھوڑوں کیواسطے چارہ مل سکے" ضعیف شخص نے جواب دیا: "ابھی لیچلتا ہوں" یہ اُن کے آگے ہولیا اور گھاٹی کے نیچے اُترا۔ کوئی آدھ گھنٹہ چلکر یہ ایک نہایت سرسبز اور شاداب کھیت پر پہنچے۔ اسکو دیکھکر کپتان نے کہا: "یہ خوب کام دیگا" اسپر اس ضعیف سفید ریش نے کہا: "تو یس جناب۔ آپ ایک لحظہ تامل کیجئے اور آپکے حکم کی تعمیل ہوجائیگی" اسپر یہ آگے بڑھے اور ایک اَور کھیت پر پہونچے۔ یہاں اس ضعیف کے کہنے پر تمام سپاہی اپنے اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے اور گھوڑوں کے چارے کیواسطے کھیت کاٹ کر گٹھے باندھ لیئے اور گھوڑوں پر رکھ لیئے۔ جب یہ چلنے لگے تو اس کپتان نے پوچھا "مشفق من۔ آپ ہمکو اسقدر دُور کیوں لائے ہ پہلا کھیت جو ہم نے دیکھا وہ بھی ایسا ہی عمدہ تھا" اسپر دہقان نے کہا: "مہربان من۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ مگر وہ کھیت میرا نہ تھا!" +

باب چہارم

راشی

اوّل تو دنیا میں راشی ہیں۔ یہاں بکثرت بدمعاش ہیں جو اپنے بدن اور روح کو زر یا نے کے واسطے بیچنے کو تیار ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کا انتخاب رشوت ستانی اور نذروں کے ذریعہ سے ہوتا تو اظہر من الشمس ہے۔ مگر یہ طریقہ نہیں ہے کہم اس سے آزادی حاصل کریں یا اسے برقرار رکھیں۔ جو شخص رشوت لیتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں خود کو فروخت کردیتے ہیں غلام ہیں۔ اور جوان کے خریدار ہیں وہ بددیانت اور بے اصول ہیں۔ آزادی کبھی مکر اور دھوکے ہیں۔ ایک مقرر نے ایک مجلس میں کہا: "میں آزادی کی سرزمین پر کھڑا ہوں" اسپر سامعین میں سے ایک حضرت بُوٹ ساز فرماتے ہیں: "نہیں حضرت۔ آپ ایک جوڑہ بوٹ میں کھڑے ہیں جسکی قیمت ابتک۔ آپ نے مجھ کو

سہیں ہی"۔

عام میلان طبائع کثرت رائے اور زبان خلق پر ہے کہ ع زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو! مگر شسلر کا
مقولہ ہے "کثرت - اسکے کیا معنی؟ فہم بہت تھوڑے ہی اشخاص میں اکثر جمع ہو سکتا ہے۔ رائے
کی قدر کرنی چاہیئے نہ کہ اُسے شمار کرنا چاہیئے۔ اسطور کی حالت وہاں کبھی نہ کبھی تباہی پھیلا دیگی جہاں
کثرت تعداد کی حکومت ہے اور نادانی کا فیصلہ ہے"۔

جب چرچ آف سکاٹ لنڈ میں نااتفاقی اور انحراف کا مرض پھیلا تو بقول نارمن مکلیوڈ کے
یہ لوگ ان کے بدن کیواسطے ایک عظیم آزمائش تھی کہ اسے ناراض پہلو سے بچایا جائے۔ اور جو فرض کے
رہ پر ضمیر میزہ حکم دے اسکی تعمیل کیجائے۔ مکلیوڈ کا یہ حال تھا کہ قدم بقدم اسپر طعنہ تشنیع اور تمسخر او
حقارت کی بوچھار تھی۔ یہ اپنے ایک خط میں لکھتا ہے "میں نے آج ایک قبر دیکھی جسپر ذیل کی عبارت
کندہ تھی: "یہاں ایک متدین شخص مدفون ہے" میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسطور پر زندگی بسر کروں
کہ یہی کتبہ میری قبر کی ملکیت ٹھہرے"۔

نادان اور لاپرواہ بیچارے بے اصول شخصوں کے رحم پر منحصر ہیں۔ اور نادانوں ہی کی کثرت ہے۔
جس وقت ایک فرانسیسی نیم حکیم پیرس کی عدالت میں ایک جج کے سامنے پونٹ نیوف کے مسدود کرنے پر
لایا گیا تو جج نے اس سے پوچھا "کیوں صاحب من! کس طرح آپ اسقدر بزدل اور لاچار شخص اپنی طرف
مائل کر لیتے ہیں اور اپنی نکمی ادویات فروخت کرکے ان کے جیب سے روپیہ جھاڑ لیتے ہیں؟"۔
نیم حکیم نے کہا "مائی لارڈ - آپکے خیال میں پونٹ نیوف سے کسقدر آدمی ایک گھنٹے میں گذرتے ہیں؟"
جج نے کہا "مجھکو نہیں معلوم" "میں آپکو بتلاتا ہوں کہ کوئی دس ہزار - اور ان میں سے کسقدر آپکے
خیال میں دانا ہوتے ہیں؟" جج "کوئی ایک سو"۔ نیم حکیم "یہ تو تعداد بہت ہے۔ مگر خیر سو شخص جو دانا
ہیں حذف کیجئے - اور باقی ۹ ہزار ۹ سو میرے خریدار ہیں!" - لوگوں کو ہر طرف سے رشوت دی جاتی ہے -
ان میں کچھ خود اعتمادی کا مادہ ہے نہ پاس عزت ہے - اور نہ جوانمردی ہے - کاش اگر ان میں یہ چیزیں
ہوں تو یہ رشوت کو خواہ کیسی صورت میں ہو لات ماردیں - سرکاری ملازموں کو رشوت دیجاتی ہے کہ یہ
اس اسباب کو پروانہ راہداری دیدیں جو خواہ قابل استعمال ہو یا نہو - اور اسیوجہ سے فوج کے سپاہیوں کے
بوٹ کوچ کے وقت پھٹ جاتے ہیں - ان کے نکمے کوٹ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں - اور ان کی خوراک
دنوں میں سڑ گل جاتی ہے - کپتان ناریس ایک نہایت غمناک ماجرا اپنے جہازرانوں کی خوراک کا بیان کیا
ہے جب یہ بحر منجمد کے پار سفر پر گئے تھے - مگر یہ سب اسی رشوت ستانی کا نتیجہ ہے جو کہ رسی طرز میں

وبائے عالمگیر کی طرح پھیلی ہوئی ہے ۔

بہت کچھ رشوت دستوری کے بہانہ سے لی جاتی ہے۔ کسی دفتر میں ایک چک جاتا ہے اور پھر وہ مجاً
تک پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے اشخاص قلیل تنخواہ سے بھی امیر بن جاتے ہیں۔ ایک کمپنی
کے ملازموں نے جب بہت رشوتیں لیں تو لاچار دفتر کے دروازے پر ایک نوٹس اس مضمون کا لکھکر
لگا دیا: "کمپنی کے ملازموں کو رشوت لینے کی ممانعت ہے" نوکر تاجر سے دستوری لیتا ہے۔ اور خانساماں
کا دوکاندار سے الگ سے حق سمجھتا ہے ۔

اخبار ٹائمس لکھتا ہے: "اس دستوری سے تعلقات کاروبار میں بہت کچھ زہریلا اثر پیدا ہو جاتا ہے
لیکن اگر یہ برائی نوکروں کے طبقے یا بازار سے اٹھے اور کسی عام دفتر پر حملہ آور ہو تو پھر اس روز عوام الناس کے
اعتماد کو اختتام کا درجہ مل جائیگا۔ یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ سرکاری خدمت عامہ میں صفائی اور
نیک نیتی کا خیال رکھا جائے۔ اور کسی شخص پر بھی جو کسی معتمد عہدے پر ممتاز ہو کسی قسم کا شک عاید ہو سکے
وہ دن نہایت ہی بدنصیب ہوگا جس روز عام لوگوں پر جو سرکاری ملازم ہوں بخشیش یا نذرانہ کا
شبہ پیدا ہوگا" ۔

ایک جج نے ایک بار یہ رائے پیش کی کہ جس قدر لوگ ایک گاڑی یا کسی کام پر معین ہوں ان کی تعداد
درجہ بدرجہ کم کر لیجائے اور پھر اس طرح کسی تدبیر سے رشوت ستانی کا انسداد ہو سکتا ہے۔ مگر سکرٹری
اس کام کے ناقابل تھا۔ اس نے کہا: "ہمارے واسطے یہ لاحاصل ہے۔ جس کل کی ہمکو ضرورت ہے وہ
یہ ہے کہ ہمارے آدمی اس سے متدین بنیں۔ اور مجھکو خوف ہے کہ یہ تمنا پوری ہوگی" ہمکو متدین
آدمی چاہئیے! بس یہی صدا ہر طرف سے آرہی ہے۔ پولس کی عدالتیں بارہا ان لوگوں کی دغابازی اور
رذالت کی قلعی کھولتی ہیں جن پر انتہا درجہ کا اعتماد تھا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اعتبار اور اعتماد سے
کھینچکر تباہی کے غار میں سرنگوں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ معتمد چلن آدمی ہیں جن کی از حد ضرورت
ہے۔ چال چلن ہی ایک ایسی چیز ہے جو اعتماد کے قابل ہے۔ اور اسی سے ہم دوسروں کو متیقن کر سکتے
ہیں کہ ان پر اعتبار ہو سکتا ہے ۔

اور انگلستان کے علاوہ دوسرے ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ اور روس مصر اور اسپین میں تو
یہ حال ہے کہ خدا کی پناہ۔ روس میں عام ملازموں اور نیز بڑے بڑے معزز عہدے داروں کی رشوت
ستانی علانیہ طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس ملک میں تم جو چیز چاہو زر سے خرید سکتے ہو۔ بس ع
زر بر سر فولاد نہی موم شود ! اور اسکا عذر یہ ہے کہ عام سرکاری ملازموں کو تنخواہ بڑی خرابی سے

دیجاتی ہے۔ ماسکو اور پیٹرسبرگ کی ریل پر بہت روپیہ خرچ ہوا۔ بڑی بڑی رقمیں انجینئروں (امیرعمارت) اور کارکنندوں کو دی گئیں۔ اور ڈائرکٹروں اور اوورسیئروں (منتظم و مہتمم) نے خوب ان پر ہاتھ صاف کیئے۔ دارالسلطنت میں ایرانی سفیر کو ایک بار سیر کراتے وقت پرنس منشیکاف بھی شاہنشاہ روس کے ہمراہ گئے۔ ایرانی نے سنہری گنبد۔ سنگ مرمر کے مینار اور جگمگاتی ہوئی دکانیں اپنی حسب عادت جیسا کہ مشرقی لوگوں کا نہایت عمدہ دستور ہے معمولی نگاہ سے دیکھیں۔ آخرکار شاہنشاہ آگے جھکے اور کسیقدر آزردہ ہوکر اپنے مصاحب کے کان میں چپکے سے کہا " کیا کوئی چیز بھی ہمکو ایسی نہیں مل سکتی جو اس شخص کو حیرت میں ڈالدے ؟" پرنس نے جواب دیا " جہاں پناہ کیوں نہیں۔ اسکو ماسکو اور پیٹرسبرگ کی ریل کے اخراجات کا حساب دکھلائیے !" مصر کے شہر بخندیہ میں نقصان ایک عام بات ہے جب تک زرلی بھینٹ چڑھا کر اُس سے نہ بچا جائے۔ اسپین میں چال ہے کہ ہر ایک جہاز محکمہ چونگی کے افسروں کو رشوت دیکر لنگر اٹھانے پاتا ہے۔ اور یہاں بھی وہی عذر ہے جو روس میں یعنی سرکاری ملازم بغیر رشوت ستانی کے گذارہ نہیں کرسکتے +

اور طرفہ تو یہ ہے کہ جمہوری سلطنتوں میں بھی لوگ رشوت ستانی کیواسطے تیار اور رضامند ہیں۔ زر سے ہزاروں مشکلوں کے مرحلے طے ہوتے ہیں۔ اس سے ہزاروں عقدے حل ہوتے ہیں۔ امریکہ میں جو جمہوری سلطنت کا جوہر ہے۔ رشوت ستانی عام طور پر حکمران ہے کسی افسر کی سرکاری تنخواہ کافی نہیں۔ بڑے سے بڑے عہدے داروں کو بھی گھوڑے گاڑیاں بطور نذر کے دیجاتی ہیں اور یہاں تک کہ نقدی بھی۔ امریکہ کے نہایت دور اندیش اور متدین مدبران سلطنت اس عیب و بدی کو دیکھتے ہیں کہ یہ نہایت سرعت سے حکومت کی نیک نیتی کی بیخ کنی کر رہی ہے۔ اور عوام الناس کی نیکی کو متنزل کرتی جاتی ہے +

اور تمام دنیا میں یہی حال ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ سلطنت کسی قسم کی ہو۔ خواہ شخصی ہو۔ محدود شخصی ہو یا جمہوری۔ یہ طریق سلطنت نہیں ہے جسکی بدولت یہ مرض پھیلا ہوا ہے بلکہ یہ لوگ ہیں۔ اگر ملکی طاقت کو خود غرضی سے مستعمل کیا جائے تو یہ ایک لعنت ہے۔ اور اگر بے لاگی اور عقلمندی سے یہ کام میں لائی جائے تو یہ لوگوں کیواسطے ایک برکت عظمیٰ ہے۔ اگر حکمران طبقہ میں خود غرضی کا مرض پھیلا ہوا ہے تو وہ ملک جو اسکے زیر حکم ہے نہایت قابل رحم اور تاسف ہے۔ کیونکہ یہ بدی اوپر سے نیچے کو عود کرتی ہے اور یہاں تک کہ غریب طبقہ پر بھی اسکا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور زندگی کا دور نری خودی اور نفسانیت بن جاتا ہے۔ اصول بالائے طاق رکھدیا جاتا ہے۔ دیانت داری فراموش ہوجاتی ہے۔ ایمان مردہ ہوجاتا ہے

ہارپالس نے جواب دیا: "بیس ٹیلنٹس (ایک سکہ)" اسی شب کو یہ جام مع اسکی قیمت کے فوسیاں کے پاس بھیجدیا گیا۔ اور فصیح نے یہ تحفہ بسروچشم قبول کرلیا۔ اس امر سے شہر کی بڑی سخت بے عزتی ہوئی۔ اور بہت جلد اس نے زہر کھا کر اپنا کام تمام کرلیا۔

سائرو نے اسکے برعکس اپنے ملک کے تمام بہی خواہوں اور نیز دشمنوں کے تحفے تحائف سے انکار کیا۔ اسکے قتل کے کچھ عرصہ بعد قیصر آگسٹس نے اسکے نواسہ کو سائرو کے ایک کتاب ہاتھ میں لیئے ہوئے دیکھا۔ اس لڑکے نے اس کتاب کے چھپانے کی کوشش کی۔ مگر قیصر نے اسے لے لیا۔ اور جب بہ اُسے پڑھ چکا اس نے کتاب لڑکے کو دیکر کہا: "برخوردار یہ شخص نہایت فصیح تھا اور اپنے ملک کا عاشق تھا۔"

بیاس سے جب پوچھا گیا کہ کیوں نہیں اپنے اور اہل ملک کی طرح اپنا مال اسباب لیکر بھاگ گیا۔ تو اس نے جواب دیا: "تمہارا تعجب بیجا ہے۔ میرے تمام خزانے میرے ساتھ ہیں۔"

جب ڈائوکلیشن نے کچھ عرصے کے لیئے شاہی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کی تو مکسیمین نے اُسے دوبارہ اپنے عہدے پر آنے کو کہا۔ اسپر ڈائوکلیشن نے جواب دیا: "اگر میں آپکو وہ پودے دکھلا سکوں جو میں نے اپنے ہاتھوں سے سلونا میں لگائے ہیں۔ وہ عمدہ لیموں جن پر میں نے اپنی محنت صرف کی ہے۔ اور وہ باغیچہ جو میں نے تیار کیا ہے۔ تو پھر مجھکو کبھی نہ تحریک کیجائے کہ شادمانی کے عوض میں طاقت حکومت حاصل کروں۔" جو اس نے کام کیا تھا وہ اسکی اپنی سرسبزی اور عزیزی کا ثمر تھا۔ اس نے اپنے میں محنت کا مادہ جذب کر لیا تھا جو جفاکش کو استقلال جنگجو کو معرکہ آرائی کی ہمت اور صبر کو ثابت قدمی دیتا ہے۔ محنت بددیانتی کا پہلا دروازہ بند کردیتی ہے۔ اور یہ ہر ایک ہنر کی نمائش اور اظہار کیواسطے ایک وسیع میدان کھول دیتی ہے۔ اور دلوں میں ہر ایک سوشل اور مذہبی فرض کی بجا آوری کی قدرت پھونک دیتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل روما نے ڈائوکلیشن کو دوبارہ اسکی ملکی خدمات پر مقرر کیا چاہا۔

قناعت عیش و عشرت یا طاقت سے بھی بڑھکر عمدہ ہے۔ اور فی الحقیقت یہ ایک قدرتی دولت ہے۔ الزبتھ کی ہمشیرہ مریم کی اکثر یہ خواہش تھی کہ یہ بجائے ملکہ کے ایک دودھ بیچنے والی پیدا ہوتی۔ اور اسطرح پر یہ الفت کی تکلیف اور اپنے وزراء کے ہاتھوں طاقت کے تنزل سے بچ جاتی۔ اور ہزاروں شہید اُس کا شکار بننے سے بچ جاتے۔

بہادر اور متدین شخص زندگی خاطر کام نہیں کرتے یہ کام کرتے ہیں الفت کیواسطے۔ عزت کیواسطے۔

مجھکو اسکی ضرورت نہیں۔ جو آپ مجھ پر عنایت مبذول فرمانے لگے تھے مجھکو معلوم ہے۔ یقیناً یہاں اپنے اہل ملک کی خدمت کرنیکو ہوں۔ دربار اپنے منفعت طلب آور شخص تلاش کر سکتا ہے۔ میں ان میں سے نہیں ہوں" ٭

مارول نے انجام تک شرافت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اسکا چال چلن بے داغ رہا۔ گو یہ غریب نہ تھا۔ مگر اسکی طرز زندگی سے سادگی اور کفایت شعاری برستی تھی۔ جولائی ۱۶۷۸ء میں یہ اپنے شہر کو گیا اور جب لنڈن واپس آیا تو بلا کسی ظاہری مرض یا صدمے کے فوت ہو گیا۔ بعض کا خیال ہے کہ اُسے زہر دیا گیا۔ ممکن ہے کہ یہ سچ نہو۔ مگر اسمیں مطلق شک نہیں کہ یہ مرتے دم تک شریف اور متدین رہا۔ اور ہمیشہ اُس نے اپنی نیکبختی برقرار رکھی۔ اور ہمیشہ حق کی حمایت کی "نیکوکار اسکے شیدا تھے۔ بدکار اس سے ڈرتے تھے۔ معدودے چند نے شاذونادر اسکی تقلید کی۔ اور شاید ہی کوئی اُس کا ثانی اسکے وقت میں ہو" یہ الفاظ ہیں جو ہل میں اسکی قبر پر کندہ ہیں ٭

بن جانسن بھی مارول کی طرح راست باز اور صاف گو آدمی تھا۔ اسکے مفلسی اور بیماری کے ایام میں جب **چارلس اوّل** نے اس بہادر شاعر کو کچھ روپیہ بھیجا تو بن نے فی الفور اُسے واپس کر دیا۔ اور کہلا بھیجا "میرے خیال میں مجھ کو بادشاہ نے اسواسطے روپیہ بھیجا ہے کہ میں تنگ گلی میں رہتا ہوں۔ تو بادشاہ کو واضح رہے کہ اسکی روح ایک تنگ گلی میں رہتی ہے" ٭

گولڈسمتھ بھی ایسا شخص تھا جسپر قابو پانا محال تھا۔ اس بیچارے نے اچھی طرح مفلسی کی چاشنی چکھی۔ اس نے اپنی بانسری بجا کر اپنا گذارا کیا اور تمام یوروپ میں دَورہ کیا۔ اور کھیتوں اور کھلے آسمانوں کے نیچے سونا نصیب ہوا۔ اس نے تماشہ گاہ میں ملازمت کی۔ ڈاکٹری کا پیشہ کیا اور عام نوکری بھی کی مگر سب میں فاقہ کشی نے اسکا ساتھ دیا۔ لاچار اس نے کتابوں کی تصنیف اختیار کی۔ اور اس سے یہ آپ جنٹلمین بن گیا۔ مگر مفلسی نے اچھی طرح کبھی اسکا ساتھ نہ چھوڑا۔ یہ اپنا حال لکھتا ہے کہ "میں روٹی کی خاطر کتاب لکھ رہا ہوں۔ اور دودھ والے کے تقاضے کا خوف ہے"۔ ایک روز **جانسن** کو **گولڈسمتھ** کا ایک رقعہ پہونچا جس میں اُس نے لکھا تھا کہ میں بہت سخت مصیبت میں پھنسا ہوں۔ جانسن اُسکے پاس پہونچا اور دیکھا کہ مکان کی مالک اُسکو کرایہ کیواسطے پکڑے بیٹھی اور گولڈسمتھ کے پاس جو کچھ مال و متاع قابل فروخت تھا وہ ایک قلمی کتاب اسکی تصنیف تھی۔ جانسن نے اُسے اُٹھا کر دیکھا تو یہ "**وکار آف ویکفیلڈ**" تھی۔ اسکی خوبی کو جانچکر جانسن اُسے ایک کتب فروش کے پاس لیگیا اور ساٹھ پونڈ کو فروخت کر دیا ٭

تو یہ تب تک غریب رہا کیونکہ یہ قرضدار رہا۔ مگر کبھی کسی نے اسپر قابو نہ پایا۔ اس نے غلیظ پولٹیکل
کام کرنے سے انکار کیا۔ اسوقت کوئی ۵۰۰۰۰ پونڈ کے قریب خفیہ طور پر مسٹر رابرٹ والپول
خرچ کیا کرتے تھے۔ روزمرہ لوگ اجرت پر رکھے جاتے تھے کہ اُن کے مخالفوں کو دندان شکن جواب
تحریری لکھیں۔ اور ملکی حکومت کی کارگزاریوں پر قلعی چڑھا کر اور رنگ آمیزیاں کر کے عوام الناس میں
شائع کریں۔ اور ارادہ ہوا کہ گولڈسمتھ بھی اس نالائق کام میں شریک کیا جائے۔ ڈاکٹر سکاٹ لارڈ
سنڈوچ کا پادری گولڈسمتھ سے اس بارے میں بات چیت کرنے کو بھیجا گیا۔ چنانچہ یہ ڈاکٹر کہتا
ہے۔ میں نے گولڈسمتھ کو نہایت ہی شکستہ اور خراب کمرے میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے پہلے
اپنا عہدہ اُسکو بتلایا پھر اس سے حال بیان کیا کس طرح میں اُسے اسکی مصیبت اور مفلسی سے رہائی
دینے آیا تھا۔ مگر آپ یقین کرینگے ؟ اس نے ایسی گستاخی کی کر کہا۔ میں بغیر کسی شخص کی چاپلوسی
یا کسی فریق کی طرفداری کے بارے میں کچھ لکھنے کے اسقدر کما سکتا ہوں جس سے بخوبی میرا گذارہ
ہو سکے۔ لہٰذا جو مدد آپ مجھکو دینا چاہتے ہیں اسکی کچھ ضرورت نہیں۔ لہٰذا میں نے اُسے اسی خراب
اور شکستہ مکان میں چھوڑ کر چلا آیا !

غرض اس طرح اس مفلس اور شریف گولڈسمتھ نے بددیانتی اور نالائقی کو لات ماری ! اس نے
بچوں کے دل بہلانے کی خاطر "گوڈی ٹو شوز" کی کہانی لکھنے کو اپنا قلم اُٹھایا مگر کسی پولٹیکل
فرقہ کی طرفداری کا ارادہ نہ کیا۔

پلٹینی نے جو ملکی معاملات میں ہاؤس آف کامنس (مجلس وکلائے رعایا) میں والپول کے فریق
کے مخالفوں میں سے تھا۔ ایک بار ایک تقریر کی جس کے دوران میں اُس نے لاطینی کا ایک فقرہ بولا۔
والپول نے اسکی غلطی نکالی اور اسکی صحت پر ایک گنی کی شرط لگائی۔ شرط منظور ہو گئی۔ اور تصدیق
پر پلٹینی جیت گیا۔ والپول نے گنی نکال کر میز پر پھینک دی۔ اور پلٹینی نے اُسے اُٹھا کر ہاؤس آف کامنس
کو دکھلا دیا کہ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ بلاواسطہ کسی شخص کی ایک گنی اسکی جیب میں پڑی تھی ! یہی گنی جو ایک
نے ہاری اور ایک نے جیتی۔ ابتک برٹش عجائب گھر میں رکھی ہوئی ہے۔ اور "پلٹینی گنی" کہلاتی ہے !

جب پٹ ارل آف چیتھم فوج کا پے ماسٹر مقرر ہوا تو اس نے اپنی تنخواہ کے علاوہ ایک
پیسہ تک لینے سے انکار کیا۔ امن کے زمانے میں پے ماسٹر کے پاس ایک رقم کثیر جمع رہتی تھی اور
یہ رقم قریباً کروڑ دو کروڑ کے برابر ہوتی تھی۔ اور یہ اسکے سود سے ذاتی طور پر فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ مگر ارل
آف چیتھم نے اس سے صاف انکار کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ ممالک غیر کے شاہزادوں نے جو اُسے

رشوت بطور نذر کے دینا چاہی اسکو بھی اس نے قبول نہ کیا حالانکہ یہ رقم بھی سالانہ ایک مستقل آمدنی
تھی۔ غرض جس طرح اس کے کاروبار اسیطرح اسکا چال چلن شریفانہ اور بے لاگ تھا ٭

اور یہی حال ولیم پٹ کا تھا۔ اس نے روپیہ کو پیر کا میل سمجھا۔ اسکے ہاتھ صاف تھے جس
زمانہ میں اسکے اور اسکے مخالفوں میں مباحثہ ہو رہا تھا۔ تو کلرک شپ آف رول کی جگہ خالی تھی لوگونکا
خیال تھا کہ ولیم اس آسامی کی درخواست کریگا۔ اور یہ اسپر موزوں بھی ہو جاتا۔ مگر اس نے آپ پر کرنل بار
کو ترجیح دی جو اسکا نابینا دوست تھا۔ اور اسطرح اپنے فائدے پر خاک ڈال کر دوسرے کا بھلا کیا ٭

ہر ایک فروبشر کو پٹ کی بے لاگی معلوم تھی۔ اسکی تضحیک کی گئی۔ اسپر آوازے کسے گئے اور
گالیاں دی گئیں گو ہزاروں اور لاکھوں کی رقمیں اسکے ہاتھ سے نکلتی تھیں۔ مگر اسکا سخت سے سخت
خون کا پیاسا بھی اتنی جرأت نہ کرسکا کہ اسپر ایک کوڑی کے غبن کا بھی الزام لگا سکتا۔ جس وقت بڑے
بڑے امیر کبیر اسکو معزز خطابوں کی تحریک کر رہے تھے اس نے مطلق ان پر خیال نہ کیا۔ اسمیں کچھ
عجیب طور کی زندگی طرف سے حقارت بھری ہوئی تھی۔ پٹ ایک نہایت کشادہ دل اور عالی حوصلہ
شخص تھا۔ اور کوئی چیز بجز اسکی شریفانہ مفلسی کے اسکے چال چلن کو اعلے نہ بنا سکی ٭

شمیلڈ ایک بڑے فرانسیسی وکیل کا ذکر ہے کہ اس نے ایک مقدمہ کی پیروی کی جسمیں وہ ناکام رہا
اور ناکامی صرف اسوجہ سے ہوئی کہ یہ اپنے مؤکل کے عذر میں ایک کاغذ جو نہایت ضروری تھا پیش
نہ کرسکا۔ جج کا فیصلہ پارلیمنٹ میں بھیجا گیا۔ اور چونکہ منظور ہو گیا لہذا اب اپیل نہ ہوسکتی تھی۔ اسکا
مؤکل اسکے پاس آیا اور اس نے شمیلڈ کو کاغذ پیش کرنے کا خطاوار بتلایا کیونکہ مؤکل نے وہ کاغذ
اسکو اور کاغذوں میں دیدیا تھا مگر شمیلڈ نے انکار کیا کہ اسنے کاغذ آنکھ سے بھی نہ دیکھا تھا۔ لیکن
بہت کچھ رد و کد کے بعد جب شمیلڈ نے تلاش کی تو وہ کاغذ اسکے اور کاغذوں میں نکل آیا۔ اور اسکو
معلوم ہوا کہ اگر یہ کاغذ پیش کیا جاتا تو مقدمہ اسکا مؤکل جیت جاتا۔ مگر اب اپیل نہ ہوسکتی تھی۔ وکیل نے اپنے
مؤکل کو صبح کو مکان پر آنے کو کہا۔ رات کو اسنے اپنا تمام روپیہ پیسہ حتی کہ ایک ایک کوڑی تک جمع کی
اور صبح کو اپنے مؤکل کے حوالے کی۔ اور گو اس سے اسکا نقصان بیحد ہوا۔ مگر اس نے اپنی عزت اور
حرمت پر داغ نہ آنے دیا اور اپنا فرض بجالایا ٭

سر آرتھر ولزلی جو بعد میں **ڈیوک آف ولنگٹن** کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ وزیر اعظم
حیدرآباد نے ایک رقم کثیر اسواسطے دینا چاہی کہ یہ اسکو بتلا دے کہ معرکہ آسی کی فتح سے نواب حیدرآباد کو
کیا ملیگا۔ سر آرتھر نے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اگر کچھ بتلایا جائے تو آپ

کسی سے بیان کرینگے" - "بیشک" اس پر انگریزی جنرل نے جواب دیا "تو بس یہی حال میرا ہے" راجہ چیتور نے اسکے بعد اپنے وزیر کی معرفت اُسے ۱۰۰۰۰ روپیہ کی رشوت کسی وجہ سے دینی چاہی - جنرل نے نہایت ناراضگی سے اُسکے لینے سے انکار کیا اور کہا "راجہ سے کہدو کہ تمام انگریزی افسر اس قسم کی نذروں کو خواہ وہ کوئی دے گستاخی اور بے ادبی سمجھتے ہیں"

اسکے ایک عزیز **مارکوئس آف ولزل** نے بھی اسی طرح ۱۰۰۰۰ پونڈ کی رقم لینے سے انکار کیا جو تھمان ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُسے دینا چاہی - کوئی چیز بھی ایسی ثابت ہوئی جس سے یہ رقم قبول کرلیتا - اس نے کہا "یہ ضروری نہیں کہ میں اپنے چال چلن کی آزادی اور اپنے عہدے کے اعتماد کی گردن پر چھری پھیر دوں - مجھکو بجز اپنی فوج کے کسی چیز کا خیال نہیں - مجھکو بہت رنج ہوگا اگر میں بیچارے سپاہیوں کی حق تلفی کروں" **سر چارلس نپیر** نے بھی اسی طرح کی خود انکاری کا اظہار کیا - جسوقت یہ ہندوستان میں تھا یہ کہتا ہے "فی الحقیقت میں جب سے سندھ میں آیا ہوں میں ۳۰۰۰۰ پونڈ جمع کرلیتا - مگر میرے ہاتھ اسکو چھونا نہیں چاہتے - ہمارے باپ دادا کی تلوار بے داغ ہے" ●

سر چارلس اوٹرم بھی ایک حد تک فیاض اور بے غرض تھا - جسوقت یہ ہندوستان میں آیا تو اُسکے درجہ کا کپتان تھا اسکو ماہی کانٹا کے معرکہ میں فوج کی کمان دی گئی - مگر اس نے یہ عہدہ خود نہ قبول کیا بلکہ ایک دوست کو جو اس سے اعلے عہدہ پر تھا دیدیا - اسنے کہا "اُس افسر کی صفات مجھ سے بہت کچھ بڑھکر ہیں - میں اسکے چال چلن پر اپنی عزت و حرمت ہارتا ہوں - جسقدر مجھکو اس سے ربط ضبط ہے میں اس سے سمجھتا ہوں کہ وہ کامیاب ہوگا حالانکہ اس کام میں مجھکو ناکامی کا خیال ہے" لیکن لاڈ ڈر اپنیف نے یہ نہ منظور کیا - اور آخر کار اُسکو یہ عہدہ قبول کرنا پڑا ●

جب سندھ کے انعام کا روپیہ سپاہیوں اور افسروں میں تقسیم ہوا - اوٹرم کو بھی چونکہ یہ میجر تھا ۳۰۰۰ پونڈ دیئے گئے - مگر اس نے ان کے لینے سے انکار کیا - بقول اسکے اس نے اس پالسی کے نفع میں سے ایک کوڑی بھی نہ لینی چاہی جس کا یہ مخالف تھا - اس نے تمام رقم خیراتی کاموں میں صرف کردی چنانچہ اس نے **ڈاکٹر ڈوف مشنری** کو بھی کچھ دیا اور ۰۰۰ پونڈ **ہل سکول اسائلم کسولی** کو دیئے ●

یہ ذاتی نفع تھا جس کا سر جیمس اوٹرم نے کبھی خیال نہ کیا - اور روپیہ اسکے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا اگر یہ دوسروں کی مدد دینے میں صرف نہ ہو - کوئی شخص بھی ایسا سادہ اور خود غرضی سے مبرا نہ تھا - جسقدر زیادہ تفصیل سے اسکی سوانح عمری پڑھی جائے اُسیقدر زیادہ یہ ذہن نشین ہوتا ہے کہ اسنے دوسروں کی اپنے سے

بڑھکر پرواہ کی۔ اپنی چیز کا کم خیال کیا مگر دوسروں کی چیز کا زیادہ۔ اور درحقیقت اسکے رحم کی بھی کچھ انتہا نہ تھی
اسمیں بے رحم تھا۔ یہ دوسروں کا خیال تھا۔ دوسروں کی خاطر تھی۔ اور یہ ہمدردی تھی جس نے اوس قوم
کو ہر قسم کی ناانصافی کا پکا دشمن بنا دیا تھا۔

لارڈ لارنس کا ذکر ہے کہ ایک بار کسی جوان ہندوستانی راجہ نے اپنے مقدمے کے واسطے اسکی
میز کے نیچے روپیوں کی ایک تھیلی رکھدی۔ لارنس نے کہا "سنو۔ یہ ایک انگریز کی نظر میں نہایت
سخت گستاخی ہے۔ اس دفعہ میں تمہاری نادانی کے باعث درگذر کرتا ہوں مگر خیال رکھنا کہ آئندہ
پھر کبھی کسی انگریز بھلے مانس سے ایسی بے ایمانی نہ کرنا"۔

یہ اس قسم کے آدمیوں کی دیانت داری اور شرافت ہے کہ ہندوستان میں ہماری سلطنت برقرار
ہے۔ انہوں نے اپنی جان کا بھی خیال نہ کیا مگر فرض کی بجا آوری میں قاصر نہ رہے۔ غدر میں بہت آدمیوں
کی شرافت اور دیانت کا اظہار رہا۔ لارنس دونوں بھائی فرض کے حد درجے کے پابند تھے۔ پہلا شخص
جان جسکو فولادی جان کہتے تھے۔ اور دوسرا ہنری دونوں میں شرافت کا اسقدر مادہ تھا کہ جو لوگ
اردگرد تھے وہ بھی ایک حد تک متدین بن گئے۔ اول الذکر کے بارے میں کہتے ہیں کہ صرف اسی شخص کا
چال چلن ایسا تھا کہ تمام فوج کی اس سے عزت تھی۔

کرنل ایڈورڈز ان دونوں بھائیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے کہ "انہوں نے ایک ڈھب رائج
کیا اور ایک مدرسہ قائم کیا۔ جو اس وقت تک موجود ہیں" جس زمانے میں ہندوستان میں غدر پھیلا جان
پنجاب کا چیف کمشنر تھا۔ جس ملک کا یہ حاکم تھا یہ انگریزوں کا تازہ فتح کیا ہوا تھا۔ اس نے اس نئے
صوبے پر نہایت عمدگی اور دانائی سے حکومت کی۔ اس نے جو لوگ اسکے اردگرد تھے ان پر اعتماد کیا
اور ان کو اپنا دوست بنا لیا۔ اور پھر اس نے وہ کام کیا جسکی شاید تمام تواریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اس نے
تمام پنجاب کی فوج دہلی میں کمک پر بھیجدی اور اپنی حفاظت کو ایک سپاہی تک نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
اسکی دانائی اور دوراندیشی ثابت ہوگئی سکھ اور پنجابی وفادار ثابت ہوئے۔ دہلی فتح ہوگئی اور ہندوستان
بچ گیا۔ اس تمام کا جان لارنس کے ذاتی چال چلن پر دارومدار تھا۔ جو الفاظ اسکے بھائی سر ہنری نے اپنی
قبر پر کندہ کرانے کیواسطے تجویز کئے ان سے نہایت سادگی اور صفائی سے اسکی تمام عمر کا چال چلن عیاں
ہے اور وہ الفاظ یہ تھے "یہاں ہنری لارنس مدفون ہے جس نے اپنے فرض کی بجا آوری
کی کوشش کی"۔

عالم آدمیوں نے بھی اسی طرح کا اشارہ ظاہر کیا ہے جسوقت سر ہمفری ڈیوی نے اکثر کانوں کی

دلیری ایک ایسی صفت ہے جس سے ممتاز ہونے میں ہر ایک شخص خوش ہوتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو انسان کو زندگی کے تمام مصائب پر حاکم بنا دیتی ہے۔ یہ وہ مکمل ارادہ ہے جسکو کوئی خوف جنبش نہیں دے سکتا۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو اگر ضرورت پڑے تو فرض کے پورا کرنے کی خاطر مرنے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔

وہ کون شخص ہے جو بزدل کی تعریف میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا ہے ؟ کیا تمام دنیا اس کو نظر حقارت سے نہیں دیکھتی ؟ بزدل کمینہ اور نامرد ہے۔ اسمیں دلیری کا نام بھی نہیں۔ یہ غلام تک بننے کو تیار ہے۔ ہومر کا مقولہ ہے "ہماری آدھی نیکی غصب ہو جاتی ہے جب کوئی شخص غلام بن جاتا ہے" اور بقول ڈاکٹر آرنالڈ "اور باقی آدھی اسوقت جاتی رہتی ہے جب غلام بھاگ جاتا ہے"۔
تاہم بزدل سے سابقہ کرنے میں دلیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک احمق نوجوان شخص سر فلپ سڈنی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور اُسکو لڑائی پر برانگیختہ کر رہا تھا۔ اسنے یہاں تک کیا کہ سر فلپ کے منہ پر تھوک دیا۔ اسپر سر فلپ سڈنی نے کہا: "مہربان۔ اگر میں اپنی ضمیر منیرہ سے تمہارے خون کو بھی اسی طرح صاف کر سکوں جیسے میں نے تمہارا تھوک اپنے چہرے سے صاف کیا تو ابھی میں تمہاری جان لے لوں" یہ نہایت شریفانہ دلیری تھی۔ یہ ہر ایک شخص کیواسطے ایک سبق ہے کہ کس طرح تحمل اور برداشت کرنا چاہیئے ۔

دلیر شخص مردانگی کی ایک مثال ہے۔ اسکا اثر مقناطیسی ہوتا ہے۔ یہ شرافت کا مادہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور انسان مرتے دم تک اُسکی پیروی کرتے ہیں۔ وہ شخص جو کبھی کامیاب ہو ہمیشہ قدر افزائی کے لائق نہیں۔ بلکہ وہ شخص جو ایک بار ناکام رہے اور پھر اپنے پر اپنی جانثار کوشش کا اثر ڈالتا رہے۔ مایوسانہ اُمید کا رہبر ممکن ہے کہ خندق میں گر پڑے مگر اس کا بدن پُل کا کام دیتا ہے جسپر سے منصور قلعہ میں داخل ہوتا ہے ۔

شہید گو دنیا سے رخصت ہو جائے مگر جس صداقت کی خاطر یہ جان دیتا ہے وہ اسکی قربانی سے چمک کر ایک نئی روشنی پھیلا دیتی ہے اور جھلک دکھلاتی ہے ممکن ہے کہ محب وطن کا سر جلاد کے خنجر کی بھینٹ چڑھے۔ اور اس سے اس امر میں جلدی کامیابی کی صورت پیدا ہو جسکی خاطر یہ جان عزیز کو خیرباد کہتا ہے۔ ایک اعلےٰ زندگی کی یادگار عمر کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ لوگوں کے صفحۂ دل پر منقش رہتی ہے۔ پُر جوش اور سرگرم اپنی زندگی سے ممکن ہے کہ ہاتھ دھو بیٹھیں مگر مستعمل آدمی لڑتے رہتے ہیں۔ اور اس سرزمین پر جا کر قابض اور متصرف ہوتے ہیں جسپر اُن کے پیشرو اپنی ابدی نیند میں

مست پڑے ہیں۔ غرض اسطور پر کسی امر میں گو بہت دیر بعد کامیابی کا مُنہ دیکھنا نصیب ہو مگر جب نصیب ہوتی ہے تو یہ چند ان لوگوں کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جو کامیاب ہوئے ہیں بلکہ اُن لوگوں کے سبب سے جو ناکام رہے ❖

دنیا کے تمام بڑے بڑے کام دلیری سے تکمیل کو پہونچے ہیں۔ ہر ایک نعمت جس کا ہم حظ اٹھاتے ہیں ذاتی حفاظت۔ شخصی آزادی۔ قانونی موازنت۔ سب کچھ اسی کا ظہور ہے۔ بطور ایک قوم کے دنیا میں رہنے کا حق زمانہ دراز کی جنگوں اور معرکوں کی بدولت تکمیل کو پہونچا ہے۔ مذہب عیسائی کے قائم ہونیکے واسطے چار صدی تک لوگوں نے شہادت کا جام پیا۔ اور ریفارمیشن کے پھیلنے کے واسطے ایک سال کی خانہ جنگی درکار ہوئی ❖

صرف صداقت پر ثابت قدم رہنا ہے جس سے شہادت کو ابدی قدر حاصل ہوئی ہے۔ خیالات کی آزادی کی ترقی میں کچھ ضرورت نہیں کہ خواہ کسی صداقت پر یہ قائم تھے۔ شہادت برابر ہے۔ ان لوگوں نے موت کا مونھ دیکھا ہمارے آزاد ہونے کے واسطے۔ رومن کیتھالک اور پروٹسٹنٹ عیسائی اور بُت پرست۔ سچے اور ریاکار سب اس مسرت بخش زمانہ گذشتہ کی میراث میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مزینی کا قول ہے "شہادت اور نصرت کے فرشتے آپس میں بھائی ہیں۔ اور دونوں کے پر پھیلے ہوئے ہیں کہ آیندہ زندگی کی حد تک پہونچتے ہیں" ❖

ہمکو عیسائی مذہب کے اوائل کی ایک فوج الشہدا کی کہانی یاد آتی ہے۔ یہ پنکراس کی ہے یہ شخص فرجیا میں پیدا ہوا تھا جہاں حضرتِ پولوس اسوقت گئے تھے جب انھوں نے گلیشیا میں عیسائی کلیسیا قائم کیا تھا۔ پنکریٹیس (یا پنکراس) کو مشنری کی پرستش سکھلائی گئی تھی۔ مگر چونکہ اسکا والد فوت ہوچکا تھا۔ لہذا یہ اپنے چچا ڈایونسیس کی نگرانی میں تھا۔ اسکا چچا ۳۰۰ء میں روما کو گیا تاکہ یہ یتیم جو کہ ایک بہت بڑی جائداد کا وارث تھا دربار کے نزدیک رہے۔ ضعیف اور بزرگ مارسیلنس روم کے بشپ کی اتالیقی اور نگرانی میں یہ عیسائی بنایا گیا۔ اسکے بعد بہت جلد اسکا چچا بھی دنیا سے کوچ کر گیا اور یہ لڑکا جو کُل ۱۴ سال کا تھا اس دنیا میں اپنی تمام دولت اور مذہب کے ساتھ بے یار و مددگار رہگیا ❖

ڈایوکلیشین اسوقت عیسائیوں پر آفت نازل کر رہا تھا۔ اسکو خبر پہونچی کہ پنکریٹیس عیسائی ہوگیا ہے۔ چنانچہ اسکو فوراً حکم آیا کہ ڈایوکلیشین کے محل میں حاضر ہو۔ اسکو خوف دلایا گیا کہ اگر مشنری کی پوجا کریگا تو فی الفور جان سے مار دیا جائیگا۔ لڑکے نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں۔ اور اپنے مذہب

ثابت قدم قائم ہوں۔ اور گو میں کم سن ہوں مگر مذہب کی خاطر مرنے کو تیار ہوں"۔ شاہنشاہ نے کچھ جواب
نہ دیا مگر حکم دیا کہ شہر کے باہر لیجا کر تلوار سے اسکا سر جُدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے قول کی تصدیق
اپنے خون سے کر دی۔ یہاں اسکی لاش پو پھوٹنے تک پڑی رہی۔ ایک عیسائی عورت آئی۔ اُسنے
اسکی لاش اُٹھاکر عمدہ کپڑے میں لپیٹی۔ اور اسکو خوشبویات سے معطر کر کے آنسو بہائے اور دفن کر دیا
اسکا نام ابتک دنیا میں اُن گرجوں سے مشہور ہے جو اسکی یادگار میں تعمیر ہوئے ہیں +

ابتدا میں جو عیسائی ہوتے تھے وہ اہل روما کے اکھاڑوں میں جنگلی درندوں کا شکار بنتے تھے اور
یہ شغل تیسری صدی تک رائج رہا۔ یہ لوگ اہل روما کے تہواروں کی خاطر حلال کیئے جاتے تھے کسی
چیز سے اہل روما کو زیادہ شادمانی اور خوشی حاصل ہوتی تھی بجز درندوں کی لڑائیوں کے۔ عیسائیوں کے
پھاڑے جانے اور بہادروں کے خونخوار معرکوں کے۔ اور یہ عیاشی کا شغل تمام سلطنت میں
پھیلا ہوا تھا۔ ٹریوز میں جو ایلپس کی شمالی سلطنت کا دارالخلافہ تھا بہت سی رومی تماشہ گاہوں کے
کھنڈرات موجود ہیں۔ یہاں ایک پہاڑ کے دامن میں ایک اکھاڑہ ہے جو پتھر تراش کر کے بنایا
گیا ہے اور جسمیں کوئی ہزار تماشا دیکھنے والے آسکتے تھے۔ سنہ ۳۰۶ء میں **کانسٹنٹائن** نے اپنی
رعایا کو ایک تماشہ دکھلایا۔ اس تماشہ میں ہزاروں عیسائی قیدی بے ہتھیار درندوں کے سامنے
چھوڑ دیئے گئے جنھوں نے اُن کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسکے بعد جانور مار ڈالے گئے
اور جو آدمی باقی بچے وہ ایک دوسرے سے لڑنے کو معین کیئے گئے۔ مگر بجائے اسکے اُنھوں نے
حاضرین کو مایوس کر دیا کیونکہ انہوں نے ارادتاً ایک دوسرے کی تلوار کے نیچے گردنیں رکھدیں
مگر لڑے نہیں۔ اسی سال ہزاروں بیرکٹر بھی نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے لوگوں کے دل بہلانے
کی خاطر قتل کیئے گئے۔ اس اکھاڑے کے کھنڈر اور جانوروں کے رہنے کے غار اب تک
موجود ہیں +

فرانس میں بھی ابتک بہت سے اکھاڑے ٹوٹے پھوٹے موجود ہیں نیمس اور آرلس کے
سب سے بڑے ہیں۔ اور آخرالذکر کا ایک تماشہ گاہ تو اتنا وسیع تھا کہ اہل عرب نے جب فرانسیسیوں سے
مقابلہ کر رہے تھے تو اُسے قلعہ بنا لیا تھا۔ مگر سب سے بڑا اور عظیم الشان تماشہ گاہ روم میں **کلیسیم** نامی
جسمیں ۸۷۰۰۰ آدمی سما سکتے تھے۔ تواریخ کلیسیا سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایک معمار اور شہید
گاڈینٹیس نے تعمیر کیا تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہزار ہا یہودی قیدی جو یروشلم سے لائے گئے تھے
اسکی تعمیر پر لگے تھے۔ جب عمارت ختم ہوئی تو ۵۰۰۰ درندے اکھاڑے میں قتل کیئے گئے۔ اور ابھی

سال ہی میں درندوں شیروں اور چیتوں کی ہڈیاں یہاں سے نکالی گئی ہیں ٭

جس دن اس عظیم الشان تماشہ گاہ میں تماشہ ہوتا۔ تمام روم اُس روز تیوہار مناتا۔ مرد عورتیں اور بچے خونخوار شغل دیکھنے کو جمع ہوتے۔ بہادر شاہنشاہ کے آگے جاتے۔ پہلے درندوں کی لڑائی ہوتی اور پھر انسانی خونریزی کی نوبت آتی۔ یہ تماشے رات تک ہوتے رہتے یہاں تک کہ حاضرین شراب میں متوالے ہو جاتے ٭

یہ شغل اور تماشے جب تک جاری رہے جب تک روم برائے نام عیسائی کہلاتا تھا مگر آخر کار سنہ ۴۰۴ء کے قریب ایک ضعیف راہب نے ان خونخوار شغلوں پر متاسف اور رنجیدہ ہو کر ان میں خلل انداز ہونے کا ارادہ کیا گو اُسکو دنیا سے رخصت ہونا پڑا۔ بھلا ان ہولناک جرموں کی سزا کے مقابلہ میں اس بیچارے کی جان کیا تھی؟ اس شہید کا نام تک بھی نہیں معلوم ہے بعض کہتے ہیں کہ ٹیلماکس تھا اور بعض کا خیال ہے کہ ٹیلی ماکس تھا۔ مگر خواہ کوئی ہو۔ اسکی دلیری سے اسکی توقیر ثابت ہوتی ہے۔ نہ تو یہ کسی کو جانتا تھا اور نہ کوئی اُسے جانتا تھا۔ روم میں افواہ پھیل گئی کہ اکھاڑہ پھر گرم ہوگا۔ سنتے ہی ایک بوڑھے تک جمع ہوگئے۔ یہ بھی لوگوں کے ہجوم میں اندر چلا گیا۔ مگر جو اس کا مدعا تھا وہ اسکے دل میں تھا اور یہ اُسے ٹھانے ہوئے تھا۔ اکھاڑے میں دونوں طرف سے بہادر اپنے نیزے نکالے ہوئے بڑھے۔ جس وقت یہ قریب پہنچے اور قریب تھا کہ وار چلے کہ یہ بوڑھا دیوار سے اُتر کر ان کے بیچ میں آکھڑا ہوا۔ اس نے ان سے التجا کی کہ ناحق خونریزی سے باز آئیں چاروں طرف غل اور شور پیدا ہوگیا "پیچھے ہٹ بوڑھے پیچھے ہٹ!" مگر نہیں یہ پیچھے نہ ہٹا۔ ایک بہادر نے اسے دھکا دیکر ایکطرف کر دیا اور پھر یہ سب آگے بڑھے۔ مگر پھر یہ ضعیف آدمی اُن کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور خونریزی سے منع کیا۔ اسی دم چاروں طرف سے صدا آئی "مار دو!" مہتمم نے اجازت دیدی۔ اس بیچارے ضعیف راہب کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اور بہادر اسکی لاش روندتے ہوئے آگے بڑھے ٭

مگر اسکی موت لاحاصل نہ ثابت ہوئی۔ لوگ سوچنے لگے کہ انھوں نے کیا کیا تھا۔ انھوں نے ایک پاک آدمی کی جان لی تھی جس نے خونریزی سے منع کیا۔ یہ خود اپنی سنگدلی اور بیرحمی پر کانپ اُٹھے۔ اسی دن سے جس دن یہ دلیر بوڑھا اس طرح اس جہان سے رخصت ہوا پھر کوئی تماشا ایسا خونخوار اس تماشہ گاہ میں نہوا۔ اس راہب کی موت ایکطرح کی فتح تھی۔ اس نے سنہ ۴۰۴ء میں ایسی خونریزی کی قطعی ممانعت کر دی۔ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ اس نامعلوم الاسم بوڑھے کی ہڈیاں نہایت خوشی اور

...رحیم اور فیاض ہو - اور وہ جو کسی چیز کا ذرا خوف نہ کھائے بلکہ اپنے حسب اعتقاد اپنی تمام مخالف
چیزوں سے نفرت کرے - اور اگر کچھ حق کی حمیت پر سزا ملے تو اُسکی مطلق پرواہ نہ کرے - وہ سب مخالفین
امور سے نفرت کرتا ہے - اور وہ تمام دنیا و ہر چیز سے ڈرتا ہے اور یہاں تک کہ اگر پتہ بھی کھڑکے تو اُس کے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن کانپنے لگتا ہے "۔ سپین کے پادریوں نے سلطنت سے طاقت
پاکر پروٹسٹنٹ ریفارمیشن کو ملک بدر کیا - ایک شب ۸۰۰ پروٹسٹنٹ سویل کے قید خانہ میں بھر دیئے گئے -
ہر جگہ پہ پکڑے گئے اور جلا دیئے گئے - تمام بڑے بڑے ہسپانیہ کے شہروں میں آگ کے شعلے بلند
تھے - کچھ عرصہ گذرا کہ میڈرڈ کے قریب ایک پدرو کھودی گئی - یہاں پروٹسٹنٹ جلائے گئے تھے چنانچہ
مزدوروں نے یہاں سے ہڈیاں - کوئلے اور راکھ نکالی - یہ اُن لوگوں کی ہڈیاں اور راکھ تھی جو کلیسا کے
حکم سے جلتی آگ میں ڈال دیئے گئے تھے ۔

اور اب اسپین کو اس ہولناک سنگدلی سے کیا حاصل ہوا؟ دولت نے اس سے کنارہ کیا - اور تمام
ملک تقریباً دیوالیہ بن گیا - لوگ جاہل ہیں اور بالکل ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا - آٹھ لوگوں میں صرف ایک
ایسا شخص ہے جو نوشت و خواند میں درک رکھتا ہو - یہ لوگ پادریوں کو اپنا قدرتی دشمن سمجھتے ہیں - اور [illegible]
ان میں بیدین ہیں - اور یہاں تک کہ پادری بھی مفلسی میں غوطے کھا رہے ہیں - ڈاکٹر ایلیس کہتے ہیں -
"یہ بہت عجیب بات ہے کہ اہل اسلام کے زیر حکومت اسپین بہ نسبت عیسائی حکومت کے زیادہ خوشحال
اور آسودہ تھا - اہل اسلام کی حکومت زیادہ آزادانہ زیادہ بے تعصب اور زیادہ شائستہ تھی - اور ہر ایک متنفس
ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا تھا - یہاں کے باشندے زیادہ تعلیم یافتہ تھے اور زمین زیادہ کاشت کی جاتی تھی -
جب سے سلطنت اسلام کا آفتاب سپین کے اُفق پر غروب ہوا یہ ملک قریباً متواتر پس پا ہوتا رہا ہو"

فلپ ثانی شاید سب سے بڑھکر بدمعاش تھا جس نے کبھی تخت پر قدم رکھا ۱۵۶۸ء میں اس نے
حکم دیا کہ نیدرلینڈ میں ہر ایک پروٹسٹنٹ تہ تیغ کیا جائے - اسکے وزیر الوا نے جو چاہا سیاہ و سفید کیا - اپنی
خونی مجلس کی امداد سے اور جلادوں اور سنگدل صاحبوں کی معاونت سے اکثر ایک ہفتے میں اس نے
۸۰۰ بیگناہ بندگان خدا کو گردن سے مروا دیا - پہلا قصور تو فرقہ پروٹسٹنٹ کا پیرو بننا تھا اور دوسرا مالدار ہونا
آخر الذکر قصور پر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں کچھ تمیز نہ تھی - یہ دونوں خوب لوٹے گئے اور برباد کیے گئے
کوئی ۲ سال بعد الوا نے اس پر بہت فخر ظاہر کیا کہ اس نے پانی میں ڈبو کر - جلا کر اور تلوار سے گردن مار کر
اٹھارہ ہزار اپنے ہمجنسوں کا کام تمام کیا تھا - اور یہ تعداد ان لاکھوں آدمیوں کے علاوہ تھی جو اس کی
دوران حکومت میں محاصروں یا معرکوں میں کام آئے - اس وزیر کی جوری بھی اسکے قتالی کی طرح

عفریت صورت تھی ؀

مگر فرانس کا حال بھی اسپین ہی کی طرح تھا جب سے اس نے روم کی پیروی اختیار کی یہاں نیک
بندگان خدا جو مخالف تھے قتل ہو گئے - لاکھوں پروٹسٹنٹیز کے پار بھگا دیئے گئے - جلائے گئے -
اور عام طور پر تہ تیغ کیئے گئے - فرانس میں تعصب اور جان ماری کا عمل تھا اور آگ کے شعلہ بلند ہو رہے
تھے - کوئی چھ لوتھر کے شیر سپین کی خوشنودی مزاج کیواسطے پیرس میں جلتی آگ میں ڈال دیئے گئے ؀

مگر اس عالمگیر خونریزی اور ظلم کی استثنا بھی تھی - چینسلر ڈی لہوٹیل نے اسپر بہت زور دیا کہ اسکے
اہل ملک کو نیکی اور شرافت سے آراستہ کریں - اور اپنے مخالفوں پر خیرات کے ہتیاروں - دعا اور
خاطر تواضع سے حملہ آور ہوں - اس نے کہا "ہمکو یہ طعنہ آمیز الفاظ چھوڑ دینے چاہیئے - کہ ہم کسی فریق کو
تو لوتھر والے کسی کو پوپی - اور کسی کو ہیگوناٹی کے نام سے پکاریں - بلا اسکے بجائے ہم ان کو سیدھے لفظ
عیسائی سے یاد کریں" - او اسپر بیچارہ چینسلر ملحد کہلایا ؀

جب وائکاونٹ ڈورٹ بیون کے گورنر کے نام چارلس دوازدہم کا حکم پروٹسٹنٹ
کے قتل عام کے واسطے پہونچا تو اُس نے جواب لکھا کہ میں نے جہاں پناہ کا حکم اہل قلعہ اور اہل شہر کو سنایا -
مگر مجکو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تمام بہادر سپاہی اور نمکحلال رعایا تھے - اور جلاد ایک بھی نہ تھا ؀

اب وائٹسے اور بارتھولومیو کا قتل عام آیا - جسکی تمام فرانس میں ہوا چل گئی - سنٹ بارتھولومیو کا
قتل عام اب تک یوروپ کے پروٹسٹنٹ فرقہ کی نظر میں تازہ ہے - یہ اور فلپ دوم کا اسپینش
ارمڈا سے انگلینڈ پر حملہ کرنا سولھویں صدی کی تواریخ میں بڑے بھاری جرم کیے تھے ؀

اور لوئی چہاردہم والی فرانس نے جو حکم جاری کیا اسمیں بھی مطلق رحم کی بو نہ تھی - یہ حکم تھا کہ ہر ایک
پروٹسٹنٹ یا تو فرانس کے ملک سے نکل جائے - یا مذہب تبدیل کرے ورنہ مرنا قبول کرے - پروٹسٹنٹ امرا
شریف - تجار - زمیندار - اور کاریگر سب ریاکار بننے سے انکار کیا - انھوں نے ہرگز یہ گوارا نہ کیا کہ جسپر ان کا
اعتقاد نہو اُسے مانیں - زمینداروں اور امیروں نے اپنی جائدادیں چھوڑ دیں - اپنے خطابوں سے ہاتھ دھوئے
اور ہر ایک چیز اپنے دشمنوں کے حوالے کر دی - تجار کاریگروں کے ہمراہ بھاگ گئے - اور کسی ایسے ملک
میں جاکر بود و باش اختیار کی جہاں اُن کو اپنی ضمیر کے حسب حکم خدائے واحد کی پرستش کی آزادی تھی
اور یہاں امن میں انھوں نے اپنی محنت اور جانفشانی کا ثمرہ اُٹھایا ؀

یہ موت نہ تھی جس کا ان کو خوف آیا تھا - ہزاروں نے تبر سے - تیغ سے اور تکلیف سے جان عزیز کو
خیر باد کہی - موت سے اُن پر کوئی قابو نہ پا سکا - انھوں نے فرض پر اپنی جانیں قربان کرکے چڑھا دیں - جو

کانپ اُٹھتے ہیں اور دنگ ہوجاتے ہیں۔ جب یہ سنتے ہیں کہ وہ لوگ صرف اپنے مذہب ہی کی خاطر جلے ہی نہ تھے بلکہ اُن کو ایک گونہ اسی شادمانی حاصل ہوئی۔ سر جان فلپاٹ نے کہا "کیا میں اس شکنجہ میں کھنچنے سے خوف کھاؤں جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے نجات دہندے نے میرے واسطے صلیب پر کھنچنا قبول کیا؟"

ضمیر میزہ کی خاطر ایذا رسانی شاہ چارلس دوم کے عہد تک جاری رہی۔ سولیم پن کہتا ہے: "جب سے بادشاہ نے عنانِ سلطنت سنبھالی ہے۔ ۱۵۰۰۰ خاندان تباہ ہوگئے ہیں اور ۵۰۰۰ مردوں سے بڑھکر صرف خدائے ذوالجلال کی پرستش پر تہ تیغ ہوئے۔ چارلس دوم اور اُسکے بعد جیمس دوم نے اس ایذا رسانی کو سکاٹ لنڈ تک پہونچایا۔ پُرانے کیتھلک عہد میں صرف آگ کے ہی وسیلے پراٹسٹنٹ سے حساب کتاب ہوتا تھا۔ کارڈنل بیٹن نے جارج وشارٹ کو اپنے قلعہ کے سامنے آگ میں جلایا اور دریچہ سے اسکو راکھ ہوتے دیکھا۔ چارلس اور جیمس کے پراٹسٹنٹ عہد میں پراٹسٹنٹ نے پراٹسٹنٹ کو اختلاف الرائے کے باعث جلایا۔ بہتیرے قتل کیے گئے۔ گولی سے مارے گئے اور پھانسی پر چڑھائے گئے مگر اسکا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ ان کا مذہب ان کے رگ رگ میں پیوست ہوگیا اور سویلے دلپر مضبوط جڑ پکڑ گیا گو تکلیف اور مصیبت جو کچھ ان بیچاروں کو اُٹھانا پڑتی تھی اسکو سُنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مگر انہوں نے بہادری اور تحمل سے اسکا سامنا کیا۔

رابرٹ کولیر ساکن نیویارک کہتا ہے: "میں یہاں ایک تصویر کا حال درج کرتا ہوں۔ یہ ایک عورت کی تصویر ہے جو ایک ستون کے ساتھ لب سمندر مد کے اندر مضبوط بندھی ہوئی ہے۔ سمندر اسکے پیروں میں لہریں مار رہا ہے۔ ایک جہاز قریب سے گذر رہا ہے۔ مگر اس بیچاری کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ شکاری پرندے اسکے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ مگر اسکو نہ تو جہاز کی پرواہ ہے۔ نہ پرندوں کی اور نہ سمندر کی اسکی آنکھیں اوپر اُٹھی ہوئی ہیں۔ اور پیر اسکے مضبوط ہیں۔ یہ اپنے خالق کی طرف دیکھتی ہے اور روح کو کہہ رہی ہے کہ اس دنیائے فانی کی تکلیفیں اس عالم بالا کی شادمانی اور خوشی کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اسکے نیچے ایک سکاٹ لنڈ کے قبرستان میں یہ شعر لکھے ہوئے ہیں:۔

ابنِ خدا مسیح کو تھی دل سے مانتی
اور صدق دل سے مظہر حق اسکو جانتی
بس صرف اس قصور پہ جاں اپنی دے مری
زنہار پر نہ مجھندی پہ کبھی چلی

قتل سے ثابت ہوسکتا ہے اور اُن سے جنہوں نے ہزارہا بندگان خدا کو جلایا اور تہ تیغ کیا جو اپنے
مذہبی عقائد پر ثابت قدم رہے - ہمارے آباو اجداد نے ہمکو وہ بے بہا میراث آزاد سلطنت کی دی
ہے جو ہزاروں بہادر اور شریف جانوں کی قربانی سے حاصل ہوئی ہے - اور یہ ہمارا اپنا قصور ہوگا اگر ہم
انکی خاطر جو ہمارے مخالف ہیں اسمیں رخنہ ڈالیں - جیسوئسٹ بھی ہیوگوناٹس کی طرح فرانس سے ملک بدر
کیئے گئے - اور وہ اب انگریزی قانون کے زیر فرمان امن چین سے زندگی بسر کرتے ہیں - مگر ان کو چاہیئے
کہ ان قانونوں کی عزت کریں - اور اس مذہبی بے تعصبی کی توقیر اور قدر کریں جو ان کو محفوظ رکھے
ہوئے ہے ؛

ولیم پن کی یہ رائے تھی کہ یہ بڑی سخت غلطی ہے کہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تمام ملک اسوقت زبردست
ہوسکتا ہے جب تمام لوگ یکرائے ہوں - خواہ مذہبی مسائل میں یا اعمال میں - اور یہ کہ پیشوں اور کاروبار
میں لوگوں کے اختلاف رائے سے اگر ملک میں بے تعصبی کا دخل ہو تو سلطنت اور قوم دونوں زبردست
ہوسکتی ہیں - ہمکو شخصیت کو قایم رکھنا چاہیئے - کیونکہ بغیر اسکے آزادی ہونا ناممکن ہے شخصیت کی
ہر جگہ توقیر اور عزت ہوتی ہے کیونکہ یہ ہر ایک نیکی کی بنیاد سمجھی جاتی ہے - مسٹر جان سٹوارٹ مل
کا مقولہ ہے "خود مختاری بھی اپنا اثر بد نہیں دکھلا سکتی جب تک شخصیت اسکے زیر سایہ بود و باش
رکھے - اور جو چیز شخصیت کی گردن پر چھری پھیرتی ہے وہ یہی خود مختاری ہے" ؛

جرمی ٹیلر اپنی کتاب ایک مشرقی حکایت کو درج کرکے ختم کرتا ہے - ابراہیم ایک روز اپنے
خیمہ کے دروازے پر بیٹھے تھے - کہ ایک بڈھا اپنا عصا ٹیکتا ہوا اُن کے سامنے آیا - اُنہوں نے
اُسکو خیمے میں بلالیا اور کھانا اُسکے آگے چنا - مگر یہ دیکھکر کہ اُسنے بسم اللہ کرکے لقمہ نہ اٹھایا اُنہوں نے
اس سے پوچھا "تو خدائے واحد کی پرستش نہیں کرتا ؟" "میں صرف آگ کی پرستش کرتا ہوں اور
کوئی اور خدا نہیں مانتا" ابراہیم بہت ناراض ہوئے اور اُسے خیمہ سے نکال دیا - اب خدا نے ابراہیم سے
پوچھا کہ مسافر کہاں گیا ؟ انہوں نے جواب دیا "میں نے اسے نکال دیا کیونکہ وہ تیری پرستش نہیں
کرتا تھا" - خدا نے کہا "میں نے سو برس تک اسکو اپنے دروازے سے نہ للکارا حالانکہ وہ میری عزت
نہ کرتا تھا - اور تو اسکو ایک رات بھی اپنے گھر میں نہ رکھ سکا ؟" کہتے ہیں کہ اسپر ابراہیم اُسکو جاکر
بلا لائے اور نہایت خاطر تواضع سے اُسے کھانا کھلایا اور دانائی کی کچھ نصیحت کی ؛

نیز ان شخصوں کو بھی جنہوں نے علم کو ترقی دی شہادت کا جام پینا پڑا - اگلے زمانے میں کوئی بات
علم ہیئت - علم الاشیا یا علم طبعی میں ایسی دریافت ہوتی تھی جس سے عالم پر کفر کا فتوے نہ عائد ہ

مقرر ہوا۔ مگر اسکی تنخواہ صرف اسیقدر تھی کہ جس سے اسکا اور اسکے اہل و عیال کا بخوبی گزارہ ہو سکے۔
ٹنگشٹر میں رومن کیتھلک پادریوں نے اسے مذہب سے خارج کر دیا کیونکہ عشائے ربانی کے بارے میں
اسکی رائے مختلف تھی۔ یہ ہاف مین کو لکھتا ہے "بھلا تم خود انصاف کرو کہ میں ایسے مقام میں تمہاری
کیا معاونت کر سکتا ہوں جہاں تمام پادری اور سکولوں کے مہتمم میری مخالفت پر آمادہ ہو گئے - اور
مجھپر کفر کا فتویٰ لگایا ہوا ہے۔ کیونکہ ہر امر میں میں وہ پہلو اختیار کرتا ہوں جو رضائے الٰہی کے
مطابق ہوتا ہے"

بعد ازاں کیپلر کو بولوگنا کی سند فضیلت ملنے لگی۔ مگر اپنے پہلے گالیلیو کی تکالیف اور مصائب کو دیکھکر
اس نے اس سند سے انکار کیا - اس نے کہا "میں اپنی دولت بڑھا سکتا ہوں۔ مگر بطور ایک جرمن کے
اہل جرمنی میں رہنے سے مجھکو اپنے اطوار اور گفتگو کی آزادی کی عادت ہے۔ اور اسکو اگر میں بولوگنا
میں بھی برقرار رکھوں تو اگر خوف نہیں تو انگشت نمائی تو بالضرور مجھکو نصیب ہو گی۔ اور اس سے میں
شک اور دشمنی کا شکار بن سکتا ہوں"

۱۶۱۹ء میں کیپلر نے وہ مشہور قانون قدرت دریافت کیا جو علم کی تواریخ میں تا قیامت یادگار
رہیگا "سیاروں کے وقتی تفاوت کے مربعوں کو ایک دوسرے سے وہی نسبت ہے جو اُن کے
اصلی تفاوت کے مکعب کو ایک دوسرے سے" اس نے اس مسئلہ کی صداقت کو بسر و چشم قبول
کر لیا جسپر اپنے ۱۷ سال کامل عرقریزی کی تھی۔ اسکا قول ہے "مسئلہ حل ہو گیا کتاب لکھی گئی۔ اسکو
خواہ حال کی نسل پڑھے خواہ آئندہ کی۔ مجھکو اسکی پرواہ نہیں۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والے کا
ایک صدی تک انتظار کر سکتا ہوں جس طرح خدائے قادر مطلق چھ ہزار برس تک ایک شاہد کا منتظر رہا"

دوسری کتاب جو کیپلر نے شائع کی وہ "خلاصۃ الہیئت بطلیموس" تھی جو روم میں بعد
تردید کے داخل ممنوعات کی گئی۔ اور اسی اثنا میں اسکے دل کو ایک نہایت سخت مصیبت سے صدمہ
پہونچا۔ اسکی والدہ ایک ۷۰ سال کی ضعیفہ قید کی گئی اور بطور جادوگرنی کے آگ میں جلانے کی سزا کا
حکم ہوا۔ کیپلر فی الفور اسکی مدد کو پہونچا اور عین وقت پر پہنچ گیا اور اسکو اس سزا سے بچا لیا۔ مگر اور مصیبت
کا سامنا ہوا۔ ریاست سٹیریا نے حکم دیا کہ ۱۶۲۴ء کی اسکی جنتری کے تمام نسخے عام طور پر جلا دیے جائیں
اسکا کتب خانہ حکماً ضبط ہو گیا۔ اور عام کی ناراضگی سے اسکو مجبوراً شہر چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے البرٹ
ویلنٹائن ڈیوک آف فریڈلنڈ کی حمایت میں ساگن پہنچا اور یہاں کچھ عرصہ بعد دماغی بیماری
سے جو کثرت مطالعہ سے لاحق ہوئی تھی فوت ہو گیا۔

کولمبس کو بھی ہم شہید سمجھ سکتے ہیں - اس نے نئی دنیا کے دریافت کرنے میں اپنی جان قربان کر دی
اس بیچارے کو بہت عرصہ تک اپنے خیالات کی تکمیل کے واسطے جد و جہد کرنی پڑی - اسکو چند کافی وجوہات کے
باعث یقین تھا اس امر کا جس سے تمام دنیا منکر تھی اور اسکی باتوں کو تمسخر اور حقارت میں اڑاتی تھی - اسکو یقین تھا
کہ زمین گول ہے - حالانکہ تمام دنیا میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ یہ ہموار ہے - اس کا خیال تھا کہ تمام کرہ ارضی کا رقبہ
تری نہ ہوگا بلکہ خشکی بالضرور ہوگی - اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک گمان غالب تھا - مگر [illegible] کی شریفانہ صفات ایسی
ہیں کہ اکثر ان کے وسیلہ سے بڑے بڑے باحوصلہ شخص گمان غالب کو اصلی روشنی میں دکھلا دیتے ہیں -
اس کے اہل ملک کی نگاہ میں یہ امر بالکل ناممکن تھا کہ کولمبس ناپیدا کنار سمندر سے بچ کر کبھی کسی خشکی کے
قطعہ پر پہونچے گا ۔

کولمبس جیسا کہ ایک عالی ہمت اور جیسا ہی غریب بھی تھا - یہ ایک ریاست سے دوسری ریاست کو گیا - بادشاہوں
اور شاہنشاہوں کو اپنی معاونت کی تحریک کی کہ نئی دنیا میں کسی طرح پہنچ سکے - پہلے تو اس نے خود اپنے
ہموطنوں اہل جنوا کو آزمایا مگر کوئی متنفس بھی ان میں ایسا نہ نکلا جو اسکی مدد کی حامی بھرتا - پھر یہ پرتگال کو گیا اور
جان دوئم کو اپنی تجویز سنائی جس نے اپنی مجلس کے سامنے اسے پیش کیا - سب نے اسے ناممکن اور ایک
لغو خیال بتلایا - مگر تاہم بادشاہ نے کولمبس کے خیال پر عمل کرنے کی کوشش کی - اور جس جانب اس نے
کہا اس جانب ایک بیڑا بھیجا گیا مگر جہاز ران ۴ روز تک طوفان میں خراب خستہ ہو کر واپس آ گئے ۔

کولمبس جنوا کو واپس آیا اور پھر اس نے عوام کے سامنے اپنی تجویز پیش کی مگر لاحاصل - لیکن کسی امر سے یہ
مایوس نہ ہو سکا - نئی دنیا کے دریافت کرنے کا خیال اس کے صفحہ دل سے امٹ ہو گیا تھا - یہ اسپین میں پہونچا
اور انڈلوسیا کے شہر پالوس میں اترا - اتفاقاً یہ خانقاہ فرانسسکنس میں پہونچا اور دروازہ پر دستک
دی - یہاں کے مجاور نے نہایت رحمدلی سے اسکی خاطر تواضع کی - اور اسکی سرگذشت سنی - اس نے اسے
ہمت دلائی اور دربار اسپین تک کسی صورت سے اسکی رسائی کرا دی - بادشاہ فرڈینینڈ نے اسکی اچھی خاطر مدارات کی
مگر اس سے کہا کہ یہ اپنی تجویز ملک کے داناؤں اور عقلمندوں کے سامنے پیش کرے - چنانچہ ایک مجلس قرار
پائی اور کولمبس کو علمی اعتراضوں کا بھی جواب دینا پڑا بلکہ انجیل کے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا - اسپین کے
پادریوں نے بیان کیا کہ زمین ایک چپٹی سطح ہے - اور اگر سمندر کے پار کوئی قطعہ خشکی کا ہو تو پھر تمام انسان
حضرت آدم کی اولاد نہیں - لہذا کولمبس احمق بنا کر نکال دیا گیا ۔

مگر اب بھی یہ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہا - اور شاہ انگلستان اور شاہ فرانس کو اس نے لکھا مگر بے سود
آخر کار ۱۴۹۱ء میں لوئی ڈی سنٹ انگلس نے کولمبس کو ازابیلا ملکہ اسپین کے حضور میں پیش کیا -

اس تکیفیت نے اسقدر زور اور وثوق سے اسکی سفارش اور تائید کی کہ ملکہ نے اسکی خواہش کو تسلیم کر لیا اور
امداد کا وعدہ کیا تین چھوٹے چھوٹے جہازوں کا بیڑہ بنایا گیا - اور سمندر میں چھوڑ گیا - اور کولمبس نے تیسری
اگست سنہ ۱۴۹۲ء کو پالوس سے لنگر اٹھایا - یہ ایک عرصہ تک اپنے ہمراہیوں کی جہالت کا مقابلہ کرتا رہا اور ان
اسکوان کی باطل پرستی کی تردید کرنا پڑی - اسکو بڑے بڑے خطروں کا مقابلہ کرنا پڑا - ان دیکھے سمندر - طوفان کا
خوف - نا واقفی سے موت کا اندیشہ کا اثر ہونا پیدا کرکی سطح پر مایوسی کی بھیانک صورت بعض اوقات
انھوں نے بغاوت کی صورت اختیار کی - مگر کولمبس کا دل امید سے لبریز ہو رہا تھا اور اسمیں اسپری کوٹ کوٹ کر
بھری تھی - آخرکار شہروں کے سفر کے بعد زمین کی صورت نظر پڑی اور کولمبس نے سان سالویڈور پر اپنا
قدم رکھا - اسکے بعد کیوبا اور ہسپانولیا دریافت ہوئے - اور ان پر بادشاہ اور ملکہ اسپین کے نام سے قبضہ
کیا گیا - اور آخر الذکر جزیرے پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا گیا - اسمیں کچھ آدمی چھوڑ کر کولمبس اپنی سرگذشت سنانے
اسپین کو واپس آیا ؎

عوام الناس نے نہایت گرمجوشی اور سرگرمی سے اسکا استقبال کیا - اور اسکی شہرت اسپین ہی میں
نہیں بلکہ تمام دنیا کے پردے پر پھیل گئی - مگر یہ اسپین میں بہت عرصہ تک رہا - یہ پھر امریکہ کو روانہ ہوا - اور
اس مرتبہ تین جہاز جن میں ۱۲۰۰ آدمی تھے اسکی کمان میں تھے - کئی امیر کبیر بھی اس مہم میں شریک ہوئے
اس دفعہ گواڈ الوپ اور جمیکا دریافت ہوئے - اور سان ڈومنگو اور کیوبا کا بھی کھوج ملا - مگر ان امیروں کو
جس سونے کی خواہش تھی اسکا پتہ نہ لگا - ان میں تفرقہ پڑ گیا اور اسکا انجام خونریزی ہوا - کولمبس نے بیفائدہ
ان کے جوش کو سرد کرنے کی کوشش کی - مگر یہ اسکو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اسکو اپنی
مصیبت کا بانی مبانی سمجھنے لگے ؎

کولمبس دوبارہ اسپین کو واپس آیا مگر اب کے اسکی وہ خاطر تواضع نہ ہوئی - اور گو شاہ اسپین نے بہت کچھ
مسرت کا اظہار کیا مگر اسکے سلوک سے صاف صاف سرد مہری ٹپکتی تھی - اسکو معلوم ہوا کہ دربار میں اسکی طرف
سے حسد کا مرض پھیلا ہوا تھا - مگر دوبارہ پھر یہ امریکہ کو روانہ ہوا چہ عجب ہے جہاز کولمبس کو مع اسکے ہمراہیوں کے
نئی دنیا میں لیگئے - اس موقعہ پر براعظم امریکہ اور چند ایک جزیرے کیریبین ہی میں دریافت ہوئے - اسی اثنا میں
سان ڈومنگو کے باشندوں نے اہل اسپین کے ظلم اور بیرحمی سے برانگیختہ ہو کر علم بغاوت بلند کیا - اور یہی
نہیں بلکہ خود اہل اسپین میں جو بیاں موجود تھے نا انصافی پھوٹ پڑی - کولمبس نے ان واقعات سے نہایت
آزردہ اور رنجیدہ ہو کر شاہ اسپین کو لکھا کہ سنٹ ڈومنگو میں ایک مجسٹریٹ اور ایک جج بھیجا جائے ؎
دربار کے کئی ایک حاسدوں اور دشمنوں کی تحریک پر بادشاہ نے ڈان فرانسسکو ڈی بے بوڈیلو کو

تام اختیار اور مجازت سے عاری کو کا حاکم بنا کر بھیجا - یہ ہیج تھا بلکہ جلاد تھا - امریکہ پہنچکر جو پہلا کام اس نے کیا وہ یہ تھا کہ کولمبس کو مع اسکے دو بھائیوں کے حوالات میں قید کر دیا - اور پھر ان کو پابہ زنجیر کر کے سپین کو روانہ کیا - کولمبس زنجیروں میں جکڑا ہوا جہاز پر سوار تھا - جہاز کے کپتان نے اسپر رحم کھا کر اس کی زنجیریں کھلوا دینے کا ارادہ کیا - مگر کولمبس نے کہا :" نہیں ! میں ان کو بطور اپنی خدمات کے صلہ کے رکھوں گا ! " اسکے بیٹے **فرننڈ** کا قول ہے " یہ زنجیریں میں نے اسکے کمرے میں اکثر لٹکی ہوئی دیکھیں اور اس کی وصیت تھی کہ ان کو قبر میں میرے ساتھ دفن کرنا ! "

جب یہ جہاز اسپین میں پہونچا تو بادشاہ اور ملکہ بیٹے کو کے اس سلوک پر بہت پشیمان ہوئے اور کولمبس کو آزاد کر دیا - اس سلوک پر کولمبس بہت غمگین تھا - اس نے کہا : " وحشیوں نے ہزاروں رنگ سے میرا مقابلہ کیا اور انہیں نے اسے روکا - مگر اب نہ تیر نہ تلواروں سے نہ زبان سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہوں - بھلا دیکھو تو کیسے وحشیانہ پن اور ظلم سے یہ مجھ سے پیش آئے ! "

مگر اب بھی اسکی الہامی روح سمندر پر محو رہی - اس نے اپنے چوتھے سفر کے وسائل مہیا کیئے - اور خیال کیا کہ اس مرتبہ کے سفر سے اسپین کو بہت کچھ دولت ہاتھ لگے گی - اب کے اس نے جزیرہ گوانا جا دریافت کیا - اور ہانڈوراس نکاراگوا - پناما کا دورہ کیا - یہ دراگواس میں اترا اور یہاں سونے کی زرخیز کانیں اسکو ملیں - اس نے دریائے بیلن پر ایک بستی قائم کرنے کی کوشش کی مگر ایک طوفان آپڑا - اور اسکے جہاز تتر بتر ہو گئے - اور مجبوراً اسے سان ڈومنگو کو واپس ہونا پڑا - اب یہ ضعیف ہو رہا تھا - اور مصیبتوں اور رنج و غم نے اسکو خستہ اور ماندہ کر دیا تھا - یہ بیمار تھا کہ اسکے جہازرانوں نے بغاوت کی اور اسکی جان لینے کی دھمکی دی - یہ بیچارہ مقابلہ نہ کر سکا کیونکہ کوئی اسکا مددگار نہ تھا - مگر ایکا ایک زمین نظر آئی - اور یہ صحیح و سلامت سان ڈومنگو میں پہنچ گیا ۔

بعد ازاں یہ اسپین کو روانہ ہوا - اور یہ اسکا آخری سفر تھا - اب اسکی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی - جس وقت یہ سپین میں پہونچا اسکو کم از کم اسقدر انعام کی امید تھی کہ جس سے یہ اپنی زندگی کے دن آرام سے بسر کر سکے - مگر اسکی التجا بے سود ہوئی - یہ اپنی واپسی کے بعد چند ماہ تک مفلسی تنہائی اور ایک قاتل مرض میں تڑپتا رہا - بلکہ یہاں تک کہ مرتے وقت بھی یہ قریباً فقیر تھا - یہ شاکی تھا کہ اسکی قسمیں اس سے لیکر بچھڑا لی گئی تھی ایک بالشت زمین بھی اسکے اپنے رہنے کو نہ تھی - اور سرائے کا کرایہ ادا کرنے کی کشش و پیچ میں تھا - اسوقت اس نے ہانپتے ہوئے یہ الفاظ منھ سے نکالے جو اپنی سادگی کے باعث دل میں چبھتے ہیں " میں ایک جنوا کے باشندے نے دور دراز مغرب میں ہندوستان کی سرزمین اور جزیرے دریافت کیئے ! " ولوڈ ولڈ میں ۲۰ مئی سنہ ۱۵۰۶ء کو یہ جان بحق تسلیم ہوا - اور اس کے آخری الفاظ تھے " اے ارحم الراحمین - میں

کھڑا کیا گیا ہے مستعد کھڑا رہنا ضروری ہے " مستعد رہو۔ جوانو! " حکم ہے۔ سپاہی بغیر حرکت
کرنے کے بہادری سے خطرے کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتا ہے۔ اور اسکے اردگرد گولیوں کی بوچھاڑ
موسلا دھار برستی ہے۔ جب یہ آگے بڑھتا ہے اسوقت اسکے واسطے تحمل ضروری ہے۔ اور پھر
حملہ کا وقت آجاتا ہے۔ مگر جب تک حکم نہ ملے اسکو مطلق اجازت نہیں کہ بندوق اٹھائے۔ مگر صرف
سپاہی کے وقت تحمل صد درجہ کا ضروری نہیں بلکہ اسوقت بھی جبکہ شکست کھاکر پیچھے ہٹنا ضروری
ہوتا ہے۔ اس روشنی میں دیکھنے سے زینوفنا کی دس ہزار جوانوں کی مراجعت سکندر کی فتح کو چمکا
رہی ہے۔ اور معرکہ کورنا میں سرجان مور کی واپسی ایسی ہی مشہور ہے جیسے ولنگٹن کی فتوحات +

دنیا میں بکثرت ایسے آدمی گذرے ہیں جنھوں نے اپنے ملک کی خاطر جام شہادت پیا ہے۔
کالون نے گاردن کے لہلہاتے ہوئے سرسبز اور زرخیز کھیتوں کو سامنے دیکھکر کہا " یہ بڑے
شرم کی بات ہے۔ کہ ایسی زمین اُن بدمعاشوں کے تصرف میں ہو جو ہمارے مذہب میں نہیں آگے
بڑھو! اور ان کی زمین پر قبضہ کر لو! "

جب اہل فارس نے یونان پر حملہ کیا تو **لیونیڈاس** اپنے ۳۰۰ جوانوں کو لیکر درہ تھرما پولی
پر دشمنوں کے مقابلہ کو پہونچا۔ ایک بڑی خونریز جنگ شروع ہوئی۔ بہت سے حملہ آور موت کا شکار
ہوئے۔ لیونیڈاس اور یہ معدودے چند اُسکے ہمراہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مگر یونان بچگیا +

جوڈس مکابس بھی لیونیڈاس سے کسی طرح کم بہادر نہ تھا۔ اس نے اپنی اُمید دل میں
لئے ہوئے ۸۰۰ نوجوانوں سے ۲۰۰۰۰ سریاوالوں کا مقابلہ کیا۔ جوڈس ایلیسا پر اپنے قدم جمائے
اور اسکے ہمراہیوں نے اسے واپسی کی تحریک کی۔ اس نے جواب دیا " خدا نہ کرے کہ میں بھاگوں
اگر ہمارا وقت پورا ہو گیا ہے تو ہمکو چاہیئے کہ اپنے بھائیوں کیواسطے مر جائیں اور اپنی عزت پر دھبہ
نہ آنے دیں " جنگ بڑی غضبناک اور خونریز تھی۔ جوڈس اور اسکے ہمراہیوں نے نہایت بہادری سے
مقابلہ کیا۔ اور آخرکار ایک ایک کرکے بغیر پیٹھ دکھلانے کے سب کام آئے مگر اُن کی موت لاحاصل
ثابت ہوئی۔ یہودیوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ انھوں نے حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا اور جوڈیا پھر
مشرق کا نہایت عالیشان شہر بن گیا +

اہل روما کو بھی بہادری اور اپنے ملک کی حمیت کی خبر تھی۔ مگر ہم اس سے قریب تر زمانہ میں آتے
ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ملکوں نے جن کی آبادی مقابلتاً کچھ بھی نہیں بیحد مشکلوں کے سامنے اپنی
آزادی برقرار رکھی ہے۔ یہ ملک کی وسعت نہیں ہے بلکہ اس کے باشندوں کا چال چلن ہے جو اسکو

ان خطرے کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتی ہیں جو ناگہانی اور وحشتناک ہو۔ مثل ہے کہ بہادر بہادروں کے
بیٹے بیٹیاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ بہادروں میں نشوونما پاتے ہیں اور ان کی تمثیل سے ان کے دل بڑے
ہوتے ہیں۔

[illegible]ء میں تقریباً جنگ سمپاک کے دو سو برس بعد شاہنشاہ آسٹریا نے گریزن کو مطیع کرنا چاہا۔
صرف اس غرض سے کہ پراٹسٹنٹ مذہب اور اسکے پادریوں کو کالعدم کرے۔ اسکی فوج درۂ پراٹیگا میں
پہونچی۔ یہ درہ چاروں طرف سے بڑے بڑے بلند پہاڑوں سے محصور ہے۔ مرد جسقدر تھے پہاڑوں
کی چوٹیوں پر اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اور صرف عورتیں باقی تھیں۔ اور جونہی ان کو آسٹریا والوں
کی آمد کی خبر ہوئی۔ انھوں نے اپنے شوہروں کے آلات حرب اٹھائے۔ اور ان کے مقابلے کو دوڑیں۔
سوئٹزرلنڈ میں ایسے درے ہیں جن میں بعض اوقات چند شخص بھی ہزاروں کا منہ پھیر سکتے ہیں۔ پہاڑ
کے اوپر سے پتھروں کی بوچھاڑ کرتی ہوئیں عورتیں نیچے اتریں۔ اور آسٹریا والوں کے پیر اکھڑ گئے۔
اسی تک نہیں کہ مرد بھی عورتوں کی طرح بہادر تھے۔ چنانچہ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد دہقانوں نے
صرف لاٹھیوں کے بل پر قلعہ کاسٹل پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہوگئے! اس موقعہ پر عورتوں کی بہادری کی وجہ سے
یہ عام دستور ہے کہ اس درے کے معبد میں پہلے عورتیں جاتی ہیں پھر مرد ٭

غرض ایسے بہادر مرد اور ایسی بہادر عورتیں ہیں جن کی اہل سوئٹزرلنڈ تقدیس کرتے ہیں۔ اور یہ خاصکر
دو شخص ہیں۔ ایک تو **ولیم ٹل** تیر باز اور دوسرا **ونکل ریڈ** نیزہ باز۔ گو پہلے شخص کا نام بطور کہانی کے
لیجاتا ہے مگر دوسرا ایک تاریخی بہادر ہے۔ جس مکان میں یہ رہتا تھا وہ ابتک **انٹروالڈن** میں مشہور
ہے۔ اسکا زرہ اب تک نہایت حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔ اور اسکی یادگار میں ایک بت بنایا گیا ہے ٭

کوئی پانچ صدیاں گذریں کہ انگریزوں کو شمال میں ایک بار شکست فاش کھانا پڑی جو بعد میں نہایت
مفید ثابت ہوئی۔ **سکاٹ لنڈ** ایک غریب ملک تھا جس میں پہاڑی اور وحشی اقوام رہتی تھیں لوگ
ملک میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ملک انگلستان کے قریب ہی تھا اور حملہ کیواسطے راستہ صاف تھا اور
یہاں کے لوگ متفق نہ تھے۔ اور نہ ایک ہی نسل کے تھے۔ لوگوں میں آئے دن لڑائی جھگڑے اور
خونریزیاں برپا تھیں۔ ایک ایک کے خون کا پیاسا تھا۔ اور مطلق ایک دوسرے کا ضرورت کے وقت
معاون نہ بنتا ٭

بروس کے بعد **ولیس** یہاں کے تخت پر بیٹھا۔ اور **ایڈورڈ** شاہ انگلستان نے اس کے حصہ
زیرین کو فتح کر لیا۔ ولیس نے تمام ملک میں قومی جوش بھڑکانے کی کوشش کی۔ گو شخص ذاتی طور پر نہایت

چالاک اور ہوشیار تھا۔ مگر لڑائی شاہجو نہ تھا۔ اسکو ہرگز نصیب نہ ہوا کہ اس قدر فوج جمع کرے جس کو لیکر
ایک جان ہو کر لڑائی لڑے۔ اسکو فالکرک پر شکست ملی۔ درحقیقت اس شخص کو ناکامی نصیب ہوئی تاہم آئندہ
کی کامیابی کیواسطے جو اس کے دل میں قومی حمیت تھی وہ نہ زائل ہوئی۔ آخرکار دھوکے میں آکر ولیس پکڑا گیا
اور انگریزوں کے حوالے کیا گیا۔ لنڈن پہونچکر ۱۳۰۵ء میں سنٹ بارتھولومیو کے تیوہار کے
ایک روز قبل یہ قلعہ سمتھ فیلڈ میں لایا گیا اور یہاں اسے پھانسی ملی۔ غرض اس طرح شہید آزادی کو موت
کا شکار ہونا پڑا۔ مگر اسکی زندگی لاحاصل نہ ثابت ہوئی۔ اس نے اپنے اہل ملک کے دلوں میں حب الوطنی پھونک
دی۔ اور وہ زمانہ آگیا جب یہ اس قابل ہو گئے کہ اسکی تمثیل کی تقلید کامیابی سے کرسکے ؛

رابرٹ بروس قوم نارمن سے تھا۔ یہ آدھا انگریز اور آدھا سکاچ تھا۔ اور اپنی مادری قرابت سے
اس نے سکاٹ لنڈ کے تخت کا دعویٰ کیا۔ بہت کچھ خطرے اور چند در چند مصائب برداشت کرکے جن کا
اس نے نہایت دلیری سے سامنا کیا۔ اس نے محبان وطن کی ایک فوج جمع کی۔ اور ۱۳۱۴ء میں مقام
بنکبرن پر یہ انگریزوں کے سامنے ہوا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے تمام فوج نے دوزانو ہو کر نماز کے واسطے
سر جھکائے۔ ایڈورڈ ثانی شاہ انگلستان دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے مصاحب کی طرف پھر کر کہا: "ار
جنٹائن۔ باغی مطیع ہوگئے! یہ معافی کے خواستگار ہیں!" جواب ملا۔ "جہاں پناہ آپ بجا فرماتے ہیں۔
مگر وہ آپ سے معافی کے خواستگار نہیں!"۔ غرض لڑائی شروع ہوئی اور سکاٹ لنڈ کا ستارہ
غالب رہا ؛

روم میں جو انگریزی سفیر تھا اس نے جان دوازدہم کو تحریک کی کہ رابرٹ بروس کو لکھے کہ سلطنت
سکاٹ لنڈ کو مذہبی طور پر یہ اپنے زیر فرمان کرے۔ اس عریضے کے آنے پر اوبروتھ میں ۱۳۲۰ء میں ایک
بڑی مجلس منعقد ہوئی۔ آٹھ ارل اور ۳۱ اور امرا نے مجلس کی طرف سے ایک خط پوپ کو اپنے دستخط سے
لکھا کہ "جب تک ہم میں سے ایک متنفس بھی زندہ ہے ہم ہرگز انگلستان کے مطیع نہوں گے۔
ہم نہ تو شان عالی کے واسطے لڑتے ہیں نہ دولت یا عزت کے واسطے۔ بلکہ صرف آزادی کی خاطر جسکو ہر ایک
جاندار دنیا کے پردے پر پسند کرتا ہے"۔ گو بکثرت لڑائیاں ہوئیں۔ اور بڑی بڑی زبردست قوموں نے
اس کمزور قوم کو اپنے مذہبی طریقوں کے اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ مگر نتیجہ کچھ نہوا۔ تمام تواریخ
سکاٹ لنڈ کی ان کوششوں کی مجسم تردید ہے۔ اسکا سبق ہے اول تو شخصی طاقت اور بعد میں
ضمیر منیرہ کے حقوق ؛

انہیں ایام میں ایک اور شکست انگریزوں کو نصیب ہوئی جو بنکبرن کی طرح بعد میں بہت مفید ثابت ہوئی

خداتعالیٰ کی زمین پر کتنی جگہ اس کے بندوں کو سناؤں ؟ روٹی نے ابھی مجھ سے منہ نہیں پھیرا ! نہیں
ہرگز ! ہرگز ! نہ واپس جاؤں گا !" غرض اس طرح ڈینیٹ نے اس معافی سے انکار کیا - اور بیس سال
تک جلاوطن رہکر ریونیا میں ۱۳۲۱ء میں فوت ہوگیا ؟

کوئی ایک صدی بعد ایک اور آزادی کا پہلوان پیدا ہوا جو کہ ایک نہایت ایماندار - وفادار - جان نثار
اور ولی شخص تھا اور جو کہ تواریخ کے جواہرات میں سے ہے یعنی **جیرولامو سیوونا رولا** - یہ فرارا میں
۱۴۵۲ء میں پیدا ہوا - اسکے والدین گو غریب مگر اشراف تھے - اس کا والد عدالت کا چپراسی تھا اور اس کی
ماں نہایت نیک چلن اور اشراف عورت تھی - پہلے یہ تجویز ہوئی کہ جیرولامو کو طبابت سکھائی جاوے مگر اسکا
میلان طبیعت اسکو کسی اور ہی طرف کھینچ لیگیا ؟

اٹلی ابتک اپنی خرابی - بد ہوائی اور بد ذاتی میں مبتلا تھا - امیر غریبوں پر ظلم کرتے تھے - اور غربا بیچارے لاچار
بے یار و مددگار مصیبت زدہ تھے اور زمانہ کی ٹھوکریں کھا رہے تھے - اس شخص نے دنیا کو اپنا مخالف پایا !
چاروں طرف جو جو عیوب پھیلے ہوئے تھے اُن کو دیکھکر یہ کانپ اٹھا - اس لئے کہا " یہاں کوئی نہیں بلکہ
ایک بھی نہیں جو اس چیز کا خواہاں ہو جسے نیکی کہتے ہیں - ہم بچوں اور ادنے درجہ کی مستورات سے کچھ آہستہ
سیکھ سکتے ہیں کیونکہ ان میں کسیقدر نیکی باقی رہ گئی ہے - نیکوں پر ظلم کیا جاتا ہے اور یہ ستائے جاتے ہیں -
غرض اہل اٹلی اُن مصریوں کی طرح ہیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا تھا "

آخرکار جیرولامو نے ارادہ کیا کہ بدی کی اس دنیا کو ترک کرکے اپنے کو تمامتر مذہب کیواسطے وقف کردے - تیئیس
سال کی عمر میں اس نے اپنا بقچہ باندھا اور بغیر اپنے والدین سے رخصت ہوئے گھر سے نکلکر بلوگنا میں
پہونچا - یہاں خانقاہ سان ڈومنگو میں گیا اور نوکری کی اجازت مانگی - چنانچہ اسپر فی الفور یہاں اسکو نوکری
مل گئی اور اس نے اپنا کام سیکھنا شروع کیا ؟

اسکے بعد اس نے اپنے والد کو مکان چھوڑنے کے وجوہات حسب ذیل لکھے : - بعض اغراض نے مجھکو دینداری
کی زندگی اختیار کرنے کی تحریک کی وہ حسب ذیل ہیں : - دنیا کی بڑی بھاری مصیبت - لوگوں کی شرارت - اُنکی
اوباشی اور لہو و لعب - انکا تکبر اور بت پرستی اور کفر . . . . . . میں اٹلی کے اندھے باشندوں کی شرارت
کو زیادہ نہ برداشت کر سکا - اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ میں ہر جگہ دیکھتا کہ نیکی کی تحقیر کی جاتی تھی اور بدی کی توقیر
اس سے بڑھکر کوئی غم میں اس دنیا میں برداشت نہیں کرسکتا - اور اسلیے میں نے اس پاک پروردگار
سے دعا مانگی کہ وہ مجھکو اس بدنامی کیواسطے صحیح و سلامت نکال لے - متواتر یہ دعا میری زبان پر رہتی تھی کہ
خدا مجھکو وہ راستہ بتلائے جسکو میں اختیار کروں - اب بجز اسکے میں اور کچھ نہیں لکھ سکتا کہ آپ چونکہ جوانمرد

جو کچھ یہ ہے نہ کم نہ زیادہ - یہ امر گو قانونی نہیں مگر اخلاقی فرض ہے - کیونکہ یہ ایک فرض ہے جو ہر ایک شخص پر دیانت سے اسکے ہمسایہ کا واجب ہے - اور صداقت کا اظہار انصاف کا سب سے بڑھکر ضروری حصہ ہے"

انجام کار لورنیزو ڈی میڈیسی فلارنس سے دلا کوریجی میں دنیا سے کوچ کرنے کو آیا - گو موسم بہار کا تھا اور چاروں طرف اس مقام کے قدرتی نظاروں سے روح اور نظر کو تفریح حاصل ہوتی تھی مگر اسکی مرض اور تکلیف کو کوئی چیز بھی کم نہ کر سکی - لورنیزو اپنے بستر مرگ پر تھا - تمام دوائیاں استعمال کی گئیں مگر قیمتی سے قیمتی دوائیاں بھی بے اثر ثابت ہوئیں - اس عظیم الشان اور اعلےٰ مرتبہ شخص کو کسی دوا نے نہ بچایا - اب اس نے مذہب کی طرف اپنا خیال پھیرا - جس قدر یہ موت کے قریب ہوتا گیا اسکے گناہ اُسیقدر زیادتی سے اسکی نظر کے سامنے آنیلگے - مرتے دم کی مذہبی عادات بھی اسکی تسلی نہ کی اسکا تمام اعتقاد لوگوں سے اُٹھ گیا تھا - کیونکہ ہر ایک شخص نے اسکی خواہشوں کی متابعت کی تھی - بلکہ یہاں تک کہ اُسے اپنے پادری کی صدق دلی کا بھی اعتماد نہ تھا - "کسی شخص کو بھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ میرے سامنے ثابت قدمی سے نہیں کا کلمہ کہتا" بعد ازاں اسکو سیوونورولا کا خیال آیا - "یہ شخص اُسکی دھمکیوں یا خوشامدوں کا کبھی مطیع نہوا تھا" مجھکو اس سے بڑھکر کوئی راہب متدین معلوم ہوا" اس نے سیوونورولا کو طلب کیا تاکہ اسکے سامنے اپنے گناہوں کا مقر ہو - جسوقت اس راہب کو لورنیزو کی خوفناک حالت کی خبر ہوئی - یہ فوراً اُسکے پاس پہونچا

پروفیسر **ولاری** لورنیزو اور سیوونورولا کی ملاقات کا اس طرح بیان کرتا ہے - سیوونورولا نہایت ادب اور توقیر سے قریب المرگ لورنیزو کے بستر کے قریب آیا - لورنیزو نے کہا کہ تین گناہ ہیں جن کا اقرار اسکے سامنے کرنا چاہتا تھا - اور جن کے لیے یہ معافی کا خواستگار تھا - اول تو والٹیرا کا محاصرہ - دوئم مونٹے ڈل فیئسیولا سے روپیہ حاصل کرنا جس سے بہتسی اموات ظہور پذیر ہوئیں - اور سوئم پاٹزی کی سازش پر خونریزی - اتنا کہکر لورنیزو کی حالت پھر بگڑنے لگی - اور سیوونورولا نے بار بار یہ کہکر اسکو مطمئن کرنیکی کوشش کی "خدا نیک ہے اور وہ رحیم ہے"

لورنیزو جسوقت کہہ چکا اُسوقت سیوونورولا بولا: "تین چیزوں کی آپکو بالضرور ضرورت ہے" "اور قبلہ وہ کیا ہیں؟" سیوونورولا کا چہرہ سنجیدہ بن گیا اور اس نے اپنے دہنے ہاتھ کی انگلی اُٹھاکر کہا "اول تو یہ ضروری ہے کہ خداوند تعالی کے رحم پر آپکا پورا پورا اور سچا بھروسہ ہو" "یہ مجھمیں بخوبی ہے" "دوم یہ ضروری ہے کہ جو آپ نے ناانصافی سے لیا ہے یا تو آپ واپس کریں یا اپنی اولاد کو تاکید کریں کہ وہ واپس کرنے کی وصیت کرجائیں" اس امر سے اسکو بہت تعجب اور غم ہوا مگر تاہم نہایت

جادو سے غایب ہو گئے - اور اسپر عوام الناس کی توجہ سیو ونورولا کی طرف مبذول ہوئی - اس نے سلطنت جمہوری تجویز کی اور کہا کہ یہی ایک ایسی چیز ہے جو تباہی عامہ سے بچ رہی ہے - اور جس نے طاقت - استقلال اور ترقی کو پیدا کیا ہے - اسپر ایک بڑی طول طویل بحث چھڑی - اور آخرکار ایک عارضی سلطنت قایم ہوگئی غرض سطح ایک ہی سال کے دوران میں فلارنس کی آزادی قایم ہوگئی +

سیو ونورولا برابر وعظ کرتا رہا - اس نے سلطنت کی اصلاح کلیسیا کی اصلاح اور اطوار وعادات کی اصلاح پر بہت زور دیا - اس نے لوگوں کو آزادی کے استعمال پر قریباً مجبور کیا - یہ کہتا ہے :" سچی آزادی اور جو کہ اصلی آزادی ہے نیک زندگی بسر کرنے کے ارادے میں موجود ہے - وہ کس قسم کی آزادی ہو سکتی ہے جو ہمکو خود اپنے جذبات کا مظلوم بنا دیتی ہے ؟ مگر اے باشندگان فلارنس کیا تم آزادی چاہتے ہو ؟ اے اہالیان شہر تم آزاد ہونا چاہتے ہو ؟ تو سب سے بڑھکر اپنے خدا سے محبت کرو - اپنے ہمسایہ سے محبت کرو - اور ایک دوسرے سے محبت کرو - جب تم میں یہ محبت اور یہ یگانگت ہوگی تب تم کو سچی آزادی حاصل ہوگی "+

جمہوری سلطنت نے جو کچھ اور عوام الناس کی نفع رسانی کیواسطے قواعد مقرر کیے ان میں محصول کی کمی بھی تھی - انصاف کی ترقی - اور مانٹے ڈی پاسٹا کے صرافخانے کے سودی روپیہ کا بیوپار - یہودی قلیل رقموں پر بھی عام مزدوروں سے ۳۲ ½ فی صدی سود لیتے تھے - اور اسکے برعکس مانٹے ڈی پاسٹا کے صرافخانے سے غربا کو عارضی قرض نہایت ہی خفیف شرائط پر دیا جاتا تھا - اور یہ سیو ونورولا ہی کی کوششوں کی بدولت صرافخانہ قایم ہوا تھا - اس جمہوری سلطنت نے ڈینٹ کی جلاوطن اولاد کو بھی واپس بلا لیا جو اسوقت حد درجہ کے افلاس میں ڈوبی ہوئی تھی +

اسی اثنا میں اہل شہر کی وضع قطع بھی بالکل بدل گئی - عورتوں نے اپنے زیورات سے کنارہ کیا اور بہت سادی پوشش اختیار کی - نوجوان باحیا اور دیندار بن گئے - دوپہر کو آرام کرنے کے وقت تاجر اور دوکاندار یا تو انجیل پڑھا کرتے یا اس متقی راہب کی کوئی کتاب دیکھا کرتے - گرجا نماز کے وقت بھرے ہوتے - اور غریبوں اور مفلسوں کو کھلے دل سے خیرات دی جاتی تھی - مگر سب سے بڑھکر طرفہ یہ تھا کہ دوکاندار اور سوداگر اپنے ضمیر کے وسواس سے تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کرتے جو بعض اوقات ہزار تک پہونچ جاتیں اور یہ اس غرض سے تاکہ جو کچھ انہوں نے بددیانتی سے کمایا تھا اسکے عوض دیں - غرض جو کچھ ہوا یہ صرف ایک اکیلی جان کے اثر سے تکمیل کو پہونچا +

۱۴۹۵ء میں سیو ونورولا بہت تھک گیا - اسکی آمدنی بہت ہی تھوڑی تھی اور یہ ہمیشہ پابندی سے اپنے روزے رکھا کرتا - اس کا بستر سخت تھا - اسکا کمرہ بالکل بے رونق تھا اور کسی آرام کی اسکو خواہش نہ تھی - جس قدر یہ دوسروں سے سختی سے پیش آتا اسی طرح یہ اپنے سے سلوک کرتا - یہ نہایت ہی دبلا ہوگیا - طاقت اسکی سلب ہوتی گئی

معلوم ہوتی تھی۔ اور اندرونی شکایت سے اسکی کمزوری اور بھی بڑھ گئی۔ ولاری کہتا ہے "غرض اس کا سبب
کی اسیری اور سیت اس وجہ کی تھی کہ ملکی تنازعوں اور جھگڑوں کا ختم ہونا تھا کہ اس نے پھر کبھی ایک وعظ شروع
کیئے۔ اسکی جسمانی کمزوری نے اسکی اخلاقی قوت کو بہت کچھ بڑھا دیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے تھے اور
بدن اس کا کانپتا تھا۔ اس کا کلام معمول سے بڑھکر لوگوں کے دلوں پر منقش ہوتا اور یہ اُسے نہایت پسند کرتے"۔
سرلامکی کہتا ہے "سیونورولا نے ایک نہایت خوفناک اور ہیبتناک وعظ کیا جو لفظ بلفظ لکھکر پوپ کے
پاس بھیجا گیا۔ پوپ نے نہایت غضبناک ہوکر ایک بشپ کو بلایا جو اُسی کا ہمپایہ اور نہایت عالم و فاضل تھا
اور اس سے کہا "اس وعظ کا جواب دو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم اس افسر خانقاہ سے بحث جاری رکھو" بشپ
نے جواب دیا "حضرت سلامت میں اس کا جواب دوں گا مگر مجھکو اُن وسائل کی ضرورت ہے جن سے میں اس پر
غالب آسکوں" پوپ نے کہا "کیا وسائل؟" بشپ کہتا ہے کہ "ہمکو لونڈیاں رکھنی چاہئیں۔ اور کلیسیا
کے عہدے خریدنے نہ چاہئیں۔ اور جو کچھ یہ کہتا ہے برحق ہے" پوپ نے پوچھا "مگر اسے اس سے کیا مطلب
ہے؟" بشپ نے جواب دیا "اسے انعام دیجئے۔ اسے اپنا دوست بنائیے اور سرخ ٹوپی (کلیسیائی افسری
کی کلاہ) دیجئے تاکہ وہ یہ کہنا چھوڑ دے اور جو کچھ اس نے کہا ہے اس سے گریز کرے"۔

۱۴۹۷ء میں سیٹوبیسی کے خیرخواہوں کی ایک مجلس نے اسکو قتل کی دھمکی دی۔ انکا خیال تھا کہ اس افسر خانقاہ
کو جان سے مار دینے میں جمہوری سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسپر ایک مسلح جماعت نے اُسے گھیر لیا اور سنٹ مارک
کی خانقاہ تک اُسکے ساتھ گئی۔ پوپ بورجیا سکسٹس ششم نے روم سے ایک فتوے بھیجا جس میں اسکے تمام وعظوں
کی تردید تھی اور ساتھ ہی اسپر الزام لگایا کہ یہ جھوٹے مسائل کا پھیلانے والا تھا۔ مگر آخر کار پوپ نے اپنا حکم منسوخ
کر دیا۔ اور سیونورولا کو سابق کی طرح وعظ کرنے کی اجازت مل گئی۔ پوپ نے اسکے سامنے کارڈنل کا عہدہ
پیش کیا بشرطیکہ اپنی اس زبان کو بدل دے جو اُس نے وعظ میں استعمال کی تھی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ دوسرے روز
صبح کو جو اٹھتے تو ڈومو میں وعظ کیا اسمیں اس نے کہا "میں نہ تو کوئی سرخ ٹوپی چاہتا ہوں نہ کلیسیائی افسری کا
تاج خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ میں بجز اُس چیز یعنی موت کے اور کچھ نہیں چاہتا جو بڑے بڑے اولیاؤں کو نصیب
ہوئی ہے۔ اگر مجھکو مرتبہ و منصب کی خواہش ہوتی تو تم جانتے ہو کہ میں یہ بوسیدہ اور شکستہ قبا نہ پہنے کھڑا ہوتا
میں اپنے فرض کی خاطر اپنی جان بھی دینے کو کمربستہ کھڑا ہوں"۔

جمہوری سلطنت پر بڑے بڑے مصائب آئے۔ غرباء گلیوں اور نگیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے اور بھوک
سے جان بلب ہو رہے تھے۔ اور اب وبا پھیل گئی اور عصمت کا بازار خوب گرم ہوا۔ خانقاہ سنٹ مارک بھی اسکی نظر
سے نہ بچی۔ سیونورولا نے بزدل اور بیماروں کو شہر کے باہر بھیجدیا اور آپ خانقاہ میں ۱ شہر میں کوئی ۱۰۰ آدمی

سودمند ثابت ہوتے تھے۔ سیوونورولا ہمیشہ وبائی مریضوں کے پاس جاتا۔ اور قریب المرگ لوگوں کے بستر پر جا کر مذہبی رسومات ادا کرتا۔ کوئی ایک مہینہ بعد وبا دور ہو گئی اور جمہوری سلطنت کی مخالفت نے پھر زور پکڑا ۔

پوپ نے مئی ۱۴۹۷ء میں سیوونورولا پر مردودی کی سزا صادر کی ہر ایک شخص کو سخت ممانعت کی گئی کہ اسکو کسی طرح مدد نہ دی جائے۔ اور ہر طرح کا اس سے قطع تعلق کیا جائے کیونکہ یہ مذہب سے خارج کیا گیا تھا اور کافر تھا۔ دوسرے مہینے مردودی کا حکم شائع ہو کر تمام معبدوں میں پڑھا گیا۔ پادری خانقاہوں کے افسر اور بہت سے مذہبی آدمی جمع ہوئے۔ پوپ کا حکم پڑھا گیا۔ اور اس کے بعد روشنی گل کر دی گئی اور سب طرف تاریکی چھا گئی

دو روز بعد جب خانقاہ سنٹ مارک کے آدمی نماز میں مشغول تھے اُنھوں نے لوگوں کو دیکھا کہ باہر کھڑے ہوئے شور و غل مچا رہے تھے اور اینٹ پتھر خانقاہ میں پھینک رہے تھے۔ حاکمان عدالت نے اسمیں کچھ مداخلت نہ کی اور دن بدن ابتری پھیلتی گئی۔ اوباشی نے پھر ظہور پکڑا۔ عیاشی ہونے لگی اور شراب خانے لوگوں کے ہجوم سے بھر گئے۔ اور حب الوطنی اور آزادی کے تمام خیالات کالعدم ہو گئے۔ غرض سیوونورولا کی مردودی کے نتائج تھے۔ بہت سی کوششیں کی گئیں کہ سزا منسوخ کیجائے مگر سب میں ناکامی ہوئی۔ پوپ نے اہل شہر کو مذہبی سزا کی دھمکی دی اور حکم بھیجا کہ سیوونورولا روم کو گرفتار کر کے بھیجا جائے مگر مذہبی افسروں نے جواب لکھا کہ سیوونورولا کو شہر بدر کرنے میں فلارنس کو بہت خطرات اور مصائب کا سامنا ہو گا۔ انہوں نے اُسے گرجا میں وعظ کرنے کی تحریک کی اور اُس نے منظور کیا۔ اور اپنا آخری وعظ اُس نے ۱۸ مارچ ۱۴۹۸ء کو کیا ۔

اب عوام الناس کی رائے میں بہت انقلاب پیدا ہو گیا۔ یہ آندھی کی طرح تمام شہر میں پھیل گیا۔ سیوونورولا نے ۸ سال تک فلارنس میں وعظ کیا تھا۔ اس نے لوگوں کو خبردار کیا تھا کہ توبہ کریں۔ ایک دوسرے سے شفقت اور سلامت روی سے پیش آئیں۔ آزادی کیواسطے کوشش کریں۔ قماربازی اور لہو و لعب کو ایکطرف کر دیں اور ان کو سب سے بڑھکر یہ تحریک کی تھی کہ کلیسیا میں خداوند تبارک تعالیٰ کی معاونت سے فی الفور اصلاح شروع کریں۔ یہ فلارنس میں سب سے بڑھکر ہردلعزیز تھا۔ مگر اب اسکی ہردلعزیزی لوگوں کے دلوں سے مفقود ہو گئی اور گویا ایک طرح پر کایا پلٹ گئی۔ یا تو سیوونورولا کے پیرو غائب ہو گئے یا چھپ رہے کیونکہ تمام فلارنس اُسکی مخالفت پر کمربستہ تھا ۔

اہل فلارنس نے اسے آگ کے[1] امتحان تقدیری پر مجبور کیا جو کہ یورپ کے زمانہ وسطی میں ایک عجیب طور پر مروج تھا۔ سیوونورولا نے اس سے قطعی انکار کیا گو اُسکے بھائی کی مرضی تھی کیونکہ وہ ہر طرح اسکو لغویت اور گناہ سے

---

[1] زمانہ وسطی میں یورپ میں اگر کوئی شخص کسی جرم کا مجرم قرار پاتا تھا تو اُسے اپنی بیگناہی یا تجلی آگ میں چلے جانے اور صحیح سلامت نکل آنے یا گرم لوہے پر چلنے اور نقصان نہ پہونچنے یا کسی اور ایسے وحشیانہ طریق سے ثابت کرنی پڑتی تھی ۔

سمجھا تھا۔ لیکن سیوونوروالا نے اس تجویز کے حمق کو سمجھ لیا اور ہرگز اسکے قبول کرنیکی حامی نہ بھری۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے خانقاہ سنٹ مارک پر جمع ہو کر حملہ کیا اور اسکو جلا دینے کی دھمکی دی۔ سیوونوروالا کے بھی کئی ایک مسلح دوست یہاں موجود تھے اور انھوں نے اسکی حمایت کرنا چاہی مگر سیوونوروالا نے کہا: "مجھکو ان کے پاس جانے دو کیونکہ یہ طوفان میری ہی وجہ سے برپا ہوا ہے۔ مجھکو چھوڑ دو کہ اپنے کو دشمنوں کے حوالے کر دوں" مگر اسکے ہمراہیوں نے اسکو اس سے روکا اور منع کیا ✣

اسکے بعد سپاہیوں کو ایک فوج کا دستہ بھیجا گیا۔ اور انہیں نے خانقاہ پر پہنچکر ہر ایک شخص کو ہتیار رکھدینے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ سیوونوروالا شہر بدر کر دیا گیا تھا اور یہ اسکو فلارنس سے ۱۲ گھنٹے کے اندر اندر نکال لینے کے واسطے آئے تھے۔ خانقاہ میں جو مسلح آدمی تھے وہ اسکی حمایت کو آگے بڑھے اور بہت سے دونوں فریق کے مارے گئے۔ سیوونوروالا اپنی نماز میں مشغول رہا۔ مگر آخرکار بندگان خدا کی خونریزی دیکھکر اُس نے اپنے رفیقوں اور دوستوں کو مقابلہ سے روکا اور کتب خانے میں اپنے ہمراہ آنے کو کہا ✣

یہاں کتب خانے میں پہونچکر اُسنے اپنے ہمراہیوں کو اس طرح مخاطب کیا: "برخوردار۔ خدا کے حضور میں اور تمہارے درمیان اور اپنے دشمنوں سے گھرا ہوا مَیں اپنی تعلیم کی صداقت کا مقر ہوتا ہوں۔ جو کچھ مَیں نے تمکو تعلیم دی وہ خدا سے مجھکو پہونچی تھی اور اپنی صداقت کیواسطے مَیں اُسی رب العالمین کو اپنا شاہد قرار دیتا ہوں۔ مجھکو مطلق خیال نہ تھا کہ تمام شہر اس طرح مجھ سے پھر جائیگا۔ مگر خدا کی مرضی! میری آخری نصیحت تمکو یہ ہے۔ ایمان کو ایماندار۔ صابر اور نمازی بناؤ۔ میں تمکو رنج و غم میں چھوڑتا ہوں اور دشمنوں کے پنجہ میں جاتا ہوں۔ مَیں نہیں جانتا کہ آیا وہ جان لینگے یا نہیں۔ مگر یہ مجھکو یقین ہے کہ مرکر آسمان میں مَیں تمہارے واسطے بہ نسبت دنیا کے بہت کچھ بھلائی کر سکوں گا۔ تم مطمئن رہو۔ صلیب سے بغلگیر ہو اور اُسکے وسیلہ سے تمکو نجات کا راستہ ملیگا" ✣

فوج کا دستہ خانقاہ میں گھس آیا اور سیوونوروالا قید ہو گیا۔ اسکے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے اور قیدیوں کی طرح سے یہ چلا۔ لوگ ایسے غضبناک اور برانگیختہ ہو رہے تھے کہ بمشکل تمام اسکو قتل کرنے سے باز رہ سکے۔ اسکے دو ہمراہیوں نے اسکے ہمراہ جانے پر اصرار کیا۔ سگنوری میں پہونچکر تینوں راہب علیحدہ علیحدہ کوٹھریوں میں قید کر دیئے گئے ✣

سیوونوروالا کو فی الفور اذیت دی گئی۔ یہ اوپر کی منزل میں مجسٹریٹ کے سامنے لیجایا گیا۔ اور جب اس سے سوال پوچھ چکے۔ اسکو دھمکی دے چکے۔ اور گستاخی اور بے ادبی سے اس سے پیش آئے انھوں نے اسے رسّی سے باندھا۔ اس قسم کی اذیت میں یہ ہوتا تھا کہ ایک رسّی ایک چرخی پر سے گذرتی ہوئی ایک بڑی لمبی

یہ شہادت ادا کیں - اسکے بعد یہ پیازا میں طلب ہوئے یہ نشستگاہیں یہاں بنائی گئی تھیں جن پر علیحدہ علیحدہ پوپ کے کمشنر - فلورنا کا بشپ اور حاکم بیٹھے تھے - پھانسی کا چبوترہ ان نشستگاہوں سے نیچے تھا - اسکے انتظام میں ایک کڑی سے ۳ زنجیریں اور ان میں پھانسی کی ڈوریاں لٹک رہی تھیں - ان تینوں راہبوں کو پھانسی ڈوریوں سے ملنی تھیں اور زنجیریں اسواسطے تھیں کہ اس سے ان کی لاشیں باندھکر لٹکائی جائیں تاکہ جو آگ نیچے جلتی تھی وہ اُن کو جلا کر راکھ کردے +

قیدی سیڑھیوں سے نیچے اُترے - ان کے فرغل اوپر سے اُتار لیئے گئے اور صرف نیچے کے کپڑے اُن کے بدن پر رہ گئے - اُن کے پیر ننگے اور ہاتھ بندھے ہوئے تھے - پہلے یہ فلورنا کے بشپ کے سامنے لائے گئے جس نے اُن کو سخت سست کہا - بشپ نے سیوونرولا کا ہاتھ پکڑا اور کہا " میں بہادری اور نصرت سے تجھکو کلیسیا سے جُدا کرتا ہوں " اسپر اس نیکبخت نے یہ کہکر اسکی غلطی درست کی " بہادری سے نہ کہ نصرت سے نصرت آپ کا کام نہیں ہے!" پھر یہ پوپ کے کمشنروں کے پاس پہونچے جنہوں نے ان کو کفر اور بیدینی کا ملزم قرار دیا - اور بعد میں یہ آٹو کے سامنے جس نے حسب دستور سب کی رائے لی جو بلا دقت منظور ہو گئی +

اب یہ موت کے واسطے تیار تھے - تینوں راہب نہایت ثابت قدمی سے پھانسی کے چبوترے کیطرف بڑھے - ایک پادری مسمی نروولی نے سیوونرولا سے پوچھا " آپ کس دل سے یہ شہادت کا جام پیتے ہیں؟" اس نے جواب دیا: " یہ خدا کو معلوم ہے " یہ اسکے آخری الفاظ تھے جو اُسکی زبان سے نکلے - پہلے اسکے دونوں ہمراہیوں کو باری باری پھانسی ملی اور ان کے درمیان جو پھانسی خالی رہ گئی تھی اُسکی طرف اسکو لیگئے - یہ چبوترے پر چڑھا - اور پہلے اُن لوگوں پر اس نے نگاہ کی جو ڈیومو میں اسقدر اسکے فرمانبردار تھے کہ اسکا موںھ تکتے رہتے تھے - کیسا تغیر! یہ تلون مزاج ہجوم اب اسکی موت کا خواہاں تھا - اس نے رسی ڈالنے کیواسطے اپنی گردن آگے کردی - اور ایک دم میں اسکا خاتمہ ہو گیا - ان تینوں راہبوں کی لاشیں زنجیروں سے باندھی گئیں اور فی الفور آگ نے ان کو راکھ کردیا - ۲۳ مئی ۱۴۹۸ء کا دن تھا اور ۴۵ سال کی اسکی عمر تھی کہ اسکو پھانسی ملی +

گو لوتھر نے اسکو پراٹسٹنٹ فرقہ کا شہید سمجھا مگر اسکی موت کا باعث یہ نہ تھا بلکہ اسکا باعث اسکی آزادی کی فرط محبت تھی - اسکا منشا یہ نہ تھا کہ کلیسیا سے قطع تعلق کرے - بلکہ اسکی یہ غرض تھی کہ مذہب اور آزادی کا رشتہ مستحکم کرے اور اُن کو اُن کے سچے اصولوں پر پہونچاوے - اور یہی وجہ تھی کہ اُسنے جام شہادت پیا - اور یہی باعث تھا کہ اُسنے اپنے خالق اور اپنے ملک کی خاطر اپنی جان بھی دریغ نہ کیا -

جن صلاحوں کی اُس نے تحریک کی تھی جس وقت یہ پورے ہوجائینگے اُسوقت اٹلی کے سر پر تہذیب اعلیٰ
شائستگی کا تاج رکھا ہوگا ۰

فلارنس نہایت ہی مشہور شہروں میں سے ہے - یہ بڑے بڑے عالی خیال مشہور شاعروں اور اعلیٰ
شاعروں یعنی ڈینٹ گلیلیو - لیونارڈو ڈا ونسی - میکائیل انجلو - ریفائیل
ڈوناٹیلو - لوکا ڈیلا روبیا - مکیاویلی اور اور بہت سے مشہور اور شہرہ آفاق شخصوں
کی جائے رہائش تھا - یہاں وہ بت ملتے ہیں جو دنیا کو فریفتہ کرتے ہیں - یہاں اٹلی کے سب سے بڑے
نقاشوں اور مصوروں کی دستکاریاں - گلیلیو کی رصدگاہ - اور خود یہ مقام ڈینٹ کا مولد - لورنیزو
ڈی میڈیسی کی جائے وفات اور میکائیل انجلو کا وطن اور مدفن ہے +

مگر شاید نہایت ہی دلکش اور عمدہ جگہ فلارنس میں ڈیومو ہے جہاں سیونورولا نے اسقدر موثر فصاحت
سے وعظ سنائے تھے - سنٹ مارک کی خانقاہ جہاں اس نے اپنی مفلسی تقوے اور مطالعہ کی زندگی
بسر کی - اور پلازو سگنوریا جہاں یہ ظالموں کے پنجوں میں آیا اور جام شہادت پیا - یہاں ایک انجیل
ہے جسے یہ پڑھتا تھا - اور منبر پر کھڑے ہوکر اس سے وعظ کیا کرتا تھا - یہ ایک چھوٹی تقطیع کی انجیل ہے
جسپر سپید حاشیئے چڑھے ہوئے ہیں اور خط ایسا باریک ہے کہ بغیر دوربین کی مدد کے اُسے پڑھنا قریباً ناممکن
ہے - یہ سب چیزیں یہاں انسان دیکھ سکتا ہے مع اسکی تصویر - قلمی نسخوں اور اور بہت سی چیزوں کے جو اسکی
یادگار ہیں +

اٹلی نے فلارنس سے ڈینٹ کی جلاوطنی کی بہت کچھ تردید کی ہے - اور اسکا ثبوت اسطرح دیا کہ اسکی یادگاریں
تمام بڑے بڑے شہروں میں اسکے بت قائم کیئے ہیں - مگر اسکو سیونورولا سے کیوں نہ انصاف سے پیش آنا
چاہیئے - اور وہ سیونورولا جو محب وطن اور شہید تھا - اور کیوں نہ اٹلی اسکی ایک یادگار قائم کرے جو آیندہ
زمانے کے واسطے ایک تمثیل کا کام دے ؟ وہ مقام ابتک موجود ہے یعنی وہ احاطہ جہاں اس نے اس قدر
بہادری سے مذہبی اور انسانی آزادی کی خاطر اپنی جان عزیز کو الوداع کہی +

باب ہشتم

جہاز ران

کوئی چیز بھی اُن وحشیوں کیواسطے ایسی مفید اور سود مند نہ ثابت ہوگی جس قدر تجارت کی اشاعت جوکہ اُن کی ہمت کو اسپر آمادہ کریگی کہ اپنی سرزمین سے وہ اشیا پیدا کریں جنکی پیداوار کے یہ قابل ہے اور ان پیداوار کو اُن اشیار کے تبادلے میں نہایت نفع دیگا جن سے کہ فی الحال یہ بے بہرہ ہیں مگر جن سے کہ جب یہ بہرہ ور ہوں گے یہ ان کو درکار ہونگی اور ان کی ضروریات میں شامل ہو جائینگی"۔
کولمبس سے لیکر کپتان کُک تک نئے ممالک کا دریافت کرنا جہازرانوں ہی کا کام تھا۔ یہ قیاس ہے کہ اہل آئس لنڈ نے پہلے پہل شمالی امریکہ کو دریافت کیا مگر انہوں نے یہاں اپنی کوئی بستی نہ بنائی کولمبس اور امیریکا نش پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی دریافت کی ہوئی سرزمین دنیا کے سامنے پیش کیں۔ اور کولمبس کے بعد اہل پرتگال اور اہل ڈنمارک نے سب سے بڑھکر مُلک دریافت کیے۔ فرننڈو میجلان پہلا شخص تھا جس نے تمام دنیا کا دورہ کیا۔ ابھی اسکی عمر صرف ۲۰ سال ہی کی تھی جب کولمبس نے امریکہ کو دریافت کیا۔ پہلا سفر اُس نے افریقہ اور جزائر غرب الہند کا کیا۔ اور دوسرا جنوبی امریکہ کا۔ یہ گنی اور برازیل کے ساحل بحر پر ہوتا ہوا رائو ڈی جینیرا میں پہونچا۔ یہاں سے یہ جنوب کی طرف بڑھا اور راس میجیلان دریافت کی جسکے بعد یہ بحرالکاہل میں پہونچا۔
اہل ڈنمارک نے ممالک کے دریافت کرنے میں بہادری اور بے خوفی کا بھی بہت اظہار کیا۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کیتھے کا راستہ دریافت کرنے کی کوشش کرتے وقت راس شمالی کے ہولناک خطروں کا سامنا کیا۔ ان کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ انھوں نے جزیرہ نووا زمبلا دریافت کیا۔ اسکے بعد انھوں نے جنوب میں آگے جاکر آور بہت سے جزیرے آسٹریلیا۔ وان ڈیمنس لنڈ وغیرہ دریافت کیئے۔
راس امید سے ہوکر واسکو ڈی گاما نے جو ہندوستان کا راستہ دریافت کیا یہ تاریخ تجارت میں سب سے بڑھکر مشہور ہے۔ اس نے مغربی اقوام کو دور و دراز مشرق کا بحری راستہ دکھلا دیا۔ کہتے ہیں کہ ہوٹ مین پہلے شخص تھے جو راس امید کے راستے ہندوستان میں پہونچے اور یہاں انہوں نے فرنچ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی جس سے چھوٹی سی جمہوریہ ہالنڈ کو اسقدر تجارتی ملکی اور بحری طاقت حاصل ہوئی۔
ابتک انگریزی قوم تجارتی نہ تھی۔ تجارت مغرب کی طرف سفر کر رہی تھی۔ مگر ابتک انگلستان کو اسکی قدمبوسی کا شرف نہ حاصل ہوا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہ انگریزی اُون ملک کے باہر بلجیم میں بھیجی جاتی تھی کہ یہاں اُسکا کپڑا بُنا جائے۔ انگلستان میں جہازران تو بہت تھے مگر ان بیچاروں کو جہاز پر کوئی نوکری نہ ملتی تھی کیونکہ اس زمانہ میں تجارت کا نام نہ تھا۔ یہ لوگ بڑے لڑاکا تھے۔ جب کسی غیر قوم سے کوئی

لڑائی نہوتی تو یہ لوگ خود سمندر پر جا کر آپس میں لڑتے تھے۔ بعض اوقات بحری قزاقی سے بھی دریغ نہ کرتے۔
چنانچہ اپنے ساحل بحر سے نکلکر جب کوئی جہاز کسی غیر ملک کا اُن کے ہاتھ آتا اُسے پکڑ لیتے ۔
الزبیتھ کے زمانے تک انگلستان سے کوئی نسل بڑے بڑے جہاز رانوں کی نکلی۔ ڈریک
ریلے ہاکنس بہادران بحری کی تواریخ تو مشہور ہے۔ یہ گویا آنکھیں بند کرکے سطح بحر پر بڑھتے گئے۔
اور اُن سمندروں پر پہونچے جن کا اب تک علم نہ تھا۔ اور یہاں اُن ممالک کی جستجو کی جو زمانہ آئندہ میں اُن کی
اولاد کا وطن بننے کو تھے۔ اس زمانہ میں اہل اسپین اور انگریزوں میں چھڑی ہوئی تھی۔ اور اکثر ان میں باہم
بحری اور بری جنگیں ہوا کرتی تھیں۔ غرض اس طرح ایک بڑی بھاری فوج جہاز رانوں کی باقاعدہ اور
بہادر بن گئی جس کی کہ انگلستان کو خصوصاً اسوقت میں بہت ضرورت تھی۔ جب اسپین جو تمام اقوام یورپ
میں سب سے بڑھکر زبردست تھا "اجیت بیڑا" لیکر انگلستان پر چڑھ آیا تھا۔ یہ تواریخ میں نہایت مشہور
معرکہ ہے جو ملک مذہب عزت اور آزادی کی خاطر وقوع پذیر ہوا ۔

سر فرنسیس ڈریک ایسے بحری بہادروں میں سے ہے جس کا نام زمانے کی تواریخ میں سب سے بڑھکر
تعریف اور عزت سے لکھا ہوا ہے۔ مسٹر ماٹلے کی رائے ہے کہ یہ شخص سولھویں صدی میں بے نظیر گذرا
ہے۔ ڈریک پورا پورا جہاز ران تھا۔ ابتدائی زمانہ اس کا نہایت منکسر حالت میں گذرا۔ یہ ایک چھوٹے سے
جہاز پر شاگردوں کی طرح پھرتی ہوا۔ جہاں اس نے جہاز رانی سیکھی بعد اس جہاز کا مالک فوت ہوا اس جہاز
کو اپنے اس شاگرد کو دیگیا۔ چھوٹے چھوٹے سمندروں میں سفر کرنے کے بعد یہ جان ہتیلی پر رکھکر اولیسی عزیزی
اور جانفشانی کی کمائی ساتھ لیکر امیرالبحر ہاکنس کے ساتھ سفر کو چلا۔ اہل اسپین نے اسکو گرفتار کرلیا اور
بمشکل تمام یہ جان بچا سکا اور بعد میں جو اس نے اہل اسپین پر حملے کیئے ان میں بہت کچھ اسکو کامیابی
ہوئی ۔

شاہ اسپین نے تمام انگریزی جہاز۔ انگریز اور اُن کے اسباب کیواسطے تمام ہسپانیہ کے بندرگاہوں کے
راستے بند کردیا۔ ڈریک چند مسلح جہاز لیکر چلا۔ اور سان ڈومنگو۔ کارتھجینا اور سنٹ
آگسٹنس گرفتار کرلیئے۔ فلپ دوئم نے اب ایک بڑی بھاری فوج جمع کرنی شروع کی تاکہ اہل
اسپین اہل پرتگال اہل فلینڈرز اور اہل سسلی سب ملکر اس بیڑے انگلستان پر حملہ آور ہوں۔ اور [illegible] نے
تو اس مہم کے حق میں بہت کچھ دعائے خیر کی۔ ہر ملک کے لوگوں کی زبان پر یہ پیشین گوئی تھی کہ ۱۵۸۸
کا سال تمام ممالک کیواسطے نہایت ہی مصیبت ناک اور مضر ہوگا۔ اور اب یہ شبہہ ہوگیا کہ اس بحری مہم کا
شکار انگلستان بننے کو تھا مگر پھر بھی انگلستان مایوس نہوا تمام قوم یک دل و یک جان ہوگئی اس

بدلی اور بیجانی نے تمام فرقے کے لوگ خواہ وہ پراٹسٹنٹ تھے یا رومن کیتھلک مسلسل کر لیے۔ اسوقت شیکسپیر زندہ تھا اور اس نے اس طرح اس انگریزی آزادی پر حملے کا جواب لکھا۔

مسلح ہو کے ہر سمت دنیا کی اگر آئیں | چکھائیں مُنھ کی اُن کو ہمی خوب چھید دکھلائیں
مگر نہ ہے شر داخل اپنی انگلستان کی ہے صادق | گزند بکو نہ ہو نچائیگا کوئی ہے یقیں واثق

ڈریک نے ارادہ کیا کہ اسپین کی اس تیاری کا قلع قمع کرے۔ چنانچہ یہ اپنے ہمراہ سے چار شاہی اور ۲۴ لنڈن کے تجاروں کے جہاز لیکر چلا۔ ۱۵۸۷ء اوائل ماہ اپریل میں یہ انگریزی بیڑہ کیڈز میں جا پہونچا۔ اور جو جہاز یہاں اسپین کے انگلستان پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے انپر جا پڑا۔ ان میں سے بعض جہاز نہایت ہی بڑے بڑے تھے۔ دو رات اور ایک دن تک ڈریک ان پر گولیاں چلاتا رہا۔ حملہ کرتا رہا۔ اور آخر کار ان کو ایسی آگ لگادی کہ جس کی روشنی سے قلعہ کیڈز کی فصیل تک صاف صاف نظر آنے لگی۔ اپنے سفر سے جب یہ انگلستان کو واپس آیا یہاں بھی اس نے کوئی سو کے قریب اہل اسپین کی کشتیاں تباہ کیں۔ مال اسباب لوٹ لیا اور لوگوں کو قید کرلیا۔ یہاں اس نے گورنمنٹ کو اسپین کی طاقت اور اسکی بڑی بڑی تیاریوں سے آگاہ کیا چنانچہ اس نے کہا: "بہت جلد چالیس ہزار آدمی نہایت دلیر اور باقاعدہ انگلستان پر حملہ کرنے کے واسطے جمع ہونگے" اور انگلستان بھی اپنے کو مقابلہ کے قابل بنانے میں سست اور لاپرواہ نہ رہا۔

فلپ نے جہاں تک ہو سکا تھا اپنا بیڑہ اجیت بنانے کی کوشش کی۔ اس نے قریباً چالیس ہزار ڈیوکٹس (ایک سکہ) اس بیڑے پر صرف کردیئے۔ اور پوپ آف روم نے بھی ایک ہزار ڈیوکٹس اسکو بھیجے اور علاوہ اس رقم کے جو اس نے صرف کی اُسکے پاس بیس لاکھ ڈیوکٹس موقع ضرورت کے واسطے موجود تھے۔ اس بیڑے میں ۱۳۶ جہاز تھے۔ جسقدر جہاز ابتک دنیا میں بنے تھے اُن سے بڑھکر یہ بڑے تھے۔ اور اسمیں تیس ہزار ہسپانیہ کے پیدل اور بحری سپاہی۔ دو ہزار غلام تاکہ اگر ہوا بند ہو تو یہ جہاز چلائیں۔ اور ۲۹۰ پادری راہب اور افسر مذہبی افسر تھے۔ علاوہ اسکے ۳۰ ہزار فوج نیدرلنڈ میں جمع تھی جو کہ ذرا سے اشارے پر بیڑے کی فوج کی مدد کیواسطے چلنے کو تیار تھی۔ غرض اسقدر سامان اور تیاری تھی جس کا انگریزی جہاز رانوں نے مقابلہ کرنا تھا۔ اس بیڑے کے روانہ ہونے سے پہلے پوپ کا فتویٰ جاری ہوا۔ اسمیں الزبتھ پر غاصب کا الزام لگایا گیا تھا۔ اسکو مرامی لکھا گیا۔ اور نہایت متانت سے انگلستان کی سلطنت مع "ایمن الزبتھ" کے خطاب کے فلپ روم کے سپرد کیگئی تھی تاکہ اسپر بطور صوبہ سلطنت روم کے حکومت کرے اور قابض ہو۔ غرض تمام سامان انگلستان کو مغلوب کرنے کے واسطے ہو گیا

مگر انگریزوں کی بستیاں شمار میں ان سے بڑھ جاتی ہیں۔ کناڈا۔ شمالی امریکہ۔ آسٹریلیا۔ نیوزیلینڈ۔ راس امید اور جزائر ہندوستان میں انگریزی زبان بولی جاتی ہے۔ اور اگلی صدی میں یہ زبان سب سے بڑھکر دنیا کے پردے پر مروج ہو جائیگی۔ مگر یہ سب کچھ جہانوں اور جہازرانوں کی بدولت ہے ٭

جنگ انقلاب فرانس کے دوران میں نپولین نے تمام یورپ کے بندرگاہ انگریزی جہازوں کیواسطے بند کر دیئے۔ چنانچہ اٹلی میں نیپلز۔ فرانس میں ٹولون۔ سپین میں کیڈز سے لگا کر ہالنڈ۔ ڈنمارک۔ جرمنی اور ڈانزگ تک کوئی بندرگاہ اُن کے واسطے نہ کھلا تھا۔ نپولین کو انگریزی بیڑے سے نفرت تھی۔ کیونکہ اس نے نپولین کا بحیرہ روم میں پیچھا کیا تھا۔ اور ابوقیر پہلے جا پکڑا تھا۔ اس نے نپولین کے بیلوگنا میں جہاز تباہ کر دیئے تھے۔ انگریزی فوج کورنا۔ ٹونس۔ ویگراس اور بلجیم تک اسکے دانت کھٹے کرنے کو پہنچی تھی اور نپولین کو انگریزوں کی یہ باتیں نہ بھولی تھیں ٭

مگر پھر بھی انگریزوں کی بحری طاقت نے ہر جگہ اپنا زور دکھلایا۔ بہت سے بہادر اسکے امین تھے اور ان میں سب سے بڑھکر نیلسن تھا۔ یہ ایک عجیب فہم و فراست کا آدمی تھا۔ یہ نہایت تیز فہم تھا اور بہت ہوشیاری سے کام کیا کرتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ یہ اسکا کام اور فرض تھا کہ انگلستان کی دل و جان حفاظت کرے۔ جبتک نیلسن بحری محکمہ میں رہا۔ زن و مرد سب مطمئن اور بیغم رہے۔ مگر یہ صرف ایک لائق اور دلیر جہازران ہی نہ تھا۔ اسکی بہادر روح میں حب الوطنی کا شعلہ ہمیشہ روشن تھا۔ اور اسکے اصول کا خاکہ ہومر کے ذیل کے الفاظ میں کھینچ سکتا ہے :۔

"لڑنا وطن کی خاطر ایمان ہے سب سے بہتر"

اسکی زندگی کیا تھی ایک افسانہ تھا۔ اسکی طبیعت کی کمزوری بھی ایسی ہی مشہور تھی جیسے اسکا فیض اور صفات حمیدہ۔ اور پھر بھی یہ دنیا میں نہایت ہی بہادر اور دلیر آدمیوں میں سے ہے۔ اسکے آخری الفاظ جو زبان سے نکلے یہ تھے "میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور اسکے واسطے مَیں خدا کا مشکور ہوں" ٭

انگلستان کے جہازران وہ لوگ ہیں جو تجارت کی ہوس دل میں لیئے ہوئے ہیں۔ اور اپنی دلیری اور بہادری کے باعث انگریزی چال چلن کے نہایت عمدہ سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ لارڈ سنڈن نے ایک بار جو چال چلن ایک جہازران کا بیان کیا وہ قابل غور ہے۔ لارڈ موصوف لورپول میں لڑکوں کی ایک جماعت کے سامنے تقریر کر رہے تھے جو جہازوں پر کام سیکھنے کو منتخب ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "اس سے بڑھکر اور کیا شرافت انسان کو حاصل ہو سکتی ہے کہ اوّل درجہ کا انگریزی جہازران بنے؟ اور سب سے بڑھکر عمدہ انگریزی جہازران کے چال چلن میں کیا شامل ہوتا ہے؟ مَیں کہتا ہوں سب سے بڑھکر

یہ کہ وہ وفادار اور راستباز رہے - بہادر ہو شفیق ہو ضعیف اور ناتوان پر مہربانی کرے - اور جو فرض خدا کا اور اسکے ملک کا اسکے ذمے ہیں ہے اسکے ادا کرنے میں مستقل اور ثابت قدم رہے - جو شخص کہ سب سے بڑھکر شادمانی اور مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو پہلے اپنا خیال نہیں کرتے بلکہ اُن کا جو اُن کے اردگرد ہیں - اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور خدا پر تکیہ کرتے ہیں - یہ امر شریفانہ زندگی کیواسطے سب سے بڑھکر ضروری ہے - اور اسی میں سب سے اعلےٰ انگریزی نیک چلنی کا نمونہ شامل ہے " ✤

جو انعام کہ گورنمنٹ کی طرف سے ملتا ہے اسمیں ملک کی طرف سے جہازران لڑکوں کیواسطے ذیل کی شرائط ہوتی ہیں :- " بخوشی بزرگوں کی اطاعت کرو - نیک چلن بنو اور پاس عزت اور آبرو ہو - ناتوانوں اور کمزوروں پر شفقت کرو - اگر کسی سے خطا ہو تو اُسکی معافی کے واسطے ہر وقت تیار رہو - دوسروں میں باہم صلح کراؤ - اور سب سے بڑھکر نڈر اور بیخوف ہوکر صداقت اور فرض کے تابعدار رہو " ایسے اصولوں پر اگر عملدرآمد ہو اور ان کو مد نظر رکھا جائے تو ہر طرز زندگی میں ان سے اخلاقی نیک چلنی کا ایک مکمل نمونہ پیدا ہو جائیگا ✤

جہازران اپنے جہاز کے حق میں وفادار رہتا ہے - خطرے کے موقع پر کپتان سب سے پچھلا شخص ہوتا ہے جو جہاز سے نکلتا ہے - خواہ طوفان آ دبائے یا آگ لگجائے - کپتان سب سے پہلے بچوں اور عورتوں کی سلامتی کا خیال کرتا ہے اور جب صحیح وسلامت کنارے پر پہونچ جائیں تو پھر مرد - اسکے بعد جہاز کے نوکر چاکر اور پھر سب کے بعد یہ خود کنارے کو جاتا ہے - ایسی حالتوں میں نیکی کی طرح دلیری اپنا آپ ہی صلہ ہے - سکو نہ تو تعریف کی خواہش ہوتی ہے نہ تحسین و آفرین کی - خواہ خشکی ہو یا تری " میں نے تو صرف اپنا فرض ادا کیا " جہازران کی زبان پر ہوتا ہے - خطرے سے بڑی بڑی اعلےٰ صفات کا اظہار اور اُنکی آزمائش ہو جاتی ہے - جب بہت سے بنی نوع کی جان ڈانواں ڈول ہو رہی ہو اسوقت موت کو اُن کے بچانے کے واسطے ہر ایک کوشش بیکار ہوتی ہے - خواہ دلیر آدمی کیسے ہی ہولناک اور جانکاہ خطرے میں پڑے مگر یہ اس سے خلق نہیں ڈرتا بلکہ مردانگی سے اُسکے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتا ہے - یہ تیار ہے کہ خواہ موت آئے خواہ زندگی یکساں اطمینان سے یاس سے بغلگیر ہو ✤

کمانڈر راؤ ایک ایسا شخص تھا جس نے نہایت دلیری سے مرتے دم تک بہادری کا ہاتھ نہ چھوڑا - اس کا جہاز گارڈین عین بیچوں بیچ سمندر میں ایک برف کے تودے سے ٹکر کھا گیا - اور جہاز کی غرقابی امر معلوم ہونےلگی - فی الفور جہازی پمپ کام میں لائے گئے - ہر ایک چیز جو ممکن تھی توپیں - گولے اور بارود وغیرہ سب سمندر میں پھینک دئیے گئے - ۴۸ گھنٹے جانفشاں اور لگاتار کوشش کے بعد تمام جہاز میں صدا گونجنے لگی " کشتیاں لاؤ - کشتیاں " راؤ کے نوکر نے اس سے پوچھا " آپ کس کشتی میں جائیں گے تاکہ میں بھی اسی میں

آپ خود اپنی رضامندی سے وہ غرقاب ہوا | اور گیا بعد اپنے چھوڑ الفت کا اپنی تذکرا
جس کا کرنا اسکے ذمہ تھا یہ تھا ایسا ہی کام | گر نہ یہ ہوتا جہاں میں کون لیتا اس کا نام
اے وطن تو تربیت کرتا ہے ایسے آدمی | فخر کی بھی جن پہ جا تجکو ہے اور رونے کی بھی

مرحبا ہاں ہیں کئے جا تربیت ایسے مدام
تاج جن کے سر پہ رکھے ہاتھ سے اپنے دوام

کوئی چودہ سال گذرے جب جہاز "دی لنڈن" ۲۲۰ آدمی لیکر خلیج بسکے کو چلا - اسوقت تمام ملک میں ایجیٹیٹر کی بے چینی اور بے صبری پھیل رہی تھی - اس جہاز پر بوجھ بہت تھا - چنانچہ اگر ذرا سی بھی ہوا چلتی تو پانی تختۂ جہاز پر چڑھتا - اسوقت کوئی قانونی حکم سے جہاز پر بوجھ لادنے کا معیار نہ مقرر تھا، کیونکہ مسٹر پلمسول بھی ان مریض مالکان جہاز کے مقابلہ کو نہ نکلا تھا - لیکن اہل جہاز اور مسافروں نے صاف ظاہر کر دیا - گسٹاوس بروک بھی جہاز کے نہایت ہی بہادر مسافروں میں تھا - اس نے بدل و جان محنت کی کہ جہاز کو پانی کی سطح پر چلتا رکھے - یہ شب و روز پمپ پر کام میں مصروف رہا - یہ تمام تختۂ جہاز پر برہنہ پا اور برہنہ سر پھرا کرتا - ایک پمپ سے دوسرے پمپ پر جاتا اور جان مار محنت کرتا یہاں تک کہ جہاز کے غرق آب ہونے سے چار گھنٹہ پیشتر یہ اطمینان اور برقراری سے اپنے ایک ہمراہی کے کمرے کے دروازے پر جھکا ہوا نظر آیا تھا - ایک مسافر نے جو جانبر ہوا اس کا ذکر اس طرح کیا: "یہ حیرت انگیز طور پر محنت کرتا تھا اور جس قدر آدمی جہاز میں تھے سب سے بڑھکر بہادر تھا"۔

مسٹر پلمسول اپنا حال بیان کرتا ہے کہ کس وجہ سے یہ بیچارے جہازرانوں اور مسافروں کی حمایت پر آمادہ ہوا - ایک مرتبہ طوفانی موسم میں یہ ٹیمس سے ریڈکار کو جہاز میں سوار ہوکر روانہ ہوا - یہاں سے واپس آتے وقت اسکو ایک ڈوبے ہوئے جہاز کے مستول اور بادبانوں کے ٹکڑے نظر پڑے اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کا کوئی متنفس بھی اس آبی قبر میں دفن ہونے سے نہ بچا تھا - اسکو اپنی عورت کا خیال آیا کہ کس طرح وہ وسواس اور اضطراب سے اسکی آمد کی منتظر ہوگی - اور پھر اسکو ان عورتوں کے انتظار کا خیال آیا جن کے شوہر یہاں غرق ہوگئے تھے اور اب ان کی انتظار لاحاصل تھی - چنانچہ اسی دم سے اسنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی آیندہ عمر، زر، زبان، قلم اس بارے میں صرف کر دیگا کہ کسی طرح بندگان خدا مالکان جہاز کے حرص کا شکار بننے سے بچیں - اب خواہ کوئی کھڑا ہو - اور مسٹر پلمسول کے خیال کی تائید کرے اسی وجہ سے آج قانون اس بارے میں جہازرانوں اور مسافروں کے حق میں ایک محفوظ قلعہ کا کام دیتا ہے مگر سب تحسین و آفرین کا یہی مسٹر پلمسول مستحق ہے جس نے نہ صرف اس نیک امر کی تحریک کی بلکہ

انا بیلا کلارک کے آدمیوں نے پیپوں کے اُڑنے کی آواز سُنی اور آگ کے شعلے اُٹھتے ہوئے دکھائی دیئے - باوجود اس خوف و خطر کے دو شخصوں نے ان آگ میں گھرے ہوئے فرانسیسیوں کے بچانے کا ارادہ کیا - چنانچہ کپتان تھارپ کشتی میں کود پڑا اور جان ایم انٹاش جہاز کے نجار نے بھی سلی پڑی کی - یہ نڈر ہو کر سیلانی کی طرف آگ میں بڑھتے چلے گئے - ان کے کپڑے اور ہاتھ تیز جل گئے - مگر یہ جہاز تک جا پہونچے - اور جسوقت فرانسیسیوں کو صحیح و سالم اپنے جہاز میں لے آئے - انھوں نے اسکو اپنی جانبازی اور دلیری کا صلہ سمجھا - یہ نہایت ہی بہادرانہ کام تھا جس سے اعلےٰ درجہ کا ایثار اور ہمت نمایاں تھی - یہ کام تو زر کی خاطر ہوا تھا نہ شادمانی کی خاطر - بلکہ یہ ہوا تھا صرف فرض کی خاطر جو کہ ان پر جیسا اپنا واجب تھا ویسا ہی دوسروں کا - مگر ایک بات ایسی جانکاہ ہوئی کہ ان دونوں بہادروں میں ایک اس شریفانہ کام کے پیچھے مدت العمر کے واسطے بیکار ہو گیا یعنی جان ایم انٹاش کے ہاتھ اور بازو اسقدر جل گئے کہ یہ آئندہ تجارت کے کاروبار کے مطلق قابل نہ رہا - یہ لنڈن میں بیمار ہو کر آیا اور اڈور سن میں ابتک زندہ ہے - اور ابتک بیکار رہے - اسمیں تو شک نہیں کہ کپتان اور اس جہاز کے نجار کو ملکہ معظمہ کا اول درجہ کا تمغہ ملا - گورنمنٹ فرانس نے ایک سونے کا تمغہ دیا - اور ایک تمغہ للاؤ ڈس سے جان بچانے کی خاطر ملا - مگر ایک دائمی ناقابل کار شخص کا تمغوں سے ہرگز گزارہ نہیں ہو سکتا - کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو ایسے بہادر کے گزارے کی کوئی تدبیر کرے ؟

اسیطرح کا ایک ماجرا امریکہ میں پیش آیا - مگر خوش قسمتی سے یہ شخص عین نصرت کے موقعہ پر جاں بحق ہو گیا اور اپنی امداد کیواسطے اس سبب سے اسکو عوام الناس سے ملتجی نہ ہونا پڑا - ایک آگبوٹ کو جو جھیل ایری پر جا رہا تھا آگ لگ گئی - آگبوٹ پر کوئی سو سے اوپر آدمی سوار تھے - ستوار پر جو مانجھی جان مے نرڈ تھا وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا - اس کا مدعا تھا کہ کسی طرح آگبوٹ کو کنارے تک پہنچا دے تاکہ مسافر بچ جائیں - آگ آگبوٹ میں یہاں تک پھیلی کہ آخرکار اس تک بھی آ پہونچی - اسکے کپڑے جل گئے اور خود جلکر کوئلہ ہو گیا مگر اس نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی - آخرکار آگبوٹ کنارے پر جا پہونچا - جو سو آدمی اسپر تھے وہ بچ گئے - مگر مانجھی عدم کو سدھارا - اس نے خود کو قربان کر دیا اور دوسروں کی جانیں بچالیں ❊

پیدل دستہ فوج نمبر ۷۳ کی بہادری بھی کچھ کم نہیں تھی - یہ دستہ سارسنڈ نامی جہاز پر تھا جو بحر جنوبی میں سفر کر رہا تھا - تمام جہاز میں "آگ" کی صدا پھیل گئی اور تمام آدمی فی الفور اپنی اپنی جگہ مستعد کھڑے ہو گئے - بہت کوشش آگ بجھانے کی کی گئی مگر لاحاصل - اب صرف ایک تدبیر یہ

اپنے منزلِ مقصود ملی خیر ہو جائے۔ کوئی شخص بھی بجز اس کے ان روشنی کے میناروں کی قدر نہیں جان
سکتا جو کبھی اپنے وطن کو جا رہا ہو اور رات کا وقت ہو۔ آسمان پر ایک تارہ بھی نہ ہو مطلع کسی طرح صاف
نہ ہو۔ اور سمندر کی لہریں زور مار رہی ہوں۔ جب جہاز ران روشنی کے مینار پر سے روشنی کے رنگ
یا کسی اَور علامت سے جان جاتا ہے کہ فلاں سمت میں قریب ہی کوئی چھپی چٹان ہے جس کی طرف
جانے سے جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ اور فلاں جانب سے منزل مقصود پر جہاز پہونچ جائیگا
اس وقت جہاز ران کے دل کی کیفیت کچھ نہ پوچھیے +

روشنی کے میناروں کی تعمیر تمام بحری خطرات میں سب سے بڑھکر ہے۔ پہلے جو مینار روشنی کے
انگلستان کے جنوبی ساحلوں پر بنے تھے وہ لکڑی کے تھے۔ چنانچہ سمالس اور دو ایڈیسٹن
کے روشنی کے مینار بھی لکڑی ہی کے تھے۔ سمالس برسٹل چینل میں ایک چھوٹا سا چٹان ہے اور اسکی
بابت سے بہت عرصے تک آوان یا سیورن کی جانیوالی کشتیاں غرقاب ہوئی تھیں۔ سالہا بہت سے
کلارنش کاران کو جمع ہوئے۔ سمالس اس چٹان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ایک کشتی میں بیٹھکر اس
چٹان کو چلے۔ اور ان کا منشا یہ تھا کہ روشنی رکھنے کے واسطے یہیں لوہے کی سلاخیں ڈالی جائیں چنانچہ
یہ لوگ کشتی پر سے اترے اور ایک بڑی لمبی سلاخ اس چٹان میں ڈال بھی دی۔ لیکن موسم یکبارگی طوفانی
ہوگیا اور اسواسطے کشتی کو چٹان کے پاس سے دور کرنا پڑا کہ مبادا یہ ٹکر کھا کر ٹوٹ جائے۔ جو لوگ
چٹان پر تھے وہ اس لوہے کی سلاخ سے چپٹ گئے۔ اور اب انسانی تحمل اور بحری قوت میں جنگ شروع
ہوئی۔ شام سے لیکر صبح تک اس سے چپٹے رہے۔ یہاں تک کہ تیسرے دن طوفان کا زور گھٹا اور انکی
جان بچگئی۔ یہ لوگ پھر اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ یہاں تک کہ جو ان کا منشا تھا وہ پورا ہوگیا۔ اور یہ
روشنی کا مینار جہاز رانوں کی خبرداری کیواسطے کوئی ۱۰۰ سال تک اسیطرح کھڑا رہا یہاں تک کہ پھر بجائے
اسکے ایک سنگ مرمر کا مینار بنایا جو کہ قریباً ہمیشہ کے واسطے کافی ہوگیا +

مگر وسٹنلے۔ رڈیارڈ۔ اور سمیٹن نے بھی ایڈیسٹن کے روشنی کے مینار بنانے میں
کچھ کم دلیری اور بہادری ظاہر نہ کی۔ دو مینار جو پہلے بنے تھے وہ دونوں برباد ہوگئے تھے یعنی ایک تو
طوفان کے ہاتھوں ۲۶۔ نومبر ۱۷۰۳ء کو بہ گیا اور دوسرا آگ سے جل گیا کیونکہ دونوں لکڑی کے تھے
اب سمیٹن نکلا اور اس نے ارادہ کیا کہ روشنی کا مینار پتھر اور سنگ مرمر کا بنے۔ اور گو بعض نے مزاحمت کی
اور اصرار کیا کہ ایڈیسٹن پر لکڑی کے مینار سے بڑھکر اَور مینار کوئی نہ ٹھہر سکیگا۔ مگر سمیٹن اپنے قول پر
ثابت قدم رہا +

طوفان ختم ہوگیا اور انجنیروں نے جو بالکل فاقہ کشی کی حالت کو پہونچ گئے تھے پھر اپنی خوراک جمع
کی اور کام میں مصروف ہوئے - غرض ۶ سال کی جانفشانی اور عرقریزی کے بعد یہ مینار مکمل ہوا اور یکم
فروری ۱۸۴۲ء کو پہلی مرتبہ جہازرانوں کیواسطے روشنی کی گئی *

یہ روشنی کے مینار بھی اُن چیزوں میں سے ہیں جن کی اسوقت جہازرانوں کو ضرورت پیش آتی ہے
جب یہ اپنے وطن کو واپس آرہے ہوں اور طوفان کا سمندر پر عمل ہو - سمندر کی لہریں آسمان سے
باتیں کرتی ہیں اور چٹانوں سے اس طرح ٹکراتی ہیں کہ توپ کی آواز بھی اُن کے سامنے کچھ حقیقت نہیں
رکھتی *

۱۷۸۹ء میں نیوکاسل کی کشتی ایڈونچر ٹائن کے دہانے کے پاس ٹوٹ گئی - ابھی یہ کشتی
یہاں کھڑی ہی تھی کہ اسکے مسافروں نے نیچے کودنا شروع کیا - کنارہ یہاں سے ۳۰۰ گز دور تھا - اسوقت
دریا کے کنارے کوئی ...۳۰ تماشہ دیکھنے والے کھڑے تھے مگر ان میں سے ایک کو بھی اتنی جرأت نہوتی
تھی کہ اُن کی مدد کو پہونچے - یہاں موقع ایسا تھا کہ کوئی معمولی کشتی یا بجرہ ٹھہر نہ سکتا تھا - اس مصیبت
کے نظارے نے لوگوں میں جوش بھڑکا دیا اور ایک کمیٹی قائم ہوئی جس نے اشتہار دیا کہ جو شخص ایسی کشتی
ایجاد کرے گا جس سے یہ تمام دقت رفع ہو جائیگی وہ انعام کا مستحق ہوگا - تمام تجویزوں میں سے دو تجویزیں
کمیٹی نے منظور کیں - ایک ولیم وڈہیو کی اور دوسری ہنری گریٹ ہیڈ کی - گریٹ ہیڈ کو انعام
دیا گیا - مگر وڈہیو کی تجویز سے اکثر نکتے لیکر کشتی مکمل ہوئی - اب دراصل اس کشتی میں وڈہیو کی تجویز بہت
کچھ شامل ہے اور اسکو بھی انعام ملنا چاہیئے تھا - وڈہیو پہلے رنگساز تھا اور بعد میں سنٹ ہلڈا کے
گرجا کا منشی بن گیا - قبرستان میں اس کا ایک بُت رکھا گیا ہے اور یہاں اسکی مجوزہ کشتی کا نمونہ بھی ہے
اس بت کے نیچے کتبہ پر کندہ ہے کہ "یہ شخص بنی آدم کیواسطے بے بہا برکت چیز لائف بوٹ کا موجد
ہے" گریٹ ہیڈ نے جو وڈہیو کی تجویز سے نکات لیکر لائف بوٹ بنایا اُس سے ٹائن کے دہانے پر کوئی ۲۰۰
بندگان خدا کی جانیں بچگئیں - ڈیوک آف نارتھمبر لنڈ نے ایک اور کشتی کے بنانے کا حکم دیا اور
اسکی مرمت کیواسطے سالانہ خرچ بھی دینا منظور کیا - ڈیوک نے اپورٹو کے واسطے بھی ایک لائف بوٹ کے
بنانے کا حکم دیا - اور مسٹر وڈ میپٹر نے سنٹ اینڈریوز کیواسطے ایک لائف بوٹ بنوایا جہاں اس سے
ہزاروں آدمیوں کی جانیں بچیں - اواخر ۱۸۰۳ء میں مسٹر گریٹ ہیڈ نے کوئی ۳۱ لائف بوٹ بنائے
یعنی پانچ سکاٹ لنڈ کیواسطے - ۸ غیر ممالک کیواسطے - اور ۱۸ انگلستان کیواسطے - مسٹر گریٹ ہیڈ کا سب سے
[illegible] جہازرانوں کے قبضہ میں ہے

لائیں"۔ چنانچہ انہوں نے بہت کوشش کی کہ کشتی کو اسقدر قریب لے آئیں کہ جہاز پر رسیاں پھینک سکیں
مگر ایک ایسی لہر زور کی آئی کہ لائف بوٹ پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن یہ دوبارہ بمشکل اسکو تمام واپس کر لائے اور
ایک ایک دو دو کرکے تمام مسافر کشتی پر آگئے۔ غرض اس طرح ۴۴ بندگان خدا کو لیکر وان ٹک کنارے کو
چلا۔ اور یہاں لوگوں نے نہایت کشادہ دلی سے ان شکر گزار اہل جرمنی کی مدارات کی۔ وان ٹک اسوقت
اپنی عالی حوصلگی کے عوض "مرحبا" کا نعرہ سننے کو زندہ تھا۔ مگر سات روز بعد یہ اس جہان سے کوچ کر گیا لیکن
اسکے نیک کام سے اسکے بعد آدمیوں کی جانیں بچتی ہیں۔ اور یہ کام اس کا دوسروں کے واسطے ایک تمثیل
کا کام دیگا +

انگلستان کے ساحل بحر کے لائف بوٹ اور جہاز رانوں سے ہزاروں اس قسم کی بہادری کے کارنمایاں
ظہور میں آتے ہیں۔ جس دم ان کو کوئی کشتی یا جہاز خواہ یہ مچھووں کی ہو یا کسی کی سمندر میں پھنسی نظر آتی ہے
فی الفور اسکی مدد کو مستعد ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنی کشتی سمندر میں چھوڑتے ہیں۔ اور ہوا کے جھونکے انکو کنارے
پر پھینک دیتے ہیں۔ یہ پھر کوشش کرتے ہیں اور بالآخر اپنی بے نظیر بہادری سے اپنی منزل مقصود پر
پہونچ جاتے ہیں بعض اوقات کشتی کسی چٹان سے ٹکرا بھی جاتی ہے۔ مگر پھر درست ہو کر یہ اپنے اہم کام کو
جاتی ہے۔ ابھی حال کا ذکر ہے کہ ایڈکار لائف بوٹ ایک مرتبہ کنارے سے چار میل تک ایک جہاز کی مدد کو
گیا اور بامراد واپس آیا +

اسی سال فریزر برگ میں یہ لائف بوٹ جہاز آگسٹا نامی کی مدد کو پہونچا جو بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر ایک
چٹان سے ٹکرا گیا تھا۔ جس وقت مسافر لائف بوٹ میں سوار ہو گئے جہاز غرق ہو گیا۔ مگر ابھی ایک اور مشکل
تھی۔ کیونکہ فی الفور یہ معلوم ہوا کہ ہوا مخالف تھی اور کشتیبان اس قابل نہ تھے کہ کشتی کو بندرگاہ کی طرف لیجائیں
لنگر گرایا گیا مگر کشتی نہ ٹھہری۔ یہ چٹان سے ٹکرائی اور اب بجز اسکے کچھ چارہ نہ سوجھا کہ تمام مسافر چٹان پر اتر پڑیں
چنانچہ یہی ہوا اور اس طرح ایک جان کا بھی نقصان نہوا +

ہم ایک اور مثال نہایت موثر ایثار کی دیتے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں ایک روز اتوار کی شام کو جب لوگ
گریٹ یارمتھ کی گرجا سے نکل رہے تھے۔ گرالی لینڈ سے ایک جہاز پر سے توپ کی آواز سنائی دی یہ
جہاز ریت میں پھنس گیا تھا اور لہریں اسکو محصور کیئے ہوئے تھیں۔ جہازران فی الفور کنارے پر جا پہونچے
اور ایک کشتی تیار کی۔ ابھی کشتی جانے لگی تھی کہ ایک نوجوان کشتیبان دوڑا۔ ایک دوسرے کشتیبان کو کشتی
میں سے اسکی جگہ پر سے کھینچکر اٹھا لیا اور کہنے لگا دیکھ جیک۔ یہ ٹھیک نہیں تم اب تک میری جگہ تین
مرتبہ جا چکے ہو کیونکہ میری شادی تھی۔ مگر اب میری باری ہے"۔ کشتی چل پڑی مگر تھوڑی دور پہونچکر ایک لہر ایسی آئی

کہ یہ بالکل اُلٹ پڑی - تین کشتیاں ڈوب گئے - اور ان میں ایک وہ نوجوان بھی تھا جس نے اپنے ہمراہی کے اپنے بجائے بھیجنا پسند نہ کیا تھا - اسی دم دوسری کشتی تیار ہو کر چلی مگر افسوس کہ وقت گذر گیا تھا - یہ جہاز جو ریت میں پھنس گیا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا ✦

باب ششم

سپاہی

میں بحیثیت ایک حاکم کے ہوں اور سپاہی میرے ماتحت ہیں - میں اس شخص سے کہتا ہوں چلا جا! اور وہ چلا جاتا ہے - اُس شخص سے کہتا ہوں آجا اور وہ آجاتا ہے - اور میں اپنے نوکر سے کہتا ہوں یہ کام کر اور وہ کرتا ہے ✦ (متی میں سنچورین[1] کا اقوال)

میں اس پر تعینات ہوں کہ یہ میرا فرض ہے - ہم میں اعلے سے اعلے بھی ایک سپاہی ہے جو کہ اپنے پہرہ پر کھڑا ہے

(وھائٹ ملوائل)

اگر کوئی شخص ہمارے خاندان کی خاطر - ہمارے احباب کی خاطر - ہمارے خالق اکرم کی خاطر - ہمارے ملک کی خاطر - ہمارے اپنے خاطر جان سے جائے تو اُس کا خون حلال ہے - اور اس سے علاوہ شیخی ہے اور جرم ہے ✦

(برک)

میں یہاں اپنا فرض ادا کرنے آیا ہوں - اور بجز اپنے وطن کا فرض بجا لانے کے میں کسی چیز میں اطمینان کا لطف نہ اٹھا سکتا ہوں اور نہ اٹھاتا ہوں ✦

(ولنگٹن پرتگال میں)

ایک سپاہی کی زندگی فرض کی زندگی ہے - اسکے واسطے ضروری ہے کہ فرمانبردار رہے - باقاعدہ رہے اور ہمیشہ مستعد رہے اور جس وقت بگل بجے یہ فوراً حاضر ہو - جب کسی خطرناک مہم پر جانے کا حکم ملے فی الفور جائے - اسمیں کسی حیل یا عذر کی گنجائش نہیں - اسکو بالضرور حکم بجا لانا پڑتا ہے خواہ توپ کے مونھ میں بھی کیوں نہ جانا پڑے ✦

---

[1] سنچورین - اہل روما میں سو سواروں پر افسر ہوتا تھا - م

اپنی فوج سے کچھ فاصلہ پر نکل گیا۔ دفعتاً دشمنوں کے سپاہیوں نے اسے گھیر لیا۔ انہوں نے اپنے خنجر
اسکے سینے پر رکھ دیئے اور چپکے سے ایک نے اسکے کان میں کہا کہ "اگر ذرا بھی زبان ہلائی تو بس مُردہ پڑے
ہوگے"! اسے فی الفور اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہوگئی یعنی دشمن فرانسیسیوں پر شبخون کرنے کے واسطے
جارہے تھے۔ چنانچہ جس قدر زور سے ہوسکا اس نے آواز نکال کر پکارا کہ یہاں ہے دشمن! یہاں آ پہنچا!
ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ اس کا کام تمام ہوگیا۔ اور فی الفور اسکے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ مگر اسکی موت نے
فوج کو بچالیا۔ شبخون میں ناکامی ہوئی اور دشمن کو لوٹنا پڑا۔

کہتے ہیں کہ تمام ممالک میں جنگ کے زمانے وہ تھے جن میں امن کے قواعد کو نہایت ترقی تھی اور جہاں
علمی ذہانت کا نور نہایت ہی وفور سے پھیلا ہوا تھا۔ اسمیں کچھ کلام ہوسکتا ہے۔ مگر ہم یونان کی مثال لیتے
ہیں۔ **سقراط۔ اسچیلس۔ اکینوفن** وغیرہ ایسے اشخاص تھے جو اپنے ملک کی خاطر لڑائیاں
لڑے اور پھر اس ملک کے علم ادب پر عزت اور حرمت کا تاج رکھا۔ اور یہی حال روما میں تھا جب اسکے
اقبال اور شادمانی کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ شاہ قیصر روما کے بڑے بڑے جنگجو بہادروں سے
بڑھکر تھا۔ اور اسکے مصنفوں میں نہایت ذی مرتبہ تھا۔ **ہوریس** شاعر بھی جوانی میں سپاہی تھا۔ اور
بروٹس نے ایک فوج کی کمان سکوڈی تھی۔

یہ امر نہایت تعجب خیز ہے کہ ہم اس قدر مشہور و معروف آدمیوں کو دیکھتے ہیں جو کہ شاعر، مصنف اور عالم
تھے اور جنھوں نے سپاہیانہ زندگی بسر کی۔ اور بری اور بحری لڑائیاں فتح کیں۔ اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے
کہ مطابعت۔ قواعد اور ترتیب جو کہ سپاہیانہ زندگی کی روح ہیں ان میں چال چلن کے واسطے نہایت پُر اثر
اور مجرب دباؤ ہوتا ہے۔ اور یہ قوت اور مادے کو مجتمع کر دیتے ہیں جو ذہانت کے واسطے بہت کچھ
درکار ہے۔

جنگ کیپالڈینو میں **ڈینٹ** بحیثیت ایک سپاہی کے موجود تھا جسمیں یہ رسالہ **گلف** کی
اگلی صف میں نہایت مردانگی اور دلاوری سے لڑا۔ چنانچہ یہ اور چند اور وجوہات ایسی تھیں جن کے باعث
یہ فلارنس سے جلاوطن کیا گیا تھا۔ **پیٹر راہب** جو کہ مجتہدوں کا رہنما تھا۔ اوائل عمر میں سپاہی تھا
جنگ فلانڈرس میں **کاونٹ ڈی بلون** کا نوکر تھا۔ اس نے اس نوکری میں کوئی مشہور سپاہیانہ
کام نہ کیا اسواسطے مستعفی ہوگیا۔ شادی کرلی اور کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی عورت کے انتقال کے بعد
یہ ایک خانقاہ میں چلا گیا اور راہب بن گیا۔ یہ یروشلم کو مسیح کی قبر پر زیارت کو گیا۔ اور یہاں سے واپس
آکر اس نے ان مصائب کے حالات مشتہر کیے۔ جو زائروں کو اٹھانا پڑتے تھے۔ اسنے تمام یوروپ میں

دعا کیا۔ اور پہلے جہاد میں ایک لکھ آدمی لیکر روانہ ہوا۔ گو اسکے بعد آٹھ جہاد بھی ہوئے مگر تمام آدمی مسلمانوں سے مقابلے میں کام آئے ۔

انگریزی شعرا میں بھی جب ایڈورڈ سوم نے فرانس پر ۱۳۵۹ء میں حملہ کیا چاسر فوج میں ایک سپاہی تھا یہ اثنائے جنگ میں مقام ریتھن پر قید ہو گیا اور کچھ عرصہ تک قیدی ہی رہا۔ جارج گوگیان ابھی نوجوان ہی تھا کہ سکاٹ لینڈ کی فوج میں بطور پرائیویٹ سپاہی کے بھرتی ہوا۔ اور حملہ قلعہ آرک میں ۱۵۲۳ء میں موجود تھا۔ بن جانسن بھی سپاہی تھا۔ سر فلپ سڈنی بھی سپاہی تھا جس کا آخری دم کا شریفانہ جیالاپن تواریخ کی تمام چیزوں سے بڑھکر ہے۔ الجرنن سڈنی کے پاس ایک رسالہ کی کمان تھی جب آئرلینڈ میں بغاوت پھوٹی۔ ملٹن بھی انگلستان کے زمانہ سلطنت جمہوری میں سپاہی تھا ۔

سیمیل ٹیلر کالرج نامی رسالہ میں بطور ایک پرائیویٹ کے بھرتی ہوا۔ مگر فی الفور اسکی خوبی ظاہر ہو گئی اور یہ ایک معقول عہدے پر ممتاز کر دیا گیا۔ اس نے خصوصاً محاصرہ نیمر اور اسکے بعد محاصرہ فنلو میں بہت شہرت پائی۔ کالرج بطور ایک پرائیویٹ کے ایک رجمنٹ میں بھرتی ہوا۔ مگر اسکے افسر نے بجائے اسکی ترقی کرنے کے اسکے مستعفی ہونے میں مدد دی۔ کالرج نے اپنے دوست سے ایک بار کہا "میں سپاہ اور فاتح فیل سے اپنی زندگی کا مقابلہ کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے بھی تھوڑے عرصے تک ہتھیار لگائے۔ اور اپنے نام کے بعد "پرائیویٹ" لکھا ہوا دیکھا۔ اور اپنے نام کے بعد نہیں بلکہ ایک اور نام کے بعد۔ کیونکہ افسوس جب مجھ سے نام پوچھا گیا میں نے گھبرا کر "کمبر بیک" بتلا دیا" ۔

اسکے علاوہ سوتھی دسویں سالہ میں ایک افسر تھا پیشتر اسکے کہ یہ شاعر ہو اور اسنے جیارجکس ورجل کا ترجمہ کیا۔ ولیم کابٹ مصنف ہونے سے پہلے فوج میں سرجنٹ میجر کے عہدے پر ممتاز تھا ۔

اسپین کے علمی زمانے میں بھی اس کے تمام شاعر اور بڑے بڑے مصنف سپاہی تھے جو اپنے ملک میں اور غیر ملک میں بحری اور بری لڑائیاں لڑے۔ لوپ ڈی ویگا اسپین کے بیڑے پر ایک سپاہی تھا۔ یہ اپنے ملک کو واپس گیا اور یہاں اس نے اپنی کتابیں تصنیف کیں۔ بڑا مشہور سروانٹیس ایک سپاہی تھا جو بحری اور بری مہموں میں شریک ہوا تھا۔ یہ جنگ لیپانٹو میں اپنی بہادری سے ممتاز ہوا جسمیں اسکو تین زخم شدید لگے۔ دو سینے پر اور ایک سر پر۔ اور ان زخموں نے اسے مدت العمر کیواسطے بیکار کر دیا۔ مگر جیسا کہ بعد میں اسکا مقولہ تھا "نیزہ قلم کو بیکار نہیں کر سکتا" اس کے مطابق یہ اپنی

اسی سنہ ۱۸۱۱ء میں دفن کی گئی ✦

جوزف جوڈس (تسیاڈ کے دیباچہ میں لکھتا ہے :- "ہمارے دل پر کیا صدمہ گزرتا ہے جب ہم ایسے ذہین لائق و فائق شخص کا یہ صدمہ دیکھتے ہیں جو اُسے ملا! میں نے اُسے لزبن کے ہسپتال میں مرتے ہوئے دیکھا - اسکے پاس ایک چادر بھی نہ تھی جس سے اُس کا بدن ڈھانپا جاتا - یہ وہ شخص تھا جو ہندوستان کو اس فتح و نصرت سے گیا اور ۵۵۰۰ فرسنگ مسافت طے کی اور اُن لوگوں کیواسطے یہ ایک خیر واہی ہے جو دن رات اسطرح مطالعہ میں بغیر کسی نفع کے غرق رہتے ہیں جس طرح کمڑی مکھیوں کا شکار کرنے کے واسطے اپنا جالا بنتی ہے" یہ شخص تھا جس کے نام کی لزبن میں ۱۰ جون ۱۸۸۰ء کو بہت کچھ عزت و حرمت کی گئی ✦

اگنیٹیس لویولا اسپین کا ایک سپاہی تھا جس کا حال تواریخ میں بہت موثر ہے - محاصرہ پیلوپنا میں اسکے پیر میں ایک ایسا زخم لگا جس سے اُسے ایک عرصہ تک بستر پر پڑا رہنا پڑا - یہ "لائوز آف دی سینٹس" نامی کتاب اسکے ہاتھ لگ گئی جسکو اس نے اول سے آخر تک نہایت غور سے دل لگا کر پڑھا اور سیدم سے ایک نئی طرز زندگی کی صورت دیکھکر اسکا دل بیدار ہوا - یہ **مانسٹریاٹ** کی خانقاہ کو گیا اور کچھ عرصے تک یہاں رہا - ایک شب یہ اس خانقاہ کے گرجا میں حسب دستور اپنے ہتیاروں کی حفاظت کرتا تھا اسکے ذہن نشین ہوگیا کہ یہ **ورجن** کا **نائٹ** بن گیا تھا - یہ یہاں سے نکلا اور **کمپنی آف جیزس** " (ہمراہیان حضرت مسیح) کے فرقے کا بانی ہوا - اور خواہ اس فرقہ کے بارے میں کچھ بھی کہے ہو مگر یہ وہ لوگ ہیں جو بیکار فرصت اور فضول عیاشی اور شادمانی سے متنفر رہتے ہیں ✦

فرانسیسیوں میں ایک نہایت مشہور سپاہی **رینے ڈیسکارٹس** گزرا ہے - یہ ٹورین میں ۱۵۹۶ء میں پیدا ہوا تھا - اسکے مکان کے پاس ایک کالج **جیسواسٹ** (ایک عیسائی فرقہ) کا تھا اور اسی میں اس نے تعلیم پائی تھی - مشہور و معروف راہب **مارسینی** سے اسکی دوستی ہوگئی جس نے ڈیسکارٹس کی ریاضی اور فلسفہ کی مطالعہ میں مدد کی - اسکو اتنی جرأت نہوئی کہ اپنے خیالات کو پہلی مرتبہ شائع کرتا - مگر چونکہ طبیعت کا اشراف اسواسطے جنگی ملازمت اس نے اختیار کی - پہلے تو اس نے ہالنڈ میں جو فرانسیسی فوج تھی اسمیں والنٹیری کی - اور بعد **ڈیوک آف بویریا** کے تحت نوکری کی - یہ سنہ ۱۶۲۰ء میں جنگ پریگ میں موجود تھا جسمیں اس نے بہت کچھ جوانمردی دکھلائی - اپنی اس نوکری کے زمانہ میں یہ اپنا فرصت کا وقت ریاضی اور منطق کے مطالعہ میں صرف کرتا - یہ بریڈا میں اپنی رجمنٹ میں تھا کہ اس نے ایک دن بہت سے لوگوں کو ایک جگہ کھڑے ہوئے ایک اشتہار پڑھتے دیکھا - یہ فلمیش زبان میں لکھا ہوا

تھا جسکو بیطاق نہ سمجھ سکتا تھا - لہذا اُس نے ایک شخص سے اسکا مطلب دریافت کیا جسپر سے معلوم ہوا کہ
یہ ایک ریاضی کے سوال کے حل کرنے کا تھا جس شخص نے یہ اُسے بتلایا وہ بیکمین ڈورٹ کالج
کا پرنسپل تھا - جسکو نہایت حیرت ہوئی یہ دیکھکر کہ ایک نوجوان سپاہی ریاضی میں اسقدر دلچسپی رکھتا تھا -
غرض ڈسکارٹس نے اس سے اسکے حل کرنے کا وعدہ کیا اور دوسرے روز علی الصباح اس پرنسپل
کو یہ سوال حل کرکے بھیجدیا +

معرکۂ بوہیمیا کے بعد اسکی رجمنٹ ڈینیوب پر نیوبرگ میں مقام کرنے کو گئی - اور یہاں ابھی ۲۳ سال کی ہی
عمر تھی کہ ڈسکارٹس نے نہایت بہادری سے مروجہ فلسفہ کی مکمل اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا - چنانچہ اسکے تھوڑے
عرصہ بعد اپنی فوج کو چھوڑکر اُسنے تمام یوروپ میں سفر کیا - اور بترتیب لنڈ - فرانس - اٹلی اور سوئٹزرلنڈ
کی سیر کی - اس سیاحی کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ اپنا تمام وقت ریاضی اور فلسفہ کی تحقیقات میں صرف
کردے - اور اگر ممکن ہو تو تمام طبقہ علوم میں قطع برید کرے - اسکو شاہ فرانس کا ظلم اچھی طرح معلوم تھا - اسواسطے
اس نے اپنی میراثی جائیداد کچھ فرانس میں فروخت کردی اور ہالینڈ چلا گیا - مگر یہاں بھی اسکی تصانیف
اسپر بہت کچھ رنگ لائیں - اسکے منطقی کفر کے مقابلہ پر کلیسیا ہتیار باندھکر کھڑا ہو گیا - اسکے بعد آپ نے
کرسٹینا ملکۂ سویڈن کی دعوت قبول کرلی اور یہ سٹاک ہالم کو اپنے ارادے پورے کرنے اور اپنی زندگی
کے دن گزارنے کو روانہ ہوا - چنانچہ جو اس نے ارادہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا - اور فلسفہ - ریاضی اور
علم بصر میں قریباً ایک طور کا انقلاب پیدا کردیا +

اور بھی فرانسیسی سپاہی گذرے ہیں جو اپنی عالمانہ زندگی کے واسطے مشہور تھے - ماپرتوس
حالانکہ فوج کا کپتان تھا - مگر ریاضی کے مطالعہ میں مصروف تھا - اور بعد میں اسی میں اس نے شہرت پائی -
مالس جو کہ محکمۂ جنگ میں انجنیئر تھا اپنے فرصت کے وقت میں علم بصر کا مطالعہ کیا کرتا - نیپک فرانسیسی
فوج میں لفٹنٹ تھا جب اس نے علم کیمیا کا مطالعہ شروع کیا - اور بعد میں خاص طور پر روشنی کے عمل کیمیائی کا
جس سے کہ بعد میں اُس نے عکسی مصوری ایجاد کی - لامارک عالم علم الاشیاء بہت عرصے تک فرانسیسی فوج
میں سپاہی رہا اور مارشل بروجلی کے ماتحت اس نے بہت کچھ بہادری اور مردانگی میں شہرت پائی مگر
چونکہ جنگ میں یہ زخمی ہوا اور اسکی تندرستی میں فرق آنے لگا تھا - اسکو مجبوراً فوج سے علیحدہ ہونا پڑا جس کے
بعد یہ علم کے مطالعہ میں اَب مصروف ہوا کہ جسمیں بھی اس کا نام بہت کچھ مشہور ہو گیا - اور ایک ایسی کتاب
لکھی جو علم الاشیاء میں اس کا نام ابتک چمکا رہی ہے +

فرانسیسی عالموں میں سے ڈی لا روشے فوکالڈ جو انہیں سپاہی تھا اور محاصرۂ بورڈو اور

جنگ منٹ انٹونیو دونوں میں اسے زخم شدید لگے تھے۔ **پال لوئی کوریر** سپل ڈسکورس کا مصنف راٹش کی جمہوریہ میں سپاہی تھا۔ اور بعد میں اٹلی کے توپخانے میں افسر بن گیا۔ اپنے خطوں میں یہ لکھتا ہے مصیبت میں یونانی زبان کے مطالعہ میں مصروف تھا مجھکو نہایت ہی رنج والم ہوا جب میں نے سنا کہ میری عدم موجودگی میں آسٹرین سپاہی میری کتاب **ہومر** "لوٹ لیگئے"۔

تمام زمانوں میں یہ دستور رہا ہے کہ لڑائی کے ساتھ بیرحمی ضروری ہوتی ہے فتح کے مجنونانہ ہنگامے میں شہر تباہ ہو گئے ہیں ملک ویران ہو گئے ہیں۔ اور لاانتہا بندگان خدا کے سر قلم ہو گئے ہیں۔ زمانہ وسطیٰ بہادری کا قانون اسواسطے مرتب ہوا تھا کہ سیقدر جنگ کے خطرات کا انسداد ہو۔ اسکے پہلے عہدے کے واسطے ایک شخص کو بچپن سے فرمانبردار اور خوش خلق ہونا پڑتا تھا۔ اسکو گھوڑے کی سواری اور نیزہ بازی کی مشق کرائی جاتی تھی اور مستورات کی صحبت میں بیٹھ۔ شرافت۔ حیا اور بردباری سیکھتا تھا۔ سن بلوغ کو پہنچنے پر اسکو نائٹ (سوار) کا عہدہ دیا جاتا تھا۔ اور مذہب کی پابندی لازمی تھی۔ اور اسیوجہ سے روزہ رکھنے گرجا میں شب بیداری کرنے۔ بپتسمہ پانے۔ گناہوں کا اقرار کرتے دم مقرر ہونے اور عشائے ربانی کا اچھی طرح خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اسطرح بہادری اور سچی شرافت کا اعلٰے معیار مقرر ہو گیا تھا۔

شولیے یارڈ عام طور پر نہایت سچا اور شریف بہادر مشہور ہے۔ بے یارڈ ۱۴۷۶ء میں چیتو بے یارڈ مقام ڈافنی میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے فن سپاہگری کو پسند کیا۔ اور اسیواسطے بادشاہ کی خدمت میں جانے سے پہلے سپہگری کی تمام شرائط پوری کرنی پڑیں۔ ہم اُن حالات کا مفصل بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتے جن میں اُس نے اپنا چلن ایک سچے سپاہی کی طرح ظاہر کیا۔ اسنے اٹلی میں **فرینسس اول** کے زیر فرمان ٹورنووا۔ میلان۔ جنوا۔ پاڈوا۔ ویرونا۔ لابسٹیا اور برسکیا میں بڑے بڑے کارنمایاں کیئے۔ آخرالذکر مقام کے محاصرے پر اس نے دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ فصیل پر چڑھ گیا اور اسکی ران میں ایک نیزہ ایسا کاری لگا کہ انی ٹوٹ کر گوشت میں ہی رہگئی۔ اسوقت اس نے کہا "شہر تو فتح ہو گیا۔ مگر مجھکو اسمیں جانا نصیب ہوگا۔ مجھکو مہلک زخم لگا ہے"۔ جسوقت **ڈیوک آف نے مورس** نے سنا کہ پہلا شہر فتح ہو گیا تھا۔ مگر بے یارڈ زخمی ہوا تھا اسکو اسقدر صدمہ گذرا کہ گویا خود اسکو زخم لگا تھا۔ چنانچہ اسنے کہا "میرے رفیقو۔ چلو کہ ہم اپنے بے نظیر بہادر سپاہی کا بدلا لیں"۔ برسکیا پر قبضہ کیا گیا اور اہل وینس شہر بدر کر دیئے گئے۔

جسوقت فرنسیسی شہر کی آفت وتاراج میں مصروف ہوئے۔ بے یارڈ مُردوں کے ڈھیر سے نیم جان اٹھا کر ایک قریب کے مکان پر لیجایا گیا۔ یہ مکان ایک آسودہ حال شریف آدمی کا تھا جو اپنی عورت اور

دو نوجوان بیٹیوں کو خدا کے حوالے کر کے بھاگ گیا تھا۔ عورت نے خود آگر دروازہ کھولا۔ اور بے یارڈ کو اندر لیگئی۔ گو لوگوں نے بے یارڈ کو لب مرگ سمجھا تھا مگر اسمیں اسقدر طاقت ابھی باقی تھی کہ اس نے سپاہیوں کو مکان کے لوٹنے سے سخت ممانعت کی +

یہ عورت بے یارڈ کو ایک معقول کمرے میں لیگئی جہاں یہ دوزانو ہو کر اسکے قدموں پر جھک گئی اور کہنے لگی "جناب من میں یہ تمام مکان مع اسکے اسباب کے آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ کیونکہ جنگی قوانین کے مطابق یہ سب آپکا ہے میں صرف آپ سے ایک عنایت کی ملتجی ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میری اور میری دونوں بیٹیوں کی عزت اور جان میں کسی طرح کا خلل نہ آئے"۔ بے یارڈ گو بہت ناتوان تھا مگر بمشکل تمام اس نے کہا "میں نہیں جانتا کہ آیا مجھکو صحت ہو گی یا نہیں۔ کیونکہ مجھکو زخم کاری لگا ہے مگر میں جب تک زندہ رہوں گا تمکو یا تمہاری بیٹیوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہونچے گا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ حتی الوسع میں تمہاری ساتھ شفقت اور ادب سے پیش آؤں گا۔ مگر مجھ کو سب سے بڑھکر جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ میرے زخم کا کسی طرح جس قدر جلد ہو سکے علاج کیا جائے"۔

یہ عورت ایک سپاہی کو ہمراہ لیکر ڈاکٹر کی تلاش میں گئی چنانچہ ڈاکٹر نے اس زخم کو دیکھا مگر خوش قسمتی سے اس نے کہا کہ یہ مہلک تھا۔ فی الفور اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ اور بے یارڈ کو آرام ہونے لگا۔ اسی اثنا میں اس نے عورت سے اسکے خاوند کے بارے میں استفسار کیا۔ اس عورت نے زار زار روکر جواب دیا "مجھکو معلوم نہیں کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ مگر مجھکو یقین ہے کہ وہ خانقاہ میں پناہ گزین ہوگا"۔ جس وقت یہ معلوم ہوا بے یارڈ نے دو سپاہی بھیجکر اُسے مکان پر واپس بلوایا۔ اور پھر اسکی سلامتی اور حفاظت کی طرف سے اُسے بے غم کر دیا گیا +

جب ڈاکٹر نے بیان کیا کہ زخم کو بہت جلد آرام ہو جائیگا تب بے یارڈ نے اُسے اپنی معمولی کشادہ دلی سے بہت کچھ انعام دیا۔ اور دو روز بعد اپنی فوج میں جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اب صاحب خانہ اور اُسکی عورت کو خیال آیا کہ ان کیواسطے بے یارڈ کو نذر دینا ضروری تھی۔ انہوں نے فی الفور تمام نقد و جنس جمع کیا اور کل رقم ۲۵۰۰ ڈیوکیٹس بنی۔ انہوں نے اسے ایک عمدہ کشتی میں رکھکر بے یارڈ کے کمرے میں جا کر اسکے سامنے پیش کیا اور عورت اسکے قدموں پر دوزانو دست بستہ جھک گئی۔ اس بہادر نے اسکو اُٹھانا چاہا مگر یہ نہ اُٹھی + اس عورت نے کہا "عالیجاہا! میں تمام عمر اپنے پروردگار کی مشکور ہونگی۔ کہ اس نے ہمارے شہر کے محاصرے میں محض اپنی عنایت بے پایاں سے آپ جیسے کشادہ دل اور عالیحوصلہ بہادر کو ہمارے مکان تک پہنچایا۔ اور میرا خاوند اور بیٹیاں تمام عمر آپکو اپنے حق میں خدا کی رحمت کا فرشتہ سمجھینگے کیونکہ صرف آپ کی ہی بدولت

ہماری جان و مال و عزت و آبرو صرف آپکی بدولت بچی ہے ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپکے قیدی ہیں۔ یہ مکان اور جو کچھ اس میں
مال و اسباب ہے حق فتح سے آپکی ملکیت ہے۔ مگر آپنے ہم پر اسقدر نوازش اور عنایت مبذول فرمائی
ہے کہ میں آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ ہمپر رحم کریں اور اس حقیر نذر کو جس کے آپکی خدمت میں پیش کرنے کا فخر
اسوقت مجھکو حاصل ہے قبول فرمائیں۔

اسکے بعد عورت نے کشتی سامنے کرکے اوپر سے اسکا سرپوش اٹھا لیا۔ بیے یارڈ نے اسکی طرف دیکھا پوچھا
کیا سب یہی کچھ پاس ہے؟ عورت نے جواب دیا۔ "جناب عالی۔ ۲۵۰۰ ڈیوکٹس ہیں لیکن اگر آپ کو منظور
نہیں تو جسقدر رقم آپ چاہتے ہیں آپ بتلائیے اور ہم اسکے مہیا کرنے کی تدبیر کرینگے۔ بیے یارڈ جسکو
سونے چاندی کا مطلق خیال نہ تھا کہنے لگا "یہ ۲۵۰۰ ڈیوکٹس تھیں تو وہ میری نظر میں کچھ
قیمت بھی نہ پاتے اس مہربانی اور شفقت کے مقابلہ میں جو آپکے ہاتھوں مجھکو نصیب ہوئی۔ اور آپکے
اور آپکے تمام کنبے نے جو میرے ساتھ سلوک کیا۔"

عورت پھر دوزانو ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو بھر کر اس نذر کے قبول کرنے پر اس سے اصرار کیا۔
اور کہا "میں دنیا میں اپنے آپکو بدتر سے بدتر بدنصیب اور ناشاد سمجھونگی اگر آپ اسکے قبول فرمانے میں
عار سمجھینگے یا انکار کرینگے۔" بیے یارڈ نے جواب دیا "اچھا اگر آپکی یہی مرضی ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں
مگر ابھی اپنی دونوں بیٹیوں کو میرے پاس براہ عنایت بھیجیے تاکہ میں اُن سے رخصت ہو لوں۔" بیے یارڈ نے اُن
۲۵۰۰ ڈیوکٹس کو تین جگہ تقسیم کیا۔ دو حصے علیحدہ علیحدہ ایک ایک ہزار کے اور ایک ۵۰۰ کا۔ جس وقت
لڑکیاں آئیں وہ دونوں اسکے سامنے دوزانو جھک گئیں۔

ان میں جو بڑی تھی وہ بولی "جناب عالی۔ آپ کے سامنے اسوقت وہ دو لڑکیاں حاضر ہیں جن کی عزت
اور جان صرف آپ کی بدولت سلامت رہی ہے۔ ہمکو بہت افسوس ہے کہ بجز اسکے اور کسی طرح اپنا شکریہ
ہم ادا کرنے کے قابل نہیں کہ خدا کی درگاہ میں سربسجود ہوں اور آپکے جان و مال کی دعا مانگیں اور اس سے
ملتجی ہوں کہ وہ آپکو یہاں اور وہاں دونوں جگہ اس کار خیر کا صلہ دے۔"

بیے یارڈ ایسا متاثر ہوا کہ اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس نے انکی مہربانی اور عنایت کا شکریہ ادا کیا
اور کہا "تم جانتی ہو کہ عموماً سپاہیوں کے پاس زیور وغیرہ کی قسم سے کچھ بھی نہیں ہوتا جو وہ نوجوان لیڈیوں
کو بطور تحفہ کے دیں۔ مگر ابھی تمہاری اماں نے یہ ۲۵۰۰ ڈیوکٹس لینے پر مجھکو مجبور کیا ہے جو یہ سامنے رکھے
ہوئے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک ہزار تم میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تمہاری شادی کے جہیز
کے طور پر دیتا ہوں۔ اور باقی پانسو میری مرضی ہے کہ کسی خانقاہ میں اُن غریبوں کی امداد کیواسطے بھیج دیئے جائیں

جنہوں نے اس محاصرے اور لوٹ کی مصائب اُٹھائی ہیں" +

غرض اس طرح یہ معاملہ انجام کو پہونچا۔ تمام خاندان کی آنکھوں میں شکریے کے آنسو بھرے ہوئے تھے اور بےیارڈ جس وقت اس مکان سے چلا اسوقت ایک بہادر سپاہی کی شادمانی نیکبختی اور شرافت اسکے ہمراہ تھی +

قریباً انہیں ایام میں پوپ جیولیس نے بےیارڈ کو کلیسیا کا کپتان جنرل بنانا چاہا مگر اس تجویز کا بےیارڈ نے جواب دیا "میرا صرف ایک مالک آسمان میں ہے اور وہ رب العالمین ہے۔ اور ایک مالک زمین پر ہے یعنی شاہ فرانس۔ اور اسکے سوا میں کسی کی خدمت نہیں کرتا" +

بےیارڈ بہت سی لڑائیاں لڑا اور بہیں فتح کیں جن میں اُس نے اپنی نمک حلالی اور وفاداری پرلے درجہ کی ظاہر کی۔ اور آخرکار ریبک میں میلان کے قریب اسکو آخری زخم لگا۔ امیر البحر بانوٹ نے جو فرینسس اول کا بہت منہ چڑھا تھا اسکو ایک نہایت خطرناک مقام شاید جد سے کھڑا کیا یہ یہاں اپنی جگہ پر کھڑا تھا کہ اہل اسپین نے اسپر ایک باڑہ ماری۔ ایک گولی اسکی کمر کے پار ہوگئی اور اسکی پسلیاں چھید دیں۔ جس وقت گولی لگی بےیارڈ چلا اُٹھا "خدایا میں مرگیا" پھر اس نے اپنی تلوار کے صلیب نما قبضے پر بطور صلیب کے بوسہ دیا +

اسکے ہمراہیوں کی مرضی ہوئی کہ ایسے جنگ و جدل میں سے اسے نکال لیجائیں مگر اسنے کہا "نہیں میں نہیں چاہتا کہ آخری وقت میں اپنی تمام عمر میں پہلی مرتبہ دشمن کو پیٹھ دکھلاؤں" اس نے خود کو ایک درخت کے نیچے لیجانے کا حکم دیا۔ ابھی اسقدر اس میں طاقت تھی کہ یہ چلا کر حکم دیتا تھا "باڑہ مارو!" اس نے اسوقت کہا "مجھ کو دشمن کے سامنے منہ کر کے مرنے دو" اس کے ماتحت اسکے اردگرد بیٹھے آنسوؤں کا دریا بہا رہے تھے۔ اس نے کہا "یہ خدا کی مرضی ہے کہ وہ مجھکو اپنے پاس بلاتا ہے۔ اس نے مجھ کو مدت دراز تک اس دنیا میں رکھا۔ اور وہ عنایت اور بخشش مجھپر کی کہ جسکے میں لائق نہ تھا .... میں تم سب سے ملتجی ہوں کہ مجھ کو چھوڑ کر چلے جاؤ کیونکہ ایسا نہ کرنے میں مبادا قید ہو جاؤ۔ اور پھر بیلیک اور صدمہ میرے دل پر گذریگا۔ میں مر رہا ہوں۔ تم اس بارے میں میرے کچھ کام نہیں آسکتے" +

اسکے بعد اہل اسپین اسے قید کرنے کو آگے بڑھے۔ مارکوئس آف پسکا نے اسکے قریب آکر کہا "لارڈ بےیارڈ کیا یہ ممکن تھا کہ خدا مجھکو اس قابل کر دیتا کہ بغیر جان جانے کے تمام خون میرا بہ جاتا اور میں آپکو تندرستی میں گرفتار کر سکتا۔ جب سے میں نے سپہگری کے ہتیار باندھے مجھکو آپکا ثانی نہ ملا" مارکوئس اس لیےگ بہادر سے نہایت خوش خلقی اور ادب سے پیش آیا۔ مگر جب کانسٹیبل آف

اس نے جب تک اپنا اور اپنے آدمیوں کا کرایہ نہ دے لیا یہاں سے نہ ہلا۔ یہ چاپلوسوں اور عیب لگانے والوں کا جانی دشمن تھا۔ اسکی نیکبختی نے بچپن ہی میں ظہور پایا تھا۔ مگر جوں جوں یہ بڑھتا گیا توں توں یہ کمال ہوتی گئی۔ اس نے اپنے سر پر وہ بقائے دوام کا تاج پہنا جسکی نسلاً بعد نسلٍ عزت اور تعریف ہوگئی۔

اگر ملک کی حمایت میں جنگ کیجائے تو وہ ہمیشہ معزز سمجھی جاتی ہے۔ مگر برعکس اسکی فتح کی خاطر جو جنگ وہ بہت کچھ معیوب سمجھی جاتی ہے۔ مگر تاہم زمانہ حال کی مروجہ تہذیب اور شایستگی کی آڑ میں بھی بعض ایسی حالت میں جو سب سے بڑھکر قصاب یعنی ظالم ہو اسکا پلہ بھاری رہتا ہے۔ حب الوطنی ایک اصول ہے جو اعلےٰ جذبات اور شریفانہ خیالات سے پر ہوتا ہے۔ وہ کون شخص ہے جو آرنالڈ وان ونکلر کی اُس بہادری کی جو اس نے سمپاک میں ظاہر کی۔ اور بروس کی اُس جوانمردی کی جو اُسنے بنکبرن میں دکھلائی تعریف نہیں کرتا؟ ان کے یہ کارنمایاں شریفانہ تھے۔ اور انکی تمثیل کے نرے خیال ہی نے اُن کے اہل ملک کے دلوں میں علو ہمتی پھونک دی۔ انہوں نے اپنے بعد فرض کا ایک ایسا خیال چھوڑا ہے جو کبھی فراموش نہیں ہوسکتا۔

مروجہ عالم نفع خلائق کے مقابلہ میں بھی حب الوطنی کسی طرح کم نہیں۔ وہ شخص جس کا دل وطن اور آبائی ملک کے تعلقات سے جکڑا ہوا ہے۔ اسمیں زیادہ صاف باطنی ہے۔ زیادہ گرمجوش ہمدردی ہے اور زیادہ کوشش کا مادہ ہے بہ نسبت اُس شخص کے جسکے خیالات اپنے ہی نفس تک محدود ہیں۔ اور وہ اپنا وقت لہو و لعب۔ عیاشی اور اوباشی میں صرف کر دیتا ہے۔ ہر ایک شخص کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ وہ سلسلہ مخلوقات کی صرف ایک کڑی ہے۔ اور باوجود اپنی حب الوطنی کے تمام دنیا کا میدان اسکی سخاوت اور نیک عملی کی جولانگاہ ہے۔

حب الوطنی شرافت اور سپہگری شب واشنگٹن کی زندگی میں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ یہ واشنگٹن تھا جس نے اپنے ملک کو آزاد کیا اور اسکا صدر بنا۔ اٹھارھویں صدی میں یہ شخص سب سے بڑھکر باعظمت گذرا ہے۔ اور بہت کچھ اپنی ذہانت سے نہیں بلکہ صاف باطنی اور اعتدال کی سے۔ اسکے والدین نہایت اشراف اور نیکبخت تھے۔ اسکے آبا و اجداد پہلے پہل ڈرہم میں آئے اور پھر یہاں سے امریکہ کو چلے گئے جہاں ورجینا میں ۱۶۵۷ء میں انھوں نے بود و باش اختیار کی۔

جارج واشنگٹن کا چال چلن ایسا تھا کہ کم سنی ہی میں اسکو نہایت اعتماد اور اعتبار کی جگہ ملی۔ ۱۹ سال کی عمر میں یہ ورجینا میں میجر ہوگیا اور اس نے کبھی اُن لوگوں کو دھوکا نہ دیا جنھوں نے اسپر تکیہ کیا

ہمیشہ مستعد - فرمانبردار - اور فرض کا پابند رہا - ۴۴ سال کی عمر میں یہ کرنل بن گیا - اور جس قدر فوج ہندوستان بھیجی
ہوئی اسکا کمانڈر انچیف مقرر ہوا - اسکی صرف کامیابی ہی تربیت نہوئی تھی بلکہ ناکامی ہی جس نے اس کے
جوش اور مردانگی کو بھڑکا دیا ۔

واشنگٹن کی سوانح عمری بہت لوگوں نے لکھی ہے - لہذا یہاں بجز اسکے اور کچھ بیان کرنا چنداں
ضروری نہیں کہ اسمیں دیانت داری - ایثار کا مادہ - اور نیک نیتی کس قدر تھی جس سے اس نے اپنے ملک کو
آزادی کی تکمیل کا تاج پہنایا - نہ تو کوئی شخص اس سے بڑھکر صاف باطن تھا نہ نیک نیت تھا - فتح کے وقت
اسمیں خود ضبطی موجود ہوتی اور شکست کے وقت یہ پہاڑ کی طرح مضبوط رہتا - اپنی تمام عمر میں یہ کشادہ
دل - فیاض اور نیکبخت رہا - واشنگٹن میں یہ بات دریافت کرنا مشکل ہے کہ کونسی چیز زیادہ قابل تعریف ہے
اسکے چال چلن کی شرافت - حب الوطنی کا جوش یا نیک نیتی ۔

جس وقت یہ کمانڈر انچیف کے عہدہ سے مستعفی ہوا - اس نے چند ریاستوں کے گورنروں کے سامنے تقریر کی
جسکے اختتام پر اس نے کہا کہ "میں شب و روز یہ دعا کرتا رہتا ہوں خداوند تعالی آپکا اور جس ریاست پر آپ
حکمران ہیں اُس کا نگہبان رہے - وہ میرے اہل ملک کے دل متابعت اور حاکموں کی فرمانبرداری سے پُر
کر دے - ایک دوسرے کے دل میں عموماً تمام اپنے اہل وطن باشندگان ریاست ہائے متحدہ اور خصوصاً اپنے اُن
برادروں کی محبت پیدا کر دے جو ان کے واسطے میدان جنگ میں کام آئے - اور آخر میں وہ محض اپنے فضل و
کرم سے ہمیں انصاف کی طاقت دے - رحم کی محبت ہم میں ڈالے - اور ہم میں وہ سخاوت - انکساری - اور
بردباری کا مادہ پیدا کرے جو ہمارے آسمانی رہنما میں موجود تھا - اور ان چیزوں کی تصدیق کے بغیر ہم کبھی شادمان
قوم بننے کی اُمید نہیں کر سکتے" کس قدر سادے سچے اور دلپسند واشنگٹن کے یہ الفاظ ہیں !

سپہگری کا ذکر کرتے وقت ہم ڈیوک آف ولنگٹن کا نام لینے سے بھی پہلو تہی نہیں کر سکتے - یہ
شخص گویا انگلستان کا بیٹا تھا - اسکی زبان سے جو سب سے پہلا لفظ نکلا وہ وہ جو سب کے بعد نکلا فرض
تھا - یہی اسکی تمام زندگی کا اصول رہنمائی تھا - دنیا میں صرف ایک ہی خیال اسکے دل میں تھا کہ جہاں تک ہو سکے
اپنی لیاقت اور ہوشیاری سے ملک کو نفع پہونچائے - معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اور عزت کی خواہش نے ہرگز
اسکو تحریک نہ کی - اسمیں کسی قسم کی ذاتی حرص نہ تھی - یہ صرف اسی پر قانع تھا کہ فرض ادا کر دے ۔

اسکا پہلا کام یہ تھا کہ رجمنٹ کی افسری کا کام سیکھے - اور ابھی یہ افسر مقرر ہوا ہی تھا کہ اسکی رجمنٹ سب سے
بڑھکر قواعد دان اور ہوشیار مشہور ہو گئی - جو حکم اسکو دیا جاتا یہ اسے نہایت محنت اور پابندی وقت سے بجا
لاتا - یہ سمجھتا تھا کہ وقت ایک ایسا زمانہ ہے جس میں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور وہ بھی ہوشیاری اور غور سے

ایک اور حسبیں یہ ممتاز تھا فرمانبرداری تھی جب یہ اُس ہندوستان سے انگلستان کو واپس گیا جہاں اس نے بڑی بڑی فوجوں پر افسری کی تھی اسے سسکس میں ایک پلٹن کی کمان ملی - اسکی زبان سے ایک لفظ بھی شکایت کا نہ نکلا - اور جب کسی نے اسکی اس تغیر حالت پر ہنسی میں کچھ کہا تو اس نے جواب دیا "میں نے پادشاہ کا نمک کھایا ہے اور جو وہ مجھکو حکم دیگا اسکی بجا آوری میرا فرض ہے" ✣

اسکی دلیری کا ذکر کرنا ہی لاحاصل ہے - فی زمانہ تو کسی پلٹن یا رسالے کے جنرل کیواسطے یہ ضروری نہیں کہ خطرے کا سامنا کرے - اسکو صرف فوج کے آگے چلنا ہوتا ہے جیسے گف تلوار ہاتھ میں لیئے ہوئے پنجاب کی سپاہ میں گیا تھا - غرض پھر بھی جہاں تک کسی خطرے کے موقع پر یا حملے کے وقت اسکی موجودگی سب سے آگے ضروری تھی - یہ بہادری سے سینہ سپر ہوا - معرکہ آسئی میں دو گھوڑے اسکے نیچے مر گئے - دوڑو میں ایک موقع پر یہ ایک فرانسیسی سپاہ میں گھر گیا مگر اس نے تلوار ہاتھ میں لی اور ان کو چیرتا ہوا نکل گیا - سلیمانکا میں ران میں اسکی زخم آیا اور ایک گولی اسکی ٹوپی کے پار ہو گئی - سر نیپیر کا بیان ہے "میں نے جنگ سلیمانکا کی شام کو اسکو اسوقت دیکھا جب توپوں کے گولوں سے دل ہل رہے تھے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی بجز آگ کے شعلوں کے اور کچھ نہ نظر آتا تھا - ڈیوک آف ولنگٹن تھا اسکی پیشانی پر فتح کا ستارہ چمک رہا تھا - اسکی نگاہ تیز اور تیر رساں تھی - مگر اسکی آواز نہایت مطمئن اور خوش الحان تھی" ✣

ڈیوک کا تحمل نہایت ہی عجیب تھا - جب ٹورس ویڈراس میں ۱۸۱۰ء میں فوج میسینا نے اسکو بہت تنگ کیا تو اسکے اپنے ماتحت افسر بعض اوقات بغاوت پر اسکے برخلاف آمادہ ہو گئے - یہ لوگ انگلستان جانے کے واسطے رخصت مانگتے تھے - اس نے کہا "اسوقت سات جنرل ہیں - جو یا تو انگلستان کو چلے گئے یا چلے جا رہے ہیں - اور بجز میرے اور جنرل کیمپبل کے کوئی بھی ایسا نہیں جو فوج کو لیجائے - ان افسروں کی عدم موجودگی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ جنگ کے موقع پر مجھکو معہ سٹاف کبھی تو رسالہ کا اور کبھی ہر اول کا جنرل بننا پڑتا ہے - اور بعض اوقات ایک ہی دن میں دو دو اور تین تین دستوں کے آگے چلنا پڑتا ہے" ✣

انگلستان میں اخبارات نے ڈیوک کی مخالفت پر قلم اٹھائے - اور اسکی توہین کی "اسکو جنگ کی جرأت ہی نہیں ہے!" اور پھر ایسے ایسے عجیب آدمیوں نے یعنی لارڈ میئر اور شہر کی لندن مجلس عام نے پادشاہ سے درخواست کی کہ ڈیوک کے چال چلن کی تحقیقات کیجائے - ہاؤس آف کامنس نے شکایت کی زبان کھولی - وزارت میں ہل چل مچ گئی - تاہم ولنگٹن اپنے کام پر ٹورس ویڈراس میں مستعد رہا - اسکے پاس صرف انگریزی فوج ہی لائق تھی - کیونکہ پرتگیز قریباً بیکار بیٹھے رہتے تھے - اور انگریزی اخبارات میں جو اسپر الزام لگائے گئے ان کے بارے میں اس نے کہا "مجھکو امید ہے کہ برطانیہ میں لوگوں کی آرائے اخبارات کی زبان سے مؤثر نہونگی

اگر یہ وزارت ہی ایسی دیکھا جبکہ جب ڈاکٹر ہیوم ڈیوک کے کمرے میں اُن آدمیوں کی پورٹ کرنے آیا جو
جنگ واٹرلو میں کام آئے تھے یا زخمی ہوئے تھے - اس نے ڈیوک کو بے خبر اپنے تن بدن سے بالکل
غافل پڑا ہوا پایا - اس کے بعد ڈیوک اُٹھکر بیٹھا اور فہرست پڑھی گئی - یہ فہرست بڑی لمبی تھی اور جب
ڈاکٹر نے سر اُٹھاکر ولنگٹن کی طرف دیکھا تو اسکے دونوں ہاتھ موتھ پر تھے اور آنسو رخساروں پر بہ رہے
تھے " اسی روز اس نے اپنے دوست مارشل بیرسفورڈ کو کہا " ہمارے نقصان نے میری کمر
توڑ دی اور مجھکو اس فتح نے کی کچھ پرواہ نہیں جو ہمکو حاصل ہوا ہے میں خدا سے دست بدعا ہوں
کہ وہ آیندہ مجھکو اس قسم کی جنگ سے بچائے - کیونکہ اسقدر اپنے دوستوں اور ہمراہیوں کے نقصان
سے میں شکستہ دل ہو رہا ہوں " اس کے بعد اس نے لارڈ ابرڈین کو لکھا " اس قسم کی شادمانی میرے
واسطے کچھ بھی طمانیت نہیں " اور پھر بھی اس نے ایک بڑی جنگ عظیم الشان فتح کی تھی - لڑائی کے
بعد جب وقت یہ میدان جنگ میں پھر رہا تھا اس نے زخمی سپاہیوں کی دلخراش آوازیں سنیں اور
اس وقت اس نے پوری پوری انسانی خیال کو ان قابل یادگار الفاظ میں ظاہر کیا " بجز شکست کے میرے
خیال میں کوئی چیز بھی ایسی خوفناک نہیں جیسی فتح ہے " -

جب ایکبار یہ ہاؤس آف لارڈز میں تقریر کر رہا تھا اس نے کہا " میں اُن شخصوں میں سے ہوں
جنہوں نے بہت لوگوں سے بڑھکر بہت کچھ اپنی زندگی لڑائی میں بسر کی اور پھر خانہ جنگی میں - اور میں یہ
کہتا ہوں کہ اگر کسی صورت میں اس قابل ہوں کہ ملک میں خانہ جنگی ایک ماہ تک بھی ملتوی کرسکوں تو اس کے
واسطے میں اپنی جان قربان کرنے کو مستعد ہوں " -

ڈیوک نہایت ہی حمدل اور رقیق القلب شخص تھا - اس نے ہسپین کی رعایا کی انہیں کی سپاہ کے
ظلم سے حفاظت کی - جنگ ٹالویرا کے بعد انگریزوں اور کوسٹا کی سپاہ میں چھڑ گئی کیونکہ انگریز ان سپاہیوں
کو زخمی فرانسیسیوں کے قتل کرنے یا ستانے سے روکتے تھے - مسٹر جیٹو برایڈ نے کہا ہے - ہمارے
دل میں لارڈ ولنگٹن کی اسقدر تعریف ہے کہ ہم اسپر اپنی خوشی کا اظہار کرنے سے باز نہیں رہ سکتے - یہ درحقیقت
ہم یہاں تک فخر ہوتے ہیں کہ ہماری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں - جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ با عظمت شخص پرتگال
سے لاتیں تب وقت ہر ایک شخص کو دوگنی جینے کا وعدہ کرتا ہے اگر وہ ایک فرانسیسی زندہ لائے " -

ڈیوک کی تمام عمر شفیقانہ کاموں سے بھری ہے - ہندوستان میں اس نے دوندھیا کے بیٹے کو
زخمیوں کے ڈھیر میں سے نکالا اور اسکا علاج کیا - اس نے جنرل فرینیشی کی نہایت شوق سے
امداد کی اور اسکا علاج کیا جبکہ اہل ہسپین نے ایک بائی قید خانے میں مرنے کے لیئے چھوڑ دیا تھا - اس نے

شاہ اسپین نے ظلم کے کئی ایک شکاروں کو جن میں ایک شخص نوجوان **مکاریناس** بھی تھا بچایا تھا۔ پرتگیزوں کی تندی اور غضب کے مقابلہ میں تنہا اُن فرانسیسیوں کی حمایت کی اور بچایا جو دشمن کی بے تقدیرا اُسکے ہاتھ آ گئے تھے۔ اس نے کہا "قوانین جنگ کے مطابق یہ میری حفاظت اور خبرگیری کے مستحق ہیں۔ اور میں نے اسے پورا کرنے کا ارادہ کر لیا ہے" اس نے فرانسیسی افسر کو اجازت دیدی کہ وہ بے کھٹکے اگر ان کا علاج کرے اور فوج میں آ کے جائے ✤

اسی طرح توقیر کو مدنظر رکھکر یہ دشمن سے پیش آتا چنانچہ جب ہندوستان میں اسکو یہ تدبیر بتلائی گئی کہ دونا صیاہ سے یہ لڑائی کا اس طرح خاتمہ کرے کہ ایک خنجر اُسکے مار دے۔ اسنے فی الفور اس کا انکار کیا اور اسکی تردید کی۔ اور اسیطرح جب اسپین میں **سولٹ** کی فوج میں بغاوت پھوٹی اور اس سے کہا گیا یہ کہ اس فوج کی معاونت کرے اس نے قطعی انکار کر دیا۔ اس نے اُس فعل کے لائق خود کو اور اُس کام کو نہ سمجھا جبکہ یہ بہادر تھا کہ ایک فوجی بغاوت کے سیلہ سے یہ وہ چیز حاصل کرلے جو در اصل لیاقت اور بہادری کا صرف صلہ ہے ✤

جب یہ تورس ویڈراس میں تھا شاہزادہ **اسپلنگ** نے انگریزی فوج کے ملاحظہ کا بہت اشتیاق ظاہر کیا۔ یہ ایک انگریزی توپخانہ کی طرف بڑھا اور ایک باغ کی تیچی سی دیوار پر دوربین رکھکر اسے دیکھنے لگا انگریز افسروں نے اسے دیکھ لیا اور گویہ یکبارگی توپوں کی باڑ سے تمام سپہ سالار کے ہمراہیوں اور خود سپہ سالار کا کام تمام کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے صرف ایک گولہ چلایا تاکہ شہزادے کو اپنی حالت کی خبر ہو جائے۔ نشانہ ایسا ٹھیک تھا کہ جس دیوار پر دوربین رکھی تھی وہ گر گئی ۔ میسینا اس خوش خلقی کی اطلاع دہی کو فوراً سمجھ گیا۔ اس نے توپخانے کو سلامی دی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلدیا ✤

یہی حال ولنگٹن کا واٹرلو میں تھا۔ جب ڈیوک فرانسیسی فوج کی حرکات سکنات دیکھ رہا تھا۔ توپخانے کا ایک افسر اسکے قریب پر گھوڑے پر سوار آیا اور جس جگہ نپولین مع اپنے افسروں کے کھڑا تھا اُس طرف اشارہ کر کے کہنے لگا "میں وہاں تک آسانی سے پہونچ سکتا ہوں اور یقین ہے کہ ایک گولہ بندوق سے گرا بھی دوں" ڈیوک نے جواب دیا "یہ نہیں نہیں۔ وہ جنرل جو ایسے عظیم معرکوں میں فوج پر حاکم ہوں بجز ایک دوسرے کے تو لی مارنے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہوتا ہے"

جب نپولین کو شکست ملی تو ڈیوک نے نہایت متنفر ہو کر اس تجویز کی تردید کی کہ نپولین کی جان سے درگذر یا اس سے مخلصی پائے۔ اس نے کہا "ایسا فعل ہمکو نسلوں تک بدنام اور بے عزت کر دیگا۔ لوگ ہمکو کہینگے کہ ہم نپولین کے فاتح بننے کے قابل نہ تھے" اور سرچارلس سٹیوارٹ کو اس نے لکھا "بلوشر چاہتا

کرائے مار ڈالے۔ مگر میں نے اس سے کہدیا ہے کہ میں اسکی شکایت کروں گا اور اصرار کروں گا کہ کثرت رائے
سے فیصلہ ہو۔ میں نے اس سے یہی کہدیا ہے کہ میں اسکو دوستانہ طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے عیوب
اور بیکاموں سے باز رہے۔ اور یہ کہ میں نے اور اُس نے ایسے ایسے کاموں میں خود کو متاثر کیا ہے کہ جلاد
بننا نالائقی ہے۔ اور یہ کہ میرا ارادہ ہے کہ اگر تمام بادشاہ اسکے قتل پر متفق ہوں تو اُن کو چاہیئے کہ ایک جلاد
مقرر کریں مگر میں وہ جلاد نہ بنوں گا"۔

ڈیوک نے تو نپولین کی سلامتی پر اسقدر اصرار کیا اور اسکا عوض نہایت عجیب ملا کہ نپولین نے اس شخص کو
[illegible] ہزار فرینکس دینے کا وعدہ کیا جو ولنگٹن کو قتل کر دے۔ ڈیوک نہایت راستباز شخص تھا اور یہ
چاہتا تھا کہ اسکے ماتحت بھی اسی کی طرح بن جائیں۔ ۱۸۰۹ء میں اس نے جنرل کلریان کو لکھا "جب
انگریزی افسر وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بھاگنے کی کوشش نہ کرینگے تو آپ ان پر اعتماد کیجیئے اور سمجھیئے کہ
وہ اپنے وعدے پر ثابت قدم رہینگے۔ اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کوئی انگریز اسکے برعکس عمل
کریگا تو مجھکو ہرگز تامل نہ ہوگا کہ فی الفور اُسے گرفتار کروں اور آپکے پاس واپس بھیجدوں"۔ ڈیوک نہایت
صاف دل شخص تھا۔ نہ تو رشوت سے اسپر کوئی قابو پا سکتا تھا نہ کوئی دھمکی اسے خوف زدہ کرسکتی تھی۔
جب ایک کمتر عہدہ اُسے ملنے لگا اس نے کہا "آپ مجھکو حکم دیجیئے اور میں اسے بجالاؤں گا"۔ اسمیں
ایمانداری۔ وفاداری اور صداقت بکمال تھیں۔ اسکو مطلق اپنا خیال نہ تھا بلکہ دوسروں کا۔ اور حسد کا تو
اسمیں نام تک نہ تھا۔ اس نے کبھی دوسروں کی شہرت کی مخالفت نہ کی اس غرض سے کہ اسکی شہرت زیادہ
ہو جائے جسقدر اسکو اپنی شہرت کا خیال تھا اسیقدر اپنے ماتحت افسروں کی شہرت کا تھا۔ جب کوئی خرابی
پیش آتی جیسا کہ برگوس میں ہوا یہ تمام الزام خود پر لے لیتا۔ اس نے وہ تمام الزام خود پر لے لیئے جو کہ ہیم
ہل اور کرافورڈ پر انگلستان میں لگائے گئے۔ اسمیں وہ کامل اعتقادی اور روحانی برتری تھی جو
ناانصافی اور بہتان سے سخت متنفر تھی۔ جب [illegible] کی یونیورسٹی نے اسکی تعریف اور مدح سرائی کی تو اُس نے
اپنی خدمت کا کچھ تذکرہ نہ کیا اور نہ تعریف کی بلکہ کہا "جنگ کا نتیجہ قادر مطلق کے ہاتھ ہے"۔

ولنگٹن کے چال چلن کی سب سے بڑی صفت فرض کی بجاآوری کا راسخ خیال تھا۔ یہی صفت اسکے
چال چلن کی رہنما تھی۔ اور یہ وہ فرمانروائی اور شاہنشاہی کا مادہ تھا جسکے تمام چیزیں زیر فرمان ہیں۔ اسکی
متواتر یہ خواہش تھی اور پختہ ارادہ تھا کہ جس کام کو یہ فرض سمجھے اُسے ایمانداری اور وفاداری سے کرے کیونکہ
یہ فرض تھا۔ یہ ایک چیز کے واسطے دنیا میں زندہ رہا کہ بطور ایک سپاہی کے اپنا فرض ادا کرے۔ اُسے اپنی
تمام طاقت صرف کر کے کرے۔ اُسے جان نثار کر کے کرے۔ اُسے نہایت ہی عمدہ طور پر کرے جہاں تک

باب ۱

نیک عملی میں بہادری

جو کوشش کرتا ہے غالب آتا ہے ÷

(سکاٹ لنڈ کی ضرب المثل)

اِس دنیا میں فرض کا راستہ دوسری دنیا میں نجات کی سڑک ہے ÷

(یہودی ولی)

نہ تو کوئی ہم میں سے اپنے واسطے زندہ رہتا ہے۔ اور نہ کوئی ہم میں سے اپنے واسطے مرتا ہے ÷

(حضرت پولوس)

زمانہ قدیم میں بہادری اور نیکی مترادف الفاظ تھے۔ قدیم اہل روما کی بہادری بڑی بیش قیمت تھی۔ یعنی قوت۔ طاقت جو کہ شریفانہ اغراض کے واسطے حاصل ہو سکتی تھی۔ وہ شخص جو اپنے اہل مُلک کی سب سے بڑھکر خدمت کرتا ہے۔ وہ شخص جو ان کو بلند پایہ بناتا ہے۔ وہ شخص جو انکی حفاظت کرتا ہے۔ سب سے بڑھکر بہادر اور جوانمرد ہے ÷

انسان میں ایک اندرونی بہادری ہے یعنی ضمیر میزہ کی دیانت کی۔ ایثار کی۔ خود انکاری کی راہ اُس حق کا کام کرنے کی جسکی تمام دنیا خواہ تضحیک کرے۔ اسکی سب سے بڑی علامت اعلےٰ درجہ کی دشمنی ہے بُردباری اور روح کی دگنی بیش قیمتی یعنی بہادری ہیں ÷

وہ بہادری جس کا اکھاڑہ میدان جنگ ہے۔ اعلےٰ ترین جوہر کی نہیں۔ تلواروں کی چقا چاق اور توپوں کی گولہ باری میں انسان دلیری سے پُرجوش ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مُلک کے نفع کے واسطے اپنی جان سے گذرنے کو کمربستہ ہو جاتا ہے۔ اور سب اُسکی عزت کرتے ہیں !

عورتیں جن کا خاصہ تحمل اور بردباری معلوم ہوتا ہے۔ مردوں ہی کی طرح بُردبار ہوتی ہیں۔ جنگ کے خونی افسانوں میں شاید اُس عورت سے بڑھکر کسی چیز میں ہمکو زیادہ دلچسپی اور لطف نہیں حاصل ہوتا جو زرہ بکتر لگا کر میدانِ جنگ میں اپنے عاشق کے ہمراہ گئی۔ اور جب یہ مارا گیا تو اسکے پاس کھڑی رہی۔ اور اپنے

عاشق کے مردہ جسم سے کنارہ نہ کرنے کی خاطر اُسنے موت کا سامنا کیا۔ بھلا دنیا میں کسقدر ایسے سپاہی ہیں
جو ہمیشہ ہستی کی جنگ میں مشغول ہیں۔ مرتبہ اور منصب کیواسطے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ کبھی تو ضرورت کا تو بچانہ
ان کے پیر اکھاڑتا ہے۔ کبھی نک پاتے ہیں۔ ہراساں ہوتے ہیں۔ چاروں طرف بجز مایوسی اور نا اُمیدی کے
کچھ بھی نہیں دکھلائی دیتا۔ مگر پھر بھی ثابت قدم ہیں!

مذہبی شجاع کو کسی سپاہی شجاع کی طرح دلیرانہ کاموں کی تحریک نہیں کیجاتی جس اکھاڑے میں اس کا
دنگل ہوتا ہے وہ جاہ و منصب کا نہیں ہوتا۔ بلکہ مصیبت اور ایثار کا۔ نہ تو اسکے سینے پر کوئی شاہی نشان
ہوتا ہے۔ نہ اسکے سر پر کوئی علم لہراتا ہے۔ اور جیسا کہ اکثر ہوتا ہے جب یہ اپنے فرض کی بجا آوری میں گرتا
ہے اسکے سر پر کوئی قومی سہرا نہیں ہوتا۔ نہ کسی گروہ سے اسکا ماتم ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ جاتے ہیں اور چپکے چپکے
اسکی گور پر آنسو بہاکر چلے آتے ہیں +

انسان تو دنیا میں شہرت کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ نہ شادمانی کے واسطے اور نہ کامیابی کیواسطے
بلکہ جو کچھ دنیا مہیا کرسکتی ہے اس سے بڑھکر کسی اعلےٰ اور عظیم الشان امر کے واسطے۔ جرمی ٹیلر کا
مقولہ ہے "خدا نے انسان کو اس دنیا میں بہت تھوڑا عرصہ دیا ہے۔ اور پھر بھی اسی تھوڑے سے عرصے پر
ابد کا دارومدار ہے۔ ہمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے دشمنوں پر ہمکو غالب آنا ہے۔ بہت سی مشکلات کا
مرحلہ طے کرنا ہے۔ بہت سی برائیوں کو روکنا ہے۔ بہت سے خطروں میں پڑنا ہے۔ بہت سی ضروریات
کو مہیا کرنا ہے اور بہت نیک کام کرنے ہیں" +

مذہب کیواسطے ایثار سب سے مقدم ہے۔ عمدہ ترین مرد اور عورتیں کبھی خود طلب نہیں بنتیں
یہ خود کو بغیر شادمانی یا شہرت کے لحاظ کے دوسروں کے ساتھ مخصوص کر دیتے ہیں۔ یہ فرض کی
بجا آوری کی خود اعتقادی میں اپنا صلہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور پھر بھی ہزاروں اس دنیا سے کوچ کر جاتے
ہیں جن کو "مرحبا!" کا لفظ بھی اُن لوگوں سے نصیب نہیں ہوتا جن کی اُنھوں نے خدمت کی ہے
"تم بھی دوسروں سے اسی طرح پیش آؤ جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے پیش آئیں"۔ ایسا حکم ہے جس پر
کاربند ہونا لامحدود ہے۔ اور پھر بھی یہ کم انکم اُن کے واسطے جو بے لاگی اور بے ریاکاری کی زندگی بسر کرنا
چاہتے ہیں آسان نہیں کہ اُسے کام میں لائیں +

اگر ہم صرف فہم و فراست سے ہی کام لیں تو کوئی چیز بھی دنیا میں غیر ضروری نہیں۔ اور ہمارا ایک تجربہ
بھی ایسا نہیں جسمیں اسکا نجوالی کنا یتاً ذکر نہو بشرطیکہ ہم صرف اسکو دیکھ ہی سکیں۔ نیز مصیبت بھی اکثر
انسانی ذہانت اور ہوشیاری کی اوّل درجہ کی کسوٹی ہے۔ جرمنی کا ایک مشہور شاعر کہتا ہے "وہ شخص جو نے

مقیم ہوا۔ یہ اپنے خراب خستہ مکانوں سے نکال کر اسمیں رکھے گئے اور اچھی طرح یہاں ان کا علاج معالجہ
ہوا۔ اور گاؤں کیواسطے تیماردار ملنا مشکل تھا مگر شپ یہاں موجود رہتا۔ یہ سپاہی کی طرح اپنے فرض پر
ثابت قدم رہا۔ جب ہسپتال میں خوراک کی قلت ہوتی تو یہ اپنے گاؤں میں اپنے مزرعہ پر جاتا اور گیہوں
کے تھیلے گھوڑوں پر لاد کر لاتا۔ اور یہاں تک کہ اگر کوئی خطرناک مریض ہوتا تو اسمیں بجز اپنے اور اپنے نوکروں کی
شمولیت کے کسی کا ہرگز روادار نہ ہوتا۔ علاوہ اسکے یہ خود ہی گھوڑوں کو کستا اور کھولتا۔ اور مکان کی
پشت پر جو دروازہ تھا اسی سے نکلتا اور اسی سے اندر آتا تاکہ اور لوگوں میں ملنے جلنے سے انہیں
نہ اسکی وجہ سے وبا کا اثر ہو جائے۔ یہ شپ ایک نمونہ ایثار۔ فیاض۔ عالی حوصلہ۔ کشادہ دل اور نیک بخت تھا
اسکی تمام عمر خدا ترسی اور نفع خلائق ہی میں گزری ✤

لنڈن سے **سڈنہم** اور اور بہت سے ڈاکٹر فرار ہو گئے۔ مگر بہت سے رحمدل اور شریف اشخاص
باقی رہ گئے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر **ہاجس** تھا جو اپنے فرض پر ثابت قدم تھا۔ یہ لگاتار مریضوں کی خدمت
میں مصروف رہا۔ اسکو بجز اپنی ضمیر منیرہ کی رضامندی اور خوشنودی کے اور کوئی اس ایثار کی شفقت
سے نفع نہ حاصل ہوا بیچارے کا بال بال مقروض ہو گیا۔ لڈگیٹ کے حوالات میں رہنا نصیب ہوا۔
اور آخر کار ۱۶۸۴ء میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا ✤

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لنڈن سے ہیضہ کی ہوا دیہات میں بھی پہونچی۔ اب تک بعض دور دراز
دیہات میں ایسی جگہ ملتی ہیں جہاں بقول یہاں کے باشندوں کے "انہوں نے ہیضے کو دفن کر دیا ہے"
مثلاً ایام کے موضع میں لنڈن سے ایک بقچہ کپڑوں کا ایک درزی کے نام آیا۔ ابھی یہ بیچارہ ان کو ہوا
ہی سے رہا تھا کہ وبا نے آدبایا اور چوتھے روز چل بسا۔ وبا پھیل گئی۔ یہاں کے باشندے جو کل تعداد
میں ۳۵۰ تھے گاؤں چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہوئے۔ مگر پادری **ولیم ماپیس** نے اپنی بہادری
سے ان کو اس بیہودہ حرکت سے باز رکھا۔ اس نے ان کو سمجھایا کہ ان کے وسیلہ سے وبا دور دور
پھیل جائے گی۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا ✤

مسٹر ماپیس نے ارادہ کیا کہ موضع کو ایک طور پر بند کر دے یعنی باہر سے لوگوں کی آمد و رفت
بند ہو جائے تاکہ مضافات اس آسمانی قہر سے محفوظ رہے۔ **ارل آف ڈیون شائر** نے حتی الوسع
تمام ضروریات مہیا کیں یعنی خوراک۔ ادویات وغیرہ سب بہم پہونچائیں۔ اس خاطر کہ لوگ گرجا میں
اکٹھا جمع نہوں۔ یہ کھلے میدان میں عبادت کرتا۔ اس نے ایک اونچا چٹان پسند کیا اور اسپر یہ کھڑا ہو جاتا
اور لوگ سامنے نشیب میں بیٹھ جاتے اور اسکا کلام سنتے ✤

جہاں کہ سانس لینا فوری موت تھی - مگر یہ بے کھٹکے دل سخت ہو کر ان میں چلے جاتے - ہر وقت یا تو قریب المرگ اشخاص کے پاس جاتے یا تو مریضوں کے پاس - کوئی خطرہ اور آفت ان کے مستقل ارادے کو متزلزل نہ کر سکی - ان کو موت کی شکل سامنے نظر آ رہی تھی - مگر ان کے دل میں ایک شمہ خوف کو بھی جگہ نہ ملتی تھی آخر کار یہ مہلک مرض ان سے چمٹ گئی اور یکے بعد دیگرے یہ جاں بحق ہوئے - سب سے پہلے پادری وائسلے کا انتقال ہوا - اسکے بعد اسکے ماتحت کا اور پھر بسیلیجر ایک کی باری آ گئی - اور گو اسطرح جلد ہی جلد یہ موت کا شکار ہو رہے تھے - مگر ان کے بعد ان کے جانشین بلا کسی خوف وخطر کے کام کرتے ہوئے - مگر ان بیچاروں نے بھی گور کا راستہ لیا - اسپر ایک یادگار ان کی بنائی گئی جسپر کندہ کرایا گیا ہے "وہ لوگ اپنے مقدس فرائض کی بجا آوری میں ۱۸۴۷ء میں بخار سے فوت ہوئے"

اسکے علاوہ ایک گرجا کا افسر بھی مرا - ایک اور بھلا مانس جو تقوے اور پرہیزگاری کا بہت حامی تھا کوچ کر گیا - شہر کے دو ڈاکٹر بھی بیمار پڑے جنمیں سے ایک کا انتقال ہو گیا - غرض کل ۴۰۰ - آدمی فوت ہو گئے - ڈاکٹر اور طبیب خواہ مرض کیسا ہی سریع ہو ہمیشہ مریضوں کے ساتھ رہتے ہیں - یہ لوگ ہر صورت سے موت کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتے ہیں - اور خفیف سے بھی صلہ کی امید دل میں نہیں ہوتی - جہاں بلاؤ وہاں موجود - اپنے فرض کی بجا آوری سے ذرا بھی نہیں جھجکتے اور بعض اوقات تو کوئی ان کا شکریہ تک بھی نہیں ادا کرتا - یہ محنت اور مشقت - جانفشانی اور عرقریزی کے دامنگیر رہتے ہیں - یہاں تک کہ ان کی صحت متنزل اور دل بیمار ہونے لگتے ہیں - اور پھر جب عن نجوبی ان کو اپنے پنجے میں پکڑ لیتا ہے پیر عدم کا راستہ لیتا ہے ایسے شجاع چپ چاپ سکوت میں عمر بسر کر جاتے ہیں - اور شہرت کبھی ان تک پہونچنے بھی نہیں پاتی - مگر اصل یہ ہے کہ سچے بہادر شجاع دنیا کے وہ ہیں جن کا عمومیت سے جہان کو علم بھی نہیں

ڈاکٹر میدان جنگ میں بھی اپنا فرض بجا لاتے ہیں اور مکانوں میں بھی - یہ لوگ گولیوں کی بوچھاڑ میں گئے ہیں اور زخمی سپاہیوں کو معالجہ کے واسطے اٹھا لاتے ہیں اس طور پر فرانسیسی ڈاکٹر لاری بڑا پورا شجاع تھا - جب نپولین کا لشکر ماسکو سے مراجعت کر رہا تھا اس نے درحقیقت گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنا فرض ادا کیا - ایک اور مقام پر مصر کے جلتے ہوئے ریگستان میں اس ڈاکٹر نے بڑی ہمت اور دلیری کا اظہار کیا - انگریزوں کی لڑائی میں جو زخمی ہوئے ان میں جنرل سکلی بھی تھا جسکے زانو میں گولی لگی - ڈاکٹر نے دیکھا اور یہ سوچا کہ اگر فی الفور اسکی ٹانگ نہ کاٹی گئی تو اسکا نتیجہ بہت مہلک ہوگا - فوراً اسکے پاس پہونچا - اور جنرل کی مرضی سے انگریزوں کی گولیوں کی بوچھاڑ میں اس نے ٹانگ کل ۴ منٹ میں

ٹ دی - مگر انگریزی سالار بڑھتا چلا آتا تھا - اور اس حالت کو دیکھ کر ڈاکٹر اور جنرل دونوں نہایت مضطرب ہوئے
لارڈ کہتا ہے: میں نے بمشکل تمام اتنی فرصت پائی کہ جنرل کو اٹھا کر فی الفور اپنے کاندھے پر رکھا
اور بے تحاشا اپنی فوج کی طرف بھاگا - ہماری فوج بھی بھاگی جا رہی تھی - اور میں اس تک پہونچنا چاہتا تھا
مجھ کو آگے کئی ایک گڑھے نظر پڑے جن کو میں کودتا پھاندتا نکل گیا - اور انگریزوں کو مجبوراً چکر کھا کر
آنا پڑا - غرض اس طرح میں آخر کار اپنی فوج تک پہونچ گیا - اور پھر اپنی فوج کے ساتھ میں اس عزیز زخمی
افسر کو لیکر سکندریہ میں آیا جہاں اس کا اچھی طرح علاج کیا گیا ◆

اب ہم ایک اور شجاع کا تذکرہ کرتے ہیں - یہ شخص ڈاکٹر سالسٹڈ وزف پنس کرسچن کو
سیکسن ملازم تھا - جنگ بگرام میں ایک گولے سے اس کا پیر اڑ گیا - یہ زمین پر پڑا ہوا تھا کہ اس نے چند
قدم پر مانشیر ڈی کریگ کو جو آئیڈیکانگ کا افسر تھا دیکھا کہ ایک گولی کھا کر زمین پر گر پڑا - اور اسکے زخم سے
خون جاری ہوگیا - ڈاکٹر نے سوچا کہ اگر فی الفور کچھ علاج نہ کیا گیا تو یہ افسر بالضرور مر جاویگا - چنانچہ یہ سوچ کر
اس نے زمین پر رینگنا شروع کیا یہاں تک کہ افسر کے پاس پہونچ گیا - اور اس کا فوراً خون بند کیا اور
اس طرح اسکی جان بچالی - مگر ڈی کریگ اس قابل بھی نہ تھا کہ اپنے محسن سے بغلگیر ہوتا - زخمی ڈاکٹر کو بیمار
ستان میں لیگئے - مگر ایسا ضعیف و ناتوان ہو رہا تھا کہ چار روز بعد دنیا سے کوچ کر گیا ◆

فوج کے کوچ پر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ زخمی سپاہ کی آسایش کیواسطے گاڑیاں پیچھے رہتی ہیں - جب
کوئی زخمی ہوتا ہے وہ ڈاکٹر کے پاس علاج کو بھیجا جاتا ہے - جب فوج بھاگتی ہے تو ڈاکٹروں اور زخمی
سپاہیوں کو بھی بھاگنا پڑتا ہے ورنہ یہ قید ہو جائیں - جنگ الما کے موقع پر روسی بھاگے اور فرانسیسی
اور انگریزی فوج نے ان کا تعاقب کیا مگر اتفاقاً بہت سے زخمی روسی پیچھے رہ گئے کئی سو روسی
میدان جنگ کے مشرقی حصے میں لائے گئے جہاں یہ لب دریا ایک سایہ دار مقام پر رکھے گئے ◆

خوش نصیبی سے یہاں ایک ڈاکٹر بھی موجود تھا جس کے فرض اور وقر کے باقی کو قومی مرضی
انتھک ہمت - اور اس انصاف اور پرہیزگاری کے اعلےٰ درجہ سے معاونت پہونچتی [illegible]
ہی کسی میں عملی طور پر موجود ہوتا ہے - یہ شخص ڈاکٹر ٹامسن ۴۴ ویں رجمنٹ کا تھا - گو روسیوں نے
تمام دیہات جلا دیئے تھے - مگر پھر بھی [illegible] بسکٹ اور جس قدر آدمی درکار تھے دستیاب
ہو گئے - اس نے فی الفور ان زخمی سپاہیوں کو کھانا دیا کیونکہ چوبیس گھنٹے سے ایک دانہ بھی ان کو نصیب
ہوا تھا - اسکے بعد یہ ان کے علاج میں مصروف ہوا چنانچہ اس کام میں اسکو سات بجے صبح سے ساڑھے
گیارہ بجے رات تک مطلق فرصت نہ ہوتی ◆

جسمیں جو زندہ بچے تھے میجر لفروے کے حکم سے ایک برج اڑا یا گیا مگر یہ خود کام آئے - اور یہ آخری
شخص تھے جن کے خون سے اس قلعہ کے کھنڈر سرخ ہوئے تھے - اسکے بعد سپاہی کشتیوں میں سوار ہو کر
کینیڈا کو واپس گئے - اور ان کی ہمراہ ماما گوڈا کی وہ بہادر عورت بھی گئی ✦

کیا کوئی فرد بشر یقین کر سکتا ہے کہ جنگ کے موقع پر عورتیں سپاہیوں کی تیمارداری کر سکتی ہیں؟ اگر
تاہم یہ اسکو نہایت بہادری اور شرافت سے سرانجام کرتی ہیں - قاعدہ تھا کہ جس پایہ کی نوکریاں رکھی جاتی
تھیں - اسی پایہ کی عورتیں تیمارداری کے واسطے مقرر ہوتی تھیں - مگر جب سے مس نائٹنگیل نے
اپنی شریفانہ تخصیص کے باعث جو اسکو مریض اور زخمی سپاہیوں کیواسطے حاصل تھی - اس کام کو اپنے واسطے
تو بیچ میں معزز اور باوقر جگہ دی ہے - اسوقت سے لوگوں کی آنکھ کھلی کہ تیمارداری سیکھنے کے قابل
ہے - اسمیں ذہانت - رضامندی - اور قابلیت - نیز سخاوت - الفت اور انس درکار ہے مس نائٹنگیل کہتی
ہیں کہ بیسیوں مرتبہ یہ لکھا گیا اور کہا گیا کہ عورت نہایت عمدہ تیماردار ہو سکتی ہے - مگر اسکے برعکس مجھکو یقین
ہے کہ تیمارداری کے اسباب سے ابتک لوگ ناواقف ہیں" ✦

مگر کس طرح مس نائٹنگیل نے تیمارداری کا پیشہ اختیار کیا ؟ صرف الفت اور فرض کے خیال سے - کیونکہ
اسکو کچھ ضرورت نہ تھی کہ ایسے پرمشقت اور ناگوار کام کو اختیار کرتی - یہ ایک بڑی صاحب کمال اور صاحب وسعت
تھی - یہ اپنے مکان میں آسودہ حال سب کی نظروں میں عزیز تھی اور ہر ایک کی زبان پر اسکی تعریف تھی غرض
جس قدر سامان اور ضروریات زندگی ہیں وہ اسکو قریباً بخوبی میسر تھے - مگر اس نے سب سے کنارہ کشی کی اور
اس راہ پر چلنے کو ترجیح دی جو مصیبت اور رنج والم کو جاتا تھا - اسکو ایک طور پر اپنے ہمجنسوں کی ترس آمیز
محبت تھی - چنانچہ یہ مدرسوں میں تعلیم دیتی غریبوں سے راہ و رسم رکھتی - اور جب یہ بیمار ہوتے تو ان کو
خوراک دیتی اور ان کی تیمارداری کرتی - گویا انگلستان کے ایک گوشے میں یعنی ہمپشائر کے قصبہ ایمبلے
میں رہتی تھی - مگر انسان تنگی اور وسعت دونوں میں یکساں بہت کچھ نیکی کر سکتا ہے ✦

بانکی اور رنگیلی دنیا اس کے پیش نظر تھی اور جن مشغلوں میں قصبے کی اور نوخیز عورتیں پھنسی ہوئی تھیں یہ بھی
ان میں شریک ہو سکتی تھی - مگر اس کا دل اسے کسی اور ہی طرف کھینچ رہا تھا - اسکو مصیبت زدوں - گردش ایام
کے شکاروں اور زمانے کے ہاتھ سے پائمال آدمیوں میں لطف حاصل ہوتا - یہ ہسپتالوں - قیدخانوں
اور اصلاحی مدرسوں میں جایا کرتی - جب اور سب یا تو اپنے تیوہار سوٹزرلنڈ - سکاٹ لنڈ یا ساحل بحر پر
بسر کرتے تھے جرمن کے مدرسہ تیمارداری یا ہسپتال میں اپنا وقت صرف کرتی - اس نے ابتدا سے تعلیم
شروع کی یعنی پہلے اس نے جب تیمارداری کے قواعد سیکھے تو کپڑا دھونا - برتن صاف کرنا وغیرہ سیکھا تین ماہ

ایک مکان خریدا اور یہاں کپڑے دھونے کا کارخانہ کھولا اس نے گورنمنٹ سے فوج کے کپڑوں کا ٹھیکا
لیا۔ اور اس طرح بےبس عورتوں کیواسطے اس نے نوکری کی قلت کو دور کر دیا۔ اس نے نہایت ہمت سے
خود کو لنڈن کی غریب عورتوں کی امداد اور تیمارداری میں مصروف کیا۔ یہ ایک ایسے مقام پر تھی جہاں بجائے
ایک خدمت کے دس ہزار خدمات کی ضرورت تھی۔ مگر نیکبخت اور صادق عورت اسی کام کو اختیار کرتی
ہے جو اسکے قریب ہو۔ یہ روز مرہ اپنا وقت دوسروں کی خدمات میں صرف کر دیتی۔ اور فی الحقیقت یہ ایثار مجسم
تھی۔ اسکا کچھ مضائقہ نہیں کہ آیا اسکو خوشنودی عام کا انعام ملا یا نہیں۔ بعض کو جنھوں نے اسکے قدم بقدم چلنے
کی خواہش کی کہا:۔ "ڈاکٹر ارنالڈ کو کبھی نہ بھولو میں اس کے رسالہ کے آخری الفاظ ہر روز دہرایا کرتی ہوں۔
مجھکو خدا کی مرضی پر محنت کرنے دو ورنہ یہ نہ ہو کہ میں اس امر کا مشتاق رہوں کہ بجائے میرے کوئی اور کرے
اگر خداوند تعالےٰ کی مرضی اسے کرانے کی ہے"

نیک تمثیل سے نیک فوائد ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اور عورتیں بھی اسکے قدم بقدم چلیں۔ ان میں ایک
مس فلارنس نیس بھی تھی جس نے کہ تیمارداری ہی نہ کی بلکہ دوسروں کو علمی تیمارداری کی تعلیم بھی دی
نہایت سخت تعجب ہے کہ کس طرح پہلے پہل نیک عملی کا شعلہ دل میں روشن ہو جاتا ہے۔ مس فلارنس کے
بارے میں اسکی طبیعت چاین میں اپنے بھائی کی موت سے بہت کچھ موثر ہوئی۔ یہ شخص شنگھائی کے بحری ہسپتال
میں فوت ہوا تھا۔ اور اسکی بہن کو جب خیال آیا کہ جنبی آدمیوں نے اسکی خدمت کی تھی تو اسکے دل میں بھی ولولہ
پیدا ہوا کہ جنھوں نے اسکے بھائی سے ایسا سلوک کیا تھا یہ بھی ان سے ایسا ہی سلوک کرے

اُسوقت کا ذکر ہے جب یہ لڑکی تھی اس نے بشپ آف ونچیسٹر کی صلاح لی۔ مگر اس نے کہا کہ ابھی یہ اپنی کم سنی
کے باعث ایسے کام کے لائق نہ تھی "جب تک تمہارا دل پکا نہ جائے اور تمہارا رنج والم فرو نہو لے صبر کرو"۔ مگر اسکے
دل میں استقلال اور ہمت بھری ہوئی تھی۔ اور مس نائٹنگیل اس کے دل کی شجاع تھی چنانچہ اس نے اسکا مشورہ
لیا۔ اور بہت ہی محدود نصیحت اور امداد پائی۔ انجام کار تین سال بعد سینٹ ٹامس ہاسپیٹل میں داخل ہوئی۔ اور
تیمارداری سیکھنا شروع کی۔ بعد ازاں کنگس کالج ہاسپٹل میں گئی جہاں اسکو نہایت بیش قیمت تجربہ حاصل ہوا
اور اپنے علم تیمارداری کی تکمیل کیواسطے اس نے کئی سال لنڈن۔ ڈنمارک۔ فرانس اور جرمنی میں بسر کیے۔ جرمنی کے
شہر کیسیرورتھ میں اس نے حسب دستور عملی تیمارداری سیکھی اور یہاں اسکو اسکی تحصیل کی ایک سند ملی۔ [illegible]
فرانس کے ہسپتالوں کے ڈاکٹر جنرل کی مہربانی سے اسکو پیرس کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں کام کرنے کی
اجازت مل گئی۔ یہ یہاں کیتھلک عورتوں کے ماتحت کام کرتی۔ اور گو ان کے اور اسکے مذہبی خیالات میں خلاف
تھا مگر اس نے اس طرح ان کے ساتھ یکدل ہو کر بخوشی خاطر کام کیا کہ ان کو بہت اطمینان حاصل ہوا۔

مس [illegible] کی تاریخ بیان کرنا محال ہے۔ جو بمبئی سے واپس آکر پہنچا تھا اور ریاست ہائے متحدہ کے سفر پر آمادہ ہوئی۔ تاکہ یہاں کے ہسپتالوں کا ملاحظہ کرے۔ یہ ارادہ اسکا [illegible]ء کے موسم بہار میں پورا ہو گیا اور جو کچھ یہ چاہتی تھی اس نے [illegible] فالس۔ کیوبک۔ مانٹریل۔ ٹورونٹو۔ کلیولنڈ۔ نیویارک۔ بوسٹن۔ فلاڈلفیا۔ واشنگٹن میں دیکھا۔ حال میں [illegible] ویسٹ منسٹر کی مجلس تیمارداری کی ڈائرکٹرس مقرر ہوئی ہے۔ اور ابتک اپنے نیک کام پر مامور ہے ٭

بہت سی عورتیں خواہ جوان خواہ ضعیف اپنے کو ایسے کاموں میں وقف کر دیتی ہیں۔ یہ شہروں اور قصبوں کے محلوں اور گلیوں میں جاتی ہیں۔ اور ان کی مدد اور تیمارداری کرتی ہیں جو بیچارے قریب الہلاک ہوتے ہیں جو وقت یا اپنے برادر بنی نوع کی نفرت انگیز اور کمینی سی کیسی مصیبت میں انکی امداد کیواسطے ہاتھ ڈالتی ہیں۔ ان کے کاموں کو کوئی دیکھتا نہیں پاتا کچھ ضرورت نہیں کہ ہم مسز واکر کا حال بیان کریں جس نے غریب اور مفلس لڑکیوں کی امداد کی اور مس آکٹیویا ہل مسز وکارس اور مس رانیس وغیرہ کا تذکرہ کریں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم ان کو درجہ استثنے میں سمجھیں۔ اور اس امر کے مقر ہوں کہ ابتک دنیا میں بے یار و مددگار۔ گوشہ [illegible] کے مارے ہوئے۔ غریب اور مفلس لوگ بے شمار بھرے پڑے ہیں جن کی کوئی معاونت نہیں کرتا ٭

عام طرز زندگی میں بہت کچھ بہادری ہے جو کبھی معلوم نہیں ہوتی۔ شاید امیروں سے بڑھکر غریبوں میں زیادہ بہادری ہے کیونکہ آخر الذکر اپنے ہمسایوں سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں۔ ایک فقیر کا قول ہے کہ اسکو سب آدمیوں سے بڑھکر غریبوں کی لڑکیاں زیادہ پیسے دیتی تھیں۔ اور اصل یہ ہے کہ نیکی خواہ فقیری لباس میں ہو قابل ادب و عزت ہے ٭

مسٹر [illegible] کہتے ہیں بڑے لوگ بہادروں اور بہادری کے کاموں کی باتیں کرتے ہیں۔ اور دنیا میں آخر الذکر کے اظہار کیواسطے ادنی درجہ کی طرز زندگی میں بہت کچھ گنجایش ہے۔ اور بہت سے اول الذکر اشخاص دنیا میں آئے اور شریفانہ کام کر گئے۔ مگر لوگ ان سے انجان رہے۔ اعلے سے اعلے شریفوں کے حالات زندگی ہمیشہ ہی نہیں لکھے گئے۔ وہ شخص بڑے باعظمت اور شجاع گزرے ہیں جنہوں نے اپنے روزمرہ کے فرائض میں جانفشانی کی مصیبت اٹھائی۔ قربان ہو گئے۔ اور اپنی دیانتداری برقرار رکھی۔ اور وہ جنہوں نے خداوند تعالے کی خدمت کی۔ اپنے عزیز و اقارب کی معاونت کی۔ اور ترقی دی۔ اور جنہوں نے اس میں [illegible] دل دلیری اور نیکی کی صفات کا اظہار کیا جو کہ اس قابل تھی کہ کسی بشپ کسی جنرل یا کسی جج کو عزت بخشتی ٭

حال میں ایک عورت مس کارپینٹر کا نام آتا ہے جو بچی سخی تھی۔ اپنی عملی زندگی کے دوران میں اس نے غربا کی بہتری کا بیڑہ اٹھایا۔ اس نے برسٹل میں ایک اصلاحی مدرسہ کھولا اور اس کا اہتمام اپنے ہاتھ میں

لیا۔ اس مسٔلہ کی کامیابی ملک میں بہت کچھ ایک طور پر الہامی ثابت ہوئی۔ اپنی اغراض نیک نیتی سے یہ سلسلہ
ہوکر ان محلوں اور گرجوں میں جاتی جہاں پولیس والے کی ہمت بھی مشکل سے قدم مارنے کی جرأت کرسکتی ہے۔ نہ
۔ اہر تے اسے پیچھے ہٹایا اور نہ کوئی چیز اسے متنفر بنا سکی۔ اس نے جگہ جگہ سے اپنے مدرسوں کیواسطے
بچے حاصل کیئے۔ اور بعد اس نے جان ہاورڈ کے ہمپلہ کام کیا۔ اسکی قلم ہمیشہ مصروف رہتی۔ اور یہ اپنا
اغراضی مضمون ہمیشہ عوام الناس کے سامنے بلا مبالغہ پیش کرتی رہی۔ آخر کار اسکو ایک بڑی بھاری فتح
حاصل ہوئی کیونکہ گورنمنٹ نے اسکی تجویز اختیار کی۔ اور اصلاحی اور صنعت و حرفت کے مدرسے قائم ہوئے
جن سے غربا کو بہت کچھ نفع پہونچا۔ انگلستان کی بحری اور بری فوج میں اور صنعت و حرفت کے کارخانو
میں ہزاروں اشخاص ہیں جن کے واسطے مس کارپنٹر کے نام کو دعا دینا مناسب ہے۔ مگر عمر نے اسکی حیات
کا سرگرمیوں کو نہ روکا۔ ۶۰ سال کی عمر میں یہ ہندوستان میں پہونچی تاکہ مشرقی دنیا میں اپنے طریق تعلیم کی
تخم ریزی کرے۔ یہ کل چار مرتبہ ہندوستان میں آئی۔ اسکی آخری آمد ۱۸۷۶ء میں تھی۔ جب اسکی عمر قریباً
۷۰ سال کی تھی۔ یہ اپنی مشقت کے اُن ثمروں کو دیکھنے کیواسطے زندہ رہی جو ہر اطراف میں پیدا ہوئے یعنی
مرد و زن کی اُس نسل میں جو بغیر اسکے بدی اور گناہ کے حصار میں پڑی رہتی لیسی عورتوں اور اُن کی ایسی
خود انکاری کی مشقتوں کو بجز اسکے ہم اور کیا خیال کرسکتے ہیں کہ نسل انسان کی توقیر اور اُمید کی یہی
جزو اعظم ہیں؟ ؛

مرحوم مسٹر چشولم نے اپنی نیکوکاری کیواسطے نیا ہی میدان اختیار کیا۔ اس نے خود کو اُن نوجوان
عورتوں کی مدد میں وقف کردیا جو تارک الوطن ہوتی تھیں۔ اور یہ اُن کی جب تک خبر گیر رہتی جب تک ان کیواسطے
مناسب بندوبست نہ ہوجاتا۔ جب یہ ایک کثیر التعداد تارک الوطنوں کی جماعت کے ساتھ ساوتھمپٹن
سے روانہ ہونے کو تھی۔ یہ اور اس کا خاوند ایک ضیافت میں مدعو کیئے گئے۔ جہاں اس نے اس طریق کا حال
بیان کیا جس سے اسکو اپنی مشقت کی تحریک ہوئی تھی۔ اس نے بیان کیا: یہ زندگی کا خیال جو کہ ایک ایسا
کلمہ ہے کہ اگر یہ خوبی سے انجام کو پہونچایا جائے تو بہشت کی ناممکن البیان مسرتوں تک لیجاتا ہے۔ یہ میں نے
لیگ رچمانڈ کے زانو پر بیٹھکر سیکھا تھا جب میں بچہ ہی تھی۔ اور مجھ کو خود یاد ہے کہ اسکے بعد ایام
طفلی میں میں اخروٹوں کے چھلکوں کو کشتیوں کے طور پر کھیل میں سمندر میں چھوڑا کرتی۔ اپنے خاندان کا
ایک ایک آدمی فرضاً ان پر بٹھلاتی تاکہ سمندر کے کنارے دوسرے ملک میں جاکر یہ باہم ملیں۔ یہ بھی مجھ کو
اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے اسی طرح اپنی کھیل میں ایک رومن کیتھلک اور ایک ویسلین پادری
دونوں کو ایک کشتی میں بٹھلا کر روانہ کیا تھا۔ اس قسم کے خیالات میرے دل میں اسی وقت سے پیدا ہوئے ہونگے

میری ماں الله مجھ کو اس کمرے میں جھلاتی جسمیں ہمسائے جمع ہوتے بعض ان میں سپاہی ہوتے اور بعض پڑھے
لکھے پرخیال آدمی جو اکثر مشنوں کا ذکر کرتے کیونکہ اسوقت عوام الناس کی زبان پر یہی ذکر پھیلا ہوا تھا۔
جسقدر میری عمر بڑھتی گئی یہ خیالات میرے ذہن نشین ہوتے گئے۔ یہی میری خوش نصیبی تھی کہ والدہ
ایک ایسی مجھکو ملی تھی کہ جو کچھ میرے چال چلن کی قوت ہے وہ اسی کی بدولت ہے۔ کیونکہ بار بار مجھکو یہ مسئلہ
سنایا کرتی کہ "نہ تو کبھی کوئی آنسو بہاؤ اور نہ اپنے مدعا سے کسی قسم کا خوف کھا کر پھر جاؤ" +

جب یہ سن بلوغ کو پہونچی یہ ہندوستان کی فوج کے ایک افسر سے گرویدہ ہوگئی۔ مگر اسکے ساتھ نسبت
ہونے سے پہلے اس نے اس سے کہدیا کہ خدا کی طرف سے اسکو ایک فہمایش ہوئی ہے کہ یہ اپنے تمام قوی
کو انسانی مصائب کے دور کرنے میں وقف کردے جب کبھی اسکے خاوند کو باہر نوکری پر جانا پڑے۔ اس کا
خاوند زیادہ تر اسکی بے داغ صاف باطنی کے باعث اسپر شیدا تھا۔ چنانچہ جو اس نے کہا اس نے مان لیا۔ اس کے
بعد بہت جلد انکی نوجوان بہنوں کی شادی ہوگئی۔ اسکا خاوند نہایت وفاداری سے شادی کی شرائط پر ثابت قدم
رہا۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے اسے اسکے کام میں مدد بھی دی۔ اب وقت آگیا جب ان تارک الوطنوں
کیواسطے سامان مہیا کرنیکی ضرورت پیش آئی جو ۱۸۳۸ء میں روانہ ہوئے۔ اور کپتان چشولم خود اپنے
خرچ سے آسٹریلیا کو جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہوا۔ جانے سے پیشتر انھوں نے اپنے قلیل سرمایہ کو باہم نصف نصف
تقسیم کیا اور ایک دوسرے سے جدا ہوئے +

اس کے بعد مسز چشولم ہندوستان پہونچی جہاں اس نے وہ مدرسہ قایم کیا جسمیں یوروپین سپاہیوں
کی لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں اور جو کہ اب تک موجود ہے۔ ۱۸۳۸ء میں یہ اور اسکا خاوند دونوں تبدیل آب وہوا
کیواسطے آسٹریلیا کو روانہ ہوگئے +

یہ کہتی ہے کہ "یہاں میں نے کئی سو ناکتخدا عورتیں بے روزگار اور جن کا کوئی خبرگیر نہ تھا اور ماں سے
بڑھکر اور بھی جہازوں میں آتی ہوئی دیکھیں۔ اور قریباً سب کی سب کو جیساکہ لازمی نتیجہ تھا بداخلاقی کی
حیات بسری کا شکار ہوتے دیکھا میں نے ان بیچاریوں کی حفاظت کا کام اختیار کیا اور ان کیواسطے
خدمتگاری کی نوکری کی جستجو میں مصروف ہوئی سب طرف سے مجھکو مایوسی کا سامنا ہوا۔ مگر میں مستقل
رہی اور اپنی تجویز میں کامیاب ہوئی۔ انجام کار گورنر نے مجھکو تارک الوطنوں کی بارکوں میں لڑکیوں کے ساتھ
ایک ہی کمرے میں رہنے کی اجازت دیدی۔ فی الحقیقت جیساکہ مجھ کو یہاں پہونچنے پر معلوم ہوا یہ چھوٹا
سا عجز اہم تھا۔ مگر میں نے ان کو زہر پیا اور اپنے کام میں مصروف ہوئی۔ اور اسطرح پر میں لڑکیوں پر غالب
رعب و داب جمانے کے قابل ہوگئی میں نے ایک کالج ان کی تعلیم کیواسطے قایم کیا تا کہ بش میں ان کو نوکری

ملے۔ اور کئی سَو لڑکیوں کو اچھے عہدوں پر مامور کرا دیا۔ اس مدعا کی سر انجام میں مجھ کو آخر کار معلوم ہوا کہ کُبش میں نوکری حاصل کرنیکے واسطے مجھ کو کثیر التعداد لڑکیاں درکار تھیں۔ اور میرے واسطے ان کے ہمراہ جانا ضروری تھا۔ چنانچہ چند سال تک میں یہی کرتی رہی۔ کبھی تو ۱۰۰ کی جماعت ہو جاتی کبھی ۱۵۰ کی۔ چنانچہ بہت برسوں تک میں آسٹریلیا میں کام کرتی رہی۔ میں نے تارک الوطنوں کی آمد کیواسطے بہت سا روپیہ صرف کیا۔ مگر ایسی دیانت داری سے مجھکو اس روپے کا عوض ملا کہ اس تمام اثناء میں کبھی مجھ کو ۲۰ پونڈ سے بڑھکر نقصان نہ ہوا۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے میں اُن کے واسطے نوکری کا وسیلہ بنی یعنی تخمیناً اوسطاً ایکہزار عورتیں مجھکو میرے رخصت ہونے سے پہلے ملیں۔ جن میں بہت سی نوجوان عورتیں ایسی تھیں جو بدنامی کے غار میں گرنے سے بچ گئیں۔ میں ہرگز اس گرمجوشی کو نہ بھولوں گی جس کا میری آمد پر اظہار کیا گیا۔ اور اس مسرت کو جو میرے شوہر اور میرے بچوں کی تندرستی پر ظاہر کی گئی اور ان بچے جن کو میں نے اس مسئلہ پر پرورش کیا کہ "خود پر اعتماد کرو اور خود اپنے واسطے مشقت کرو" اور جن کو میں نے سکھلایا کہ اگر ان کو اپنی والدہ کی یادگار کا کچھ خیال ہے تو نہ تو کبھی گورنمنٹ کی سرپرستی چاہیں اور نہ اسکی تنخواہ لیں" ✦

بعض کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ یہ بہادری کی سچی مثالیں نہیں ہیں۔ ہم اُن مردوں اور عورتوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو سمندر میں جہاز کے تباہ شدہ سپاہیوں کی جانیں بچانے میں وقف کر دیا۔ چنانچہ مغربی آسٹریلیا کی ایک حکایت ہے جس میں ایک نوجوان شریف عورت مسمی **گریس ورنن بسل** کے بہادرانہ کاموں کا ذکر ہے۔ **جیورجیٹ** نامی آگبوٹ پتھر کے قریب ریت میں ساحل کے پاس پھنس گیا۔ ایک کشتی تیار کی گئی جس پر عورتیں اور بچے سوار کیئے گئے۔ مگر موجوں نے اسکو تہ و بالا کر دیا اور جسقدر بیچارے اسپر سوار تھے سب پانی میں ہاتھ پیر مار رہے تھے کشتی کو چمٹے جاتے تھے۔ اور ان کی جانیں اسوقت نہایت سخت خطرے میں تھیں کہ اچانک ایک اونچے چٹان پر ایک نوجوان عورت گھوڑے پر سوار نظر آئی ✦

اس کا پہلا خیال یہ تھا کہ کسطرح ان ڈوبتے بچوں اور عورتوں کو بچائے۔ اس نے گھوڑے کو چٹان کے نیچے سرپٹ ڈالدیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس طرح اسکو دلدل میں لے گئی اور موجوں کی دوسری طرف جا کر کشتی کے پاس جا پہونچی۔ اور بچوں اور عورتوں کو کنارے پر لانے میں کامیاب ہوئی۔ مگر ایک آدمی ابھی باقی رہ گیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ سمندر میں گھسی اور اسکی بھی جان بچائی۔ دلدل اسقدر تھی کہ ۵ شخصوں کے اتارنے میں ۴ گھنٹے صرف ہوگئے۔ ان شخصوں کا کنارے پر پہونچنا تھا کہ یہ بہادر عورت سمندر کے کنارے میں

تقریباً گئی اور تکان سے نیم بیہوش اپنے مکان کو دوڑی جو کہ ۱۲ میل کے فاصلے پر تھا تاکہ اُن جانبر
لوگوں کیواسطے امداد اور آسایش روانہ کرے جو ساحل بحر پر تھے - اب یہ کام اسکی ہمشیرہ نے اختیار کیا - جنگل میں
ہوکر ساحل پر واپس گئی - اور اپنے ہمراہ چائے - دودھ - شکر اور آٹا لائی - دوسرے روز جو جانبر ہوئے تھے
وہ ایک مکان پر لائے گئے - اور جب تک ان کی بخوبی خبر گیری نہ ہو چکی تب تک ان کو اسقدر آرام نہ ہوا کہ یہ
اپنی اپنی منزل مقصود کو روانہ ہونے کے قابل ہوگئے - ہمکو یہ بیان کرتے ہوئے رنج آتا ہے کہ مسٹر
پرکمین اسکی ہمشیرہ کو اپنی کوششوں میں ناکام ہوگیا - اور دماغی بخار سے یہ ملک عدم کو سدھاری +

سٹسلنڈ میں اُس نوجوان عورت کا چلن بھی کم دلیرانہ نہیں جو اس وقت میں چند ماہی گیروں کی
جانیں بچانے سمندر پر گئی - جبکہ کسی کی بجز اسکے ہمت نہ پڑی یعنی انسٹ کے نزد دہانہ جزیرے میں
ایک نہایت سخت طوفان برپا ہوا - اور یہ وقت تھا جب یہاں کے باشندوں کا ماہی گیری کا بیڑہ جو
ان کا سب سے بڑھکر روزی کا وسیلہ تھا سمندر میں تھا - ایک ایک کرکے کشتیاں صحیح وسالم کنارے پر پہنچ
گئیں - مگر ایک کشتی ابھی دُور تھی اور ساحل بحر پر جو لوگ تھے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ بہت مصیبت
میں پھنسی ہوئی تھی - یہ اُلٹ گئی اور ملاح پانی میں ہاتھ پیر مارتے ہوئے دکھلائی دئیے - اُسیدم ایک دُبلی
پتلی لڑکی مسمی ہیلن پٹری آگے بڑھی اور اس امر کی تحریک کی کہ خواہ کچھ ہو جان ارکان کے بچانے کی
کوشش کیجائے - لوگوں نے کہا کہ جو لوگ ایسے طوفان میں سمندر میں جانا چاہتے تھے اُن کی موت
یقینی تھی +

مگر پھر بھی ہیلن پٹری بہادری سے موت کا سامنا کرنے کو تیار تھی - چنانچہ ایکدم میں یہ ایک چھوٹی
سی کشتی میں سوار ہوئی - اسکی بھاوج اسکی شریک ہوئی اور اس کا والد جو ایک ہاتھ کا ٹنڈا تھا پتوار پر بیٹھا -
ماہی گیری کی کشتی کے دو ملاح ابتک نظر سے غائب ہوگئے تھے - مگر دو باقی تھے جو اپنی الٹی ہوئی کشتی
کی تہ کو پکڑے ہوئے تھے - اور یہی دو ملاح تھے جن کے بچانے کو یہ عورتیں روانہ ہوئی تھیں - بہت کچھ سعی و
کوشش کے بعد آخرکار یہ اس کشتی تک پہونچنے میں کامیاب ہوئیں - مگر کشتی کے پاس پہونچی ہی تھیں کہ
ایک ملاح بہ گیا اور یقیناً یہ ڈوب جاتا اگر ہیلن اسکو بالوں سے پکڑ کشتی میں نہ کھینچ لیتی - دوسرا ملاح بھی بچگیا
اور یہ سب ساحل بحر پر صحیح وسالم پہونچ گئے - ہیلن پٹری بعد میں بطور مددگار کے اپنا پیٹ پالتی رہی
اور ابھی اگلے دن جب اسکا انتقال ہوا اسوقت لوگوں کو اسکی سرگزشت معلوم ہوئی - یہ قیاس ہوسکتا ہے
کہ ایک ایسے ملک میں جہاں ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں شجاع عورتوں کا بکثرت ہونا ضروری ہے +

اور پھر گریس ڈارلنگ - لانگس گیٹ کے مینار روشنی کی اس شجاع عورت کو کون فراموش

کرسکتا ہے ؛ نارتھمبرلینڈ کے شمال مشرقی ساحل پر ویران جزائر فرن واقع ہیں - اور تمام سنگ موسی کے
سخت چٹیل سیاہ اور ویران مجموعہ ہیں جن کے آس پاس خطرناک بحر زخار موجزن ہے - بجز ان بحری پرندوں
کے جو ان چٹانوں کے گرد چلاتے پھرتے ہیں یہاں کوئی باشندہ نہیں ہے - مگر اس سے آگے ایک
مقام یعنی لانگس ٹون کے چٹان پر ایک روشنی کا مینار ان جہازوں کی خبرداری کیواسطے تعمیر ہوا ہے جو
انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے درمیان سے گزرتے ہیں - ایک بڈھا اسکی ضعیفہ عورت اور ایک نوجوان
عورت ان کی بیٹی ستمبر ۱۸۳۸ء میں ایک طوفانی رات کو اس روشنی کے مینار کے محافظ تھے ٭

فارفرشائر نامی آگبوٹ ہل سے ڈنڈی کو جا رہا تھا - جہاز کی حالت خراب تھی - اسکے پانی کے حوض
اپنے ناقص تھے کہ ہل سے تھوڑی ہی دور چلکر آگ بجھانا پڑی - مگر پھر بھی یہ چلا گیا یہاں تک کہ سنٹ
ایبس ہیڈ کو پہونچ گیا - کہ اتنے میں ایک سخت طوفان نے اسکو پیچھے ہٹا دیا - یہ ہوا کے رخ پر تمام رات
سطح سمندر پر پھرتا رہا - یہاں تک کہ علی الصباح اسکو ہارکرس کی چٹانوں سے نہایت سخت ٹھوکر لگی -
آگبوٹ کی پشت ٹوٹ گئی - اور اسکے دو ٹکڑے ہو گئے - ۹ مسافر ایک کشتی پر بیٹھکر اس ٹاپو میں ہوکر
چلے جنکے بجز یہاں سے کوئی آدم نکاس نہ تھا - ان کو سمندر سے لوگوں نے نکالا اور شیلڈس میں لیگئے
بہت سے مسافر اور ملازمان جہاز سمندر میں بہ گئے اور غرقاب ہو گئے - جہاز کا اگلا حصہ چٹان سے
چپٹا رہا - اسپر ۹ شخص سوار تھے جو مدد کیواسطے چلا رہے تھے ٭

روشنی کا مینار یہاں سے ایک میل تھا - گریس ڈارلنگ کے کان تک ان کی چیخیں پہونچیں طلوع آفتاب
کے وقت روشنی گل کی جاتی تھی اور یہ آخری پہرہ تھا - گریس اسپر تعینات تھی - گو کہ اسوقت چھائی ہوئی
تھی اور سمندر اب تک موجزن تھا - اس نے ان مسافروں کو جہاز کے اگلے حصے پر اس ہل کے ساتھ
چمٹے ہوئے دیکھا جس سے بار بار جہاز پر کھینچا جاتا تھا - اس نے اپنے والد سے التجا کی کہ ایک کشتی سمندر
میں چھوڑدے اور ان ڈوبتے ہوئے لوگوں کی جان بچائے - **ولیم ڈارلنگ** (اسکا والد) نے
کہا کہ یہ حرکت یقینی موت تھی - مگر پھر بھی اس نے کشتی سمندر میں چھوڑی اور گریس ڈارلنگ سب سے پہلے
اسپر سوار ہوئی - اسکا ضعیف والد بھی اسکے پیچھے کشتی پر پہونچا - خطرے کا تو نام ہی نہ لو - بچاؤ اور خود استقلالی
کے موقعے بعید تھے - مگر خدا نے جیسی اس عورت کے دل کو تقویت دی تھی ویسی ہی اسکے بازو کو تقویت
دی - اور خوف و سہم میں یہ دونوں کنارے سے چلے ٭

اسکا والد نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے آخرکار چٹان پر اترنے میں کامیاب ہوا - اس شکستہ جہاز
تک پہونچا - اور گریس لہروں میں ادھر ادھر کشتی لئے پھرتی رہی تاکہ مبادا یہ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے

ہمدردی زندگی کے بڑے بڑے اسرار میں سے ایک ہے۔ یہ بدی پر غالب آتی ہے اور نیکی کو تقویت دیتی ہے
یہ مزاحمت کو لاچار کر دیتی ہے۔ سنگدل سے سنگدل کو موم کر دیتی ہے۔ اور فطرت انسانی کا عمدہ ترین حصہ
عمل کرتی ہے۔ "ایک دوسرے سے محبت کرو" ایک ایسا اصول ہے جس سے کہ دنیا از سر نو عمدہ بن سکتی ہے +

سنٹ جان کا ذکر ہے کہ جب یہ بہت ضعیف تھا اور ایسا ضعیف کہ نہ اپنے پاؤں چل سکتا تھا اور
نہ اچھی طرح بول سکتا۔ اسکے دوست اسکو اٹھا کر ایک عیسائی لڑکوں کی مجلس میں لے گئے۔ یہ اٹھا اور کہنے لگا
"بچو۔ ایک دوسرے سے محبت کرو" اس نے پھر کہا: "ایک دوسرے سے محبت کرو" جب اس سے پوچھا
گیا: "آپ کچھ اور نہ کہینگے؟" اس نے جواب دیا "نہیں یہی کافی ہے کیونکہ اگر تم اسپر عمل کرو گے
کسی اور چیز کی تمکو ضرورت نہ ہوگی" +

اسی صداقت کی عالمگیر موافقت ہوتی ہے۔ ہمدردی کی بنیاد محبت پر ہے۔ اور بے غرضی اور الفت کے
واسطے صرف ایک دوسرا لفظ ہے۔ ہم دوسرے شخص کے دل کی حالت اختیار کر لیتے ہیں ہم اپنے آپ سے نکل جاتے
ہیں اور دوسرے کے جسم میں رہائش اختیار کرتے ہیں ہم اس سے ہمدردی کرتے ہیں۔ اس کی مدد کرتے ہیں اور
اسے سبکدوش کرتے ہیں۔ محبت بغیر ہمدردی کے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ رحم کی طرح ہمدردی اور سخاوت سے دوگنی
برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کرے اسکے واسطے اور نیز جس سے کیجائے اس کے واسطے۔ اور جو ہمدردی اور
سخاوت کرتا ہے اسکے دل میں خوشی و مسرت کے کثرت سے ثمر آتی ہے۔ اور ادھر جس سے کیجائے اس کے
دل میں مہربانی اور سخاوت کو زندگی بخشتی ہے +

کانن فرار کا بیان ہے: "ہم اکثر اپنی محنتوں سے بڑھکر اپنی ہمدردی سے زیادہ نیکی کرتے ہیں اور
دنیا کی ایک زیادہ باثبات اور پائدار خدمت کرتے ہیں۔ حسد اور امتیاز استعداد کی عدم موجودگی سے نسبت
اس کے کہ ہم ذاتی حرص کی کشمکش جد وجہد سے کر سکتے ممکن ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ سے عہدہ۔ رعب داب
دولت اور نیز تندرستی نکل جائے۔ اور تاہم وہ آرام اور آسائش سے قناعت کرکے رہ سکتا ہے۔ مگر یہاں
ایک ایسی چیز ہے جسکے بغیر زندگی ایک بوجھ ہو جاتی ہے اور وہ چیز انسانی ہمدردی ہے" +

اسمیں تو کلام نہیں کہ شفیقانہ کارگزاریوں کی ہمیشہ شکرگزاری نہیں کیجاتی۔ مگر ہمدرد معاونوں کو اس سے
کبھی مایوس ہوکر ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ ہماری زندگی کے ساتھ ہر کہیں یہ مشکلات کا ایک مرحلہ جسے
طے کرنا چاہیئے۔ ادنےٰ سے ادنےٰ اور کمتر سے کمتر بھی باہمی معاونت کے قابل ہے جو کہ تمام بنی نوع پر بلکہ
کل فرض ہے جیسا کہ [illegible] نے بالکل سچ اور درست کہا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک شخص کی خوشی
اسیقدر تمام انسانی خوشی کا ایک پورا پورا حصہ ہے جیسا کہ یہ عمدہ سے عمدہ اور شریف سے شریف انسان کی ہے

بخشتا ہے اسکے واسطے انسان اور اسکی کوششوں میں سے گزرنا ضروری ہے اسطرح جیسے کہ گویا یہ
اسکا اپنا خاص کام ہے ؂

گو ممکن ہے کہ ہم تفریحاً اپنے حواس پر متوجہ ہوں - مگر یہ صرف محبت ہے جسپر خوشی کیواسطے ہمکو اعتماد
اور تکیہ کرنا چاہیئے - اسمیں ایثار کا جوش شامل ہے - اور ہماری نیکیاں ہماری اولاد کی طرح ہمکو ایسی عزیز
ہوجاتی ہیں کہ ہم اُن کیواسطے ہرطرح کی تکلیف اور مصیبت کا سامنا کرنے کو مستعد ہوتے ہیں - مسٹر
فلپ اپنی سوانح عمری میں بیان کرتی ہے "میری اللہ کے رعب کا اثر اُن کے پرانے دوست ڈاکٹر
کالونگٹن نے اچھی طرح بیان کیا ہے - اور ہم اسکو زندگی کا لب لباب کہہ سکتے ہیں میری والدہ
کی ستر سال کی عمر میں ڈاکٹر مذکور ایک خط میں اُسکو لکھتے ہیں "مجھکو کبھی کوئی ایسا فرد بشر نہ ملا جسکی
محبت ہر ایک کے دل میں صادق - پاکیزہ اور عالمگیر ایسی ہو جیسی کہ تمہاری ہے - اور مجھکو یقین ہے کہ
اسکی وجہ وہ محبت کی گنجایش ہے جو تمہارے دل میں موجود ہے" ؂

وہ آدمی جو بہت ہی قابل ترس ہیں وہ ہیں جنکا اپنے پر کوئی اختیار نہیں - جن کے دل میں مطلق اُس
فرض کا خیال نہیں جو دوسروں کا اُن پر واجب ہے - جو زندگی کے میدان میں اپنے عیش کے واسطے
بھٹکتے پھرتے ہیں - یا وہ جو نیک کام کرتے بھی ہیں تو کمینے اغراض سے - دماغی اطمینان کے خیال سے
یا ضمیر مرضیہ کے لعن و طعن کے خوف سے - اُن میں سے بعض اشخاص جو اپنی عمدہ خیالی پر نازاں ہیں -
اپنے کو بدل محبت کرتے ہیں - مگر اُن کے آس پاس جو بندگان خدا ہیں اُن کا کچھ خیال بھی اُن کے
دل میں نہیں - یہ غیر سوسائٹی میں بہت کچھ خوش خلقی سے پیش آتے ہیں - مگر لطف جب ہو جب اُن کے
مکان تک کوئی پہنچے اور دیکھے کہ کس طرح اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب سے پیش آتے ہیں -
ڈین رمیسی نے ایک چھوٹے لڑکے کی نہایت عمدہ حالت بیان کی ہے کہ جب اُس سے بہشت کا
اور وہاں بچھڑے ہوئے لوگوں کے ملنے کا ذکر کیا گیا تو اُس نے پوچھا "اور ابا جان بھی وہاں ہونگے؟"
اور جب اُسے کہا گیا کہ "بے شک وہ وہاں ہونگے" تو اُس نے بے ساختہ کہا "تو میں نہ جاؤں گا" ؂

جھوٹی ہمدردی تو بہت عام ہے - شارپ کا بیان ہے کہ پُرزور افسانوں کی تصانیف پر جو بہت
زبردست اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ اُن سے ترس یا طیش کے خیال کی طرف رجحان کا مادہ پیدا ہونے
لگتا ہے - مگر درحقیقت مصیبت سے سبکدوشی یا ظلم کی مزاحمت کا نام نہیں ہوتا - اور اس طرح سے اسٹرن
نے مُردہ بندر کے ساتھ ہمدردی کی اور اپنی بیوی کو فاقہ کشی میں چھوڑ دیا - حاشیہ نشین ان کو بہت عجیب
خیال کرتا ہے یعنی جس قدر رائے زنی کی جائے اس سے بڑھکر اور جس قدر سمجھا جائے اس سے باہر"

شبلر کی کتاب سوال و جواب میں بے لوث احسان و سخاوت کی دغابازیوں کی اچھی طرح گرفت کی گئی اور قلعی کھولی گئی ہے +

فاضل ہین کا بیان ہے "گو تحفہ صاحب کی راہ سے بچھار ہا کیونکہ اس سے اسکو غم والم ہوتا تھا اور ل جاتا تھا۔ اس سے صاف ثابت تھا کہ اسمیں جہاں تک ممکن تھا اپنے برادر بنی نوع کی مصائب میں پڑنے کی قابلیت تھی۔ تاہم جب کبھی اس غرض کیواسطے اسکی ضرورت پڑتی یہ صاف انکار کر جاتا" +

سنٹ آگسٹائن۔ بکیٹر۔ جوشتین۔ ایڈورڈس اور الگزنڈر ناکس

کی تصانیف میں ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ان کی دینداری کی صداقتوں کے عقاید میں مذہبی محبت کو کس قدر وسیع جگہ تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس فرض کی جو بنی آدم کا ان پر واجب تھا۔ الگزنڈر ناکس کا بیان ہے :- "خیال میں ہمدردی سے بہت کچھ بڑھکر سرگرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ بات کسی اور طرح سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ دل کو دل پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ زندہ آدمی کا خیال دل کی تمام راہ و رسم کے واسطے ضروری ہے " سچی جوانمردی جیسی موجود رہتی ہے جب نیکی کی طرف اسی کی خاطر جستجو کیجائے۔ اور خواہ اُسکو ایک ہم قوم کا ایک مسلم قانون سمجھا جائے۔ خواہ نیکی کے دلفریب حسن سے اس کا خیال ہو۔ یہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانی چال چلن پر منعکس ہو کر عمل کرتی ہے " +

انسان دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔ انتصاری طور پر صداقت سے بہت کچھ نہیں بلکہ ربانی تحریک سے جو انسانی نیکی اور ہمدردی کی معرفت ہوتی ہے۔ "یہ قدرت کی مس ہے جو تمام دنیا کو ایک کنبہ بناتی ہے " وہ شخص جو اپنے کو دوسرے کی ہستی میں ڈال دیتا ہے اور حتی الوسع ہر طرح سے اسکی امداد میں ساعی ہوتا ہے۔ خواہ یہ امداد اخلاق کے متعلق ہو خواہ معاشرت کے خواہ مذہب کے۔ وہ الہامی اثر کو کام میں لاتا ہے۔ یہ مضبوط سے مضبوط پشت پناہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہ خود غرضی کو دھکیل دیتا ہے اور خود اپنی آزمایش سے منکسر مگر شریف ہو کر نکلتا ہے۔ کیپٹن موزلے نے نہایت عالمانہ طور پر ظاہر کردیا ہے کہ رحم اور باہمی امداد کا اصول۔ جو کہ ایک ایسی خوشی میں متغیر ہوتا ہے جو کہ سوسائٹی کے واسطے بیشمار مفید ہے۔ اور مصیبت اور تکلیف کی تخفیف عیسائیت نے دریافت کیا تھا۔ اور یہ دریافت بطور ایک علمی نئے اصول کے تھی +

عمدہ ترین اور اعلےٰ ترین اشخاص نہایت ہی ہمدرد ہوتے ہیں۔ بشپ ولبر فورس اپنی ہمدردی کی طاقت سے متنازعہ تھا۔ میرے ایک دوست سے کسی نے پوچھا "ولبر فورس کی کامیابی کا اسرار کیا ہے؟" بے ساختہ جواب ملا "یہ اسرار اسکی ہمدردی کی قوت کا ہے" کشادہ دل فیاض اور آزاد تھا۔

غفلت کی گئی ہے - اور ضرورت ہے کہ اسکو بہت وسیع ترقی دیجائے - اور یہی اصول ہے پہ یہ مبنی اور اس سے پیدا ہو" ٭

ڈاکٹر سکلیوڈ کے الفاظ لنڈن پر بخوبی صادق آسکتے ہیں - اور لنڈن وہ شہر ہے جو تمام دنیا میں سب سے بڑھکر امیر اور سب سے بڑھکر غریب ہے - شاذ و نادر ہی لوگ ہیں جو لنڈن کے مشرقی حصے سے واقف ہوں اور اسکی بیچیدگیوں - شرارتوں اور کمینگیوں کو جانتے ہوں بعض تو لوگوں کی ترقی کیواسطے اپنا زر دیدیتے ہیں - مگر بہت ہی کم ہیں جو اپنا وقت یا دماغ دیں - مگر مرحوم ایڈورڈ ڈینیسن ایک استثنا تھا - یہ بدل و جان لنڈن شرقی کے غربا کی بہتری میں مصروف ہوا - اس نے یہ سمجھکر کہ کسی شخص کی اصلاح کی پہلی سیڑھی یہ ہوتی ہے کہ اسکی کمائی کا کل خانہ میں جانے سے روکی جائے اور اسکے خاندان اور آئندہ کیواسطے سامان مہیا کرنے کی کوئی صورت نکلے - اس نے بچتی بنک لنڈن میں قایم کیئے - اس نے ایک سکول کتب بینی کا کرو - اور آہنی گرجا کی تعمیر شروع کی - ایک حد تک اس نے ان لوگوں کو مصیبت سے بہتری کی منزل پر پہونچا دیا - مگر اسقدر رحم غفیر میں اسکی کیا نسبت تھی ؟ اسکا بیان ہے " یہ امر کیسا ہولناک ہے کہ اس ملک میں جو تمام دنیا میں سب سے بڑھکر متمول ہو - ہر سال بے شمار لوگوں کو فاقہ کشی اور موت نصیب ہو - حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس عجیب ترقی کو جو بیس سال گزشتہ سے ہمکو ملی ہے قبول کر لیا - مگر جو کچھ اُس کے متعلق تھا اُسے نہ سوچا - اور نہ اپنے کو اس کوشش اور تصدق کے واسطے طیار کیا جو اُس کے سر انجام کے لیئے درکار تھی " مسٹر ڈینیسن صرف تمہید کر سکا - یہ اپنی محنت کے درخت میں ثمر آنے سے پہلے فوت ہو گیا - لیکن اگر کوئی ایسا ہو جو اسکے قدم بقدم چلنے پر راضی ہو تو اب بھی وہ فرض کا میدان موجود ہے جو اُس نے بتلا دیا ہے ٭

اب جوزف ڈی میسٹر کا وہ فلاسفی جو اُسکی سخت اور غمزدہ محنت کی عمر کے انجام پر اُس کے مونہہ سے نکلا " میں نہیں جانتا کہ کسی غابا کی زندگی کیسی ہوگی - کیونکہ میں خود کبھی دغا باز نہیں بنا - مگر ایک متدین شخص کی زندگی مکروہ ہے - وہ لوگ کسقدر کم ہیں جن کا راستہ اس احمق دنیا میں وسایل مفید اور نیک اعمال سے ممتاز ہے - میں اس کے سامنے زمین تک جھک جاتا ہوں جسکے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ یہ نیک کام کر رہا ہے " اور جو کہ اپنے ہم مخلوقوں کو سبکدوش کرنے تسلی دینے اور تعلیم دینے میں کامیاب ہوا ہے - جس نے فی الحقیقت نیکی کرنے کی خاطر اپنے تئیں قربان کر دیا ہے - اور وہ خاموش سخاوت کا شجاع جو اپنے کو چھپاتا ہے اور اس دنیا میں کچھ صلہ کی امید نہیں رکھتا - مگر انسان کی عام طرز حیات بری کس سے مشابہ ہے ؟ اور ہزار آدمیوں میں سے کسقدر ہیں جو بے خوف ہو کر اپنے سے پوچھتے ہیں " میں نے

امن بیابیں کیا کیا ہے ؟ عام کام کو تیں نے کہاں ترقی دی ؟ اور اب بدی یا نیکی کے واسطے میرے لئے
کیا رہ گیا ؟ " ٭

آخری الفاظ جو جج ٹالفورڈ کی زبان سے نکلے وہ یہ تھے :" اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ انگریزی
سوسائٹی میں سب سے بڑی ضرورت کس چیز کی ہے تاکہ اوسکے اعلےٰ سب درجہ کے آدمی باہم مل جل جائیں
تو میں صرف ایک لفظ میں جواب دوں کہ "وہ ہمدردی کی ضرورت ہے" ہمارے زمانے کی یہ سب سے بڑھکر
بدی ہے کہ ایک بڑی کشادہ خندق ہے جو سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں حائل ہے - امیر غریب سے
جھجک کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور غریب امیر سے - ایک طبقہ اپنی ہمدردی و رہنمائی باز رکھتا ہے اور
دوسرا اپنی متابعت اور عزت ٭

بجائے پرانے اصول کے کہ دنیا کی فرمانروائی شفیقانہ اور صادق محافظت سے کیجائے جسمیں دولت کی بخشش
قدر سے ان لوگوں کی طبعی سخاوت اور الفت سے پوری ہو جو اعلےٰ نسل ہوں - اب فرمانروائی
یہ کہ خودغرضی بلا خیال غیری - ہماری بنیادی جولانگاہ میں عصا کا کام دیتی ہے - اور جو چیز کہ ہمارے
سد راہ ہو وہ ہمارے گرسنہ قدموں کے نیچے پائمال کردیجائے ٭

معلوم ہوتا ہے کہ نوکر اور آقا میں ہمدردی معدوم ہوتی جاتی ہے - بڑے بڑے صنعتی شہروں میں آقا
اور مزدور ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں - یہ ایک دوسرے کو نہیں جانتے - اور ان کے دل میں ایکدوسرے
کی مطلق ہمدردی نہیں - اگر مزدور زیادہ اجرت لینا چاہتے ہیں تو کام بند کردیتے ہیں - اگر مالک مزدوروں کو کم اجرت
دینا چاہتے ہیں کارخانہ بند کردیا جاتا ہے - دونوں طرف جتھے ہوجاتے ہیں - پھر ایک مجلس منعقد ہوتی ہے -
جس کا نتیجہ بعض اوقات اچھا ہوتا ہے بعض اوقات برا - شورش جاری رہتی ہے - اور بڑی قبیح حرکات
ظہور پذیر ہوتی ہیں - بعض اوقات مالک کے گھر کو آگ لگادی جاتی ہے - اسپر فوج کے دستے اور سپاہی طلب
ہوتے ہیں - اور پھر کوئی سانس نہیں لیتا مگر افسوس دونوں فریقوں کے دل اور دماغ کو کیسا ضرر
پہنچتا ہے !

اور اب ہم خانگی نوکری کا کیا تذکرہ کریں ؟ ہمدردی کی ضرورت کم از کم بڑے بڑے شہروں میں کالعدم
ہوتی جاتی ہے - ہمیشہ علی التواتر ایک انقلاب پیدا رہتا ہے - یعنی ایک گروہ نوکروں کا جگہ خالی کرتا ہے اور
دوسرا جانشین ان کی جگہ آموجود ہوتا ہے - اور پھر ہمارے خاندان صرف تبادلے کے اصول پر حیات بسری
نہیں کرسکتے کیونکہ "جتنے دام اتنا کام" والا معاملہ ہے - ہمکو چاہئیے کہ جب نوکر ہمارے گھر میں پہلے پہل قدم رکھیں
ہم ان کو اپنے خاندان کا ایک رکن سمجھیں - مگر اب معاملہ بالکل دگرگوں ہے - نوکر گو اسکی امداد ہماری روزمرہ کی

بد انجام کو پہونچتے ہیں +

وہ شخص جو سیاست مدن سے بہرہ ور ہیں کہتے ہیں کہ نوکر اور آقا کا تعلق صرف ایک قسم کا تبادلہ ہے - یعنی "جتنے دام اتنا کام" علم سیاست مدن میں تو شک نہیں کہ ان کو اس تفرقہ کی تمیز کرنا لازمی ہے لیکن عالم اخلاق - فلسفی - مدبر اور انسان کو آقا اور نوکر کے تعلقات کو ایک معاشرت کے سلسلے پیوستہ تسلیم کرنا چاہئیے جس سے کہ ہر دو فریق بہ حیثیت بنی نوع کے وہ فرائض اور شفقتیں واجب ہیں جو عام ہمدردی سے وجود پذیر ہوئی ہیں اور ان حیثیتوں سے جو ان کی علیحدہ علیحدہ ہیں - فی الحقیقت دونوں طرف سے مہربانی ہونی چاہئیے اور ساتھ ہی وہ ادب جو انسان کا واجب ہے - بغیر اس قسم ادب کے جو کہ صرف اسی جگہ موجود رہ سکتا ہے جہاں انسان کا مرتبہ بہ حیثیت جاندار روح کے گھر کئے ہوئے ہے - یقینی ہی صرف نہیں بلکہ سوسائٹی کی حالت کی اصلاح اور بہبود کے خیالات بھی مایوسانہ ہیں +

سڈنی سمتھ کا بیان ہے :- اسمیں شک نہیں کہ وہ شخص جو بنی نوع کی بہبودی سے بے بہرہ ہے اُس مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے جسمیں اپنے ذاتی نفع کی تعلیم دیجاتی ہے - وہ شخص ایسا سخت ہوتا ہے کہ اگر اسپر ایک گاڑی کیوں نہ گذر جائے اُسے بالکل خبر نہیں ہوتی - اگر ایک برما لیکر اُسمیں سوراخ کئے جائیں تو بجز برادہ چوب کچھ نہ نکلیگا - اس مدرسہ میں اس طور پر تعلیم ہوتی ہے کہ گویا انسان صرف تو اپنے لیے ہیں - اور دوسروں کے خیالات یا دل کا کبھی ان کے فہم میں گزر بھی نہیں ہوتا +

ہماری ایمانداری - نمک حلالی - اور بے لاگی کہاں گئی ؟ وفاداری کا اعدام معلوم ہوتی ہے - اب معاملہ ہے زر کا - باہمی ادب رخصت ہو گیا ہے - ہربرٹ کا مقولہ ہے :- "جو کسی کا ادب نہیں کرتا کوئی اُسکا بھی ادب نہیں کرتا" اگر ہمکو اپنے رہنمائی مسائل دیکھنا ہوں تو ہمکو زمانہ قدیم میں پہونچنا چاہئیے کیونکہ فی زماننا مزدور کا لحاظ آقا کے دل میں نہیں - اور آقا کا لحاظ نوکر کے دل میں مفقود ہے - بہت برسوں تک انگلستان میں یوروپ کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں مزدوروں کو زیادہ اجرت ملا کرتی تھی - مگر اب وہ زمانہ ختم ہو گیا ہے - ریلوے اور آگبوٹ کا مقتضا یہ ہے کہ قریباً تمام ملک میں اجرت یکساں ہو جائے اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ بلا استثنائے ہر مرتبہ کے آدمی کو نئی طرز زندگی اختیار کرنا پڑے گی +

یہ علمی تربیت نہیں ہے جسکی اسقدر ضرورت ہے جسقدر عادات - خوض - فکر اور چال چلن کی - دولت سے ہم اعلٰے سے اعلٰے قسم کی شادمانیاں نہیں خرید سکتے - بلکہ یہ دل ہے - مذاق ہے اور قوت فیصلہ ہے جو انسان کی شادمانی کو مہیا کرتی ہے - اور اسکو اعلٰے درجہ کی انسانیت کے مرتبہ پر پہنچاتی ہے - چنانچہ برنس شاعر کہتا ہے -

نہ مراتب نہ خطابات یہ طاقت پائیں
اور نہ دنیا کے زر و مال یہ ہمت لائیں
کہ کبھی امن اور آرام خریدے جائیں
گو بزرگی ملے دانائی ملے یا دولت
دل کو جب تک کہ نہ حاصل ہو خوشی سے وصلت
نہیں ممکن ہو میسر کبھی اُسکو برکت

ایک شخص جسکو مشاہدے کا بہت ملکہ تھا کہتا ہے کہ جسقدر مصائب دولت کے اس پا میں اُسی قدر اُس پا میں ہیں۔ متمول شخص میں وہ مادہ زائل ہو جاتا ہے جس سے یا اس دولت میں ترقی کرنے کے واسطے جو اسکو حاصل ہوئی ہے اپنی کوشش میں مشکلات کا سامنا کرے۔ مگر جو کچھ اسکو حاصل ہوا ہے ایس کیا کرتا ہے۔ اگر بجز روپے کے جمع کرنے کے اور کوئی ذریعہ نہیں تو یہ مصیبت ناک ہوتا ہے۔ یہ شخص اُس شمع ساز کی طرح ہے جسکی شادمانی کا اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اسکے کہ پرالم دن کو اپنی پرانی دوکان پر چلا جائے اسکو مطلق یہ تعلیم نہیں ملتی کہ کتب بینی سے اسکو مسرت حاصل ہو۔ علمی ترقی میں دلچسپی ہو۔ اور اُن بکثرت طریقوں کو اختیار کرے جو مصیبت سے سبکدوشی دیتے ہیں۔ مگر تاہم اسکے ہاتھ میں جادو کی چھڑی ہے یعنی زر جو مصیبت سے سبکدوش کر سکتا ہے۔ اور فاقہ کشوں کی احتیاج پوری کر سکتا ہے۔ اس شخص میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ بھوک کی آہ و نالہ کو روک دے۔ اسکو اتنی دستگاہ ہوتی ہے کہ کسی بیوہ یا یتیم کا دل بشاش کر دے۔ مگر نہیں! یہ اس روپے کی جو اس نے کمایا ہے نسبت لاچار اور مصیبت ناک لوگوں کی فلاح اور بہبود کے زیادہ پرواہ کرتا ہے +

جس قدر ہمکو کم خواہش ہوتی ہے اُسیقدر ہم پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ اور زیادہ خوش رہتے ہیں۔ کیونکہ جسمیں خود غرضی نہیں ہے اسکی عمر بدی کی بیخ کنی کرتی ہے۔ خواہشوں کو سرد کر دیتی ہے۔ روح کو تقویت دیتی ہے۔ اور دل کی اعلےٰ مدعائے تک رسائی کرتی ہے۔ سقراط کا قول ہے۔ "جسقدر کم چیزوں کی کسی شخص کو احتیاج ہے اُسیقدر اللہ تعالےٰ سے اسکو قرب حاصل ہے" جب میکائیل انجیلو کا نوکر اربنو بستر مرگ پر پڑا۔ اسکا ضعیف بت تراش آقا شب و روز باوجود اپنے افکار کے اُسکی نگرانی کرتا رہا۔ چنانچہ وساری کو اپنا حال یہ اسطرح لکھتا ہے "مشفق من مجھ سے گو اچھی طرح نہ لکھا جائیگا مگر میں آپکے نوازشنامہ کا جواب لکھتا ہوں۔ اربنو آپ جانتے ہیں فوت ہو گیا۔ یہ حادثہ میرے حق میں خداوند تعالیٰ کی ایک مہربانی بھی ہے اور جانکاہ رنج و الم بھی یعنی مہربانی اس وجہ سے کہ وہ جس نے

اسکا بھی خیال کیوں نہ ہو جو میرے پاس اسوقت میرے کمرے میں موجود ہیں تم اپنی وہ پرانی خدمت
پھر اختیار کرو کہ میرے دل کا تحفہ ہو - اور میرے واسطے آسائش اور مسرت وہ زوجہ ہو ؛

چارلس لیمب بڑھکر کوئی شخص ہمدرد نہ تھا - شاذ و نادر ہی کوئی ہو جسکو اسکی زندگی کا سہنا کٹھن نہ معلوم ہو یعنی ابھی اسکی عمر ۲۱ سال ہی کی تھی کہ اسکی ہمشیرہ میری نے جنون کے دورے میں اپنی ماں کے دل میں ایک تیز چاقو ماردیا - اس کے بھائی نے اسیدم سے ارادہ کرلیا کہ اپنی زندگی اپنی اس بیچاری شفیق اور پیاری ہمشیرہ پر تصدق کردیگا اور فی الفور اپنی مرضی سے اسکا ہمراہی بن گیا - چنانچہ اسنے عشق و محبت اور شادی کا تمام خیال ترک کردیا - اور فرض کے زبردست رعب میں آکر اسی گرویدگی پر قائم رہا جسکو اس نے اختیار کیا تھا - اسکی آمدنی شاید ہی ۱۰۰ پونڈ سالانہ تھی - چنانچہ اس آمدنی سے اس نے تنہا زندگی کا سفر اختیار کیا اور اپنی ہمشیرہ کی الفت سے مسرور رہا - اور نہ عیش و عشرت اور نہ محنت و مشقت کبھی اسے اسکے مدعا سے باز رکھ سکیں ؛

جسوقت اسکو مجنونوں کے شفاخانے سے رہائی ملی - اس نے اپنا وقت ٹیلز فرام شیکسپیئر اور اور کتب کی تالیف میں وقف کیا - ہیزلٹ اس کا ذکر کرتا ہے کہ جہاں تک مجھکو علم ہے یہ نہایت ہی ذہین فہم عورت تھی - گو اسے اپنی تمام عمر میں متواتر جنون کا دورہ ہوجاتا تھا - اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ دائمی دیوانگی میں قریباً کچھ شک ہی نہ رہتا تھا - جب جنون کا دورہ اسے آنے کے قریب ہوتا - چارلس لیمب اسکا ہاتھ پکڑکر ھیکسٹن اسائلم (شفاخانہ مجنونان) میں لیجاتا - ان دونوں بھائی بہنوں کو اس طرح دست بدست اور آنسو بہاتے ہوئے ایسے غمناک کام پر جاتے دیکھنے سے لوگ بہت متاثر ہوتے - چارلس لیمب کے ہاتھ میں مجنونوں کی قمیص ہوتی اور اسے لیجا کر شفاخانہ کے افسروں کے حوالے کرتا - جب میری کے ہوش و حواس بجا ہوتے - یہ اپنے بھائی کے پاس واپس آتی اور یہ نہایت خوشی سے اسکا استقبال کرتا - اور حد درجہ کی الفت سے اس سے پیش آتا - چنانچہ یہ کہتا ہے "اسے خدا محبت کرتا ہے لہذا ایسا نہ ہو کہ ہم دونوں باہم ایک دوسرے سے کم محبت کریں" چالیس سال تک ان دونوں میں باہم الفت رہی - اور اس عرصے میں کبھی ان میں باہم رنجش یا ناچاقی نہ ہوئی - البتہ گاہے گاہے میری لیمب کے جنون کی وجہ سے اس کے دماغ میں فتور آجاتا - غرض لیمب نے اپنا فرض نہایت شرافت اور جوانمردی سے ادا کیا - اور جس کا کہ مناسب صلہ اسکو حاصل ہوا ؛

دوسروں کے ساتھ جو ہمدردی کیجاتی ہے وہ بعض اوقات اس خواہش میں ظاہر ہوتی ہے جو ان لوگوں کی جان بچانے کے واسطے دل میں پیدا ہو جو خطرے میں ہوں - ہم اب تک اس قسم کی بہت سی

مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مگر ابھی ایک اور باقی ہے۔ ایک روز لیڈی **واٹسن** لب سمندر اپنے بچوں کے کھلانے
کے واسطے گھونگے جمع کرتی پھرتی تھی۔ نظر اٹھانے پر اُسے ایک شخص تنہا ایک اونچی چٹان پر کھڑا
ہوا دکھلائی دیا۔ اس چٹان کے چاروں طرف پانی تھا۔ اور اسکو معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے
مگر بیچارہ قریب تھا کہ راہی عدم ہو۔ اور لیڈی نے اُسکی جان بچانے کا ارادہ کیا۔ مد اسوقت نہایت
تیز تھا۔ اور موجیں نہایت شدت سے کنارے پر چڑھ رہی تھیں۔ اس مصیبت زدہ شخص کی اُس خطرناک
مقام سے رہائی قریباً ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی اس لیڈی نے کشتی بانوں کو بلایا۔ اور اقرار کیا کہ
جو شخص سمندر میں جا کر اس شخص کو بچائے گا۔ اُسے بہت کچھ انعام ملیگا۔ پہلے تو انہوں نے تامل کیا۔ مگر
آخرکار ایک کشتی روانہ ہوئی۔ اور عین اسوقت چٹان کے پاس پہنچی جب اُس شخص کی تمام طاقت سلب
ہو چکی تھی۔ ملاح اُسے کشتی پر سوار کر کے صحیح و سالم کنارے پر لے آئے۔ ناظرین! آپ قیاس کریں کہ
اس لیڈی کو کس قدر تعجب ہوا ہوگا جب اس نے اس شخص کو خود اپنا خاوند **سر ولیم واٹسن** پایا!
نیک بختی کا اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکلے تو وہ یاد رکھا جاتا ہے۔ مشہور ڈاکٹر **سڈنہم** کا قول ہے
کبھی کبھی ہر ایک شخص کو نیک یا بد آدمی سے کلام کرنے میں بہتری یا بدتری نصیب ہوتی ہے۔ اونی کا
امام مذہب جو کوپر کا دوست تھا ایک ایسا شخص تھا کہ شاید ہی کسی نے اس سے کلام کیا ہو اور کچھ بہتری
اُسے نصیب نہ ہوئی ہو چنانچہ یہ اپنے بارے میں کہتا ہے "میں اگر الفت و شفقت نہ کروں تو زندہ نہیں
رہ سکتا"۔

مس میو لکھتی ہے: "ایک ادنے باش عورت جو اسی بدی کی سرزمین میں رہتی تھی کہتی ہے کہ ایک عورت
کی یادگار نے مجھ کو بہت کچھ اغوا سے بچا لیا۔ میرے آدمیوں میں سے کوئی بھی اسے نہیں جانتا۔ کیونکہ جب
مَیں اپنے وطن سے رخصت ہوئی اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ مگر بعض اور چیزیں بھی تھیں جو میرے واسطے
بہت کچھ ہو سکتی تھیں۔ یعنی مجھ کو قطعی آرام و آسائش حاصل ہوا تھا۔ اور وجہ اسکی یہ تھی کہ یہ اسے پیار
کرتی تھی۔ مَیں نے کبھی نہ سمجھا کہ کسی طرح مجھ میں اُسکی اُلفت کم ہو گئی ہے۔ اور جب مَیں اپنے دل میں خیال
کرتے کرتے کسی جگہ پہنچتی تو کبھی کوئی جگہ ایسی معلوم ہوتی جہاں مَیں اُسے نہ لیگئی ہوں۔ جب مَیں
خود کسی قدر تنہا ہوتی۔ کیونکہ مَیں اُن سے ملاقات نہ کر سکتی تھی۔ جو میری ہمراہ تھے۔ تو مَیں فی الفور اپنے دل کو
مستعد کر لیتی اور خیال کرتی کہ صرف اسی کی خاطر یہ سب کچھ ہے"۔

ایک حکایت ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمدردی کی کسقدر سر اسر احتیاج ہے
یہ حکایت **رابرٹ کالیر** شکاگو کے یونٹی چرچ کے پادری نے ایک وعظ میں سُنائی تھی۔ مسٹر کالیر

یارک شائر کے قصبہ کیلی میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے بہت کچھ اپنی اوائل عمری انگلینڈ میں صرف
کی جو کہ ایک خوبصورت گھاٹ ہے۔ **جیکی برج** آہنگر کے شاگرد ہوئے۔ اور اسی زمانے میں جب
یہ آہنگری کا کام سیکھتے تھے۔ انہوں نے شادی کی۔ پھر یہ اہل میتھاڈسٹ کے واعظ بن گئے اور جب
امریکہ پہونچے جہاں یہ واعظ مقرر ہوئے۔ ان کے وعظ۔ اشعار۔ تاثیر اور فصاحت سے پر اور
انسانی چال چلن کے ایک وسیع تجربے پر مبنی ہیں ٭

یہ کہتے ہیں: "مجھ کو یاد ہے کہ انگلستان کے ایک میتھاڈسٹ چرچ میں ایک دوستانہ ضیافت
کے موقع پر کوئی تیس سال سے اوپر ہوئے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ہمکو سنایا کہ کس طرح بخار سے اسکی
عورت اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے اسکے بچے اور سب ایسے سنجیدہ اور مطمئن
ہو گئے کہ گویا کچھ حادثہ ہی سرے سے نہ پیش آیا تھا۔ خفیف سا بھی صدمہ اُن کو نہ گزرا۔ اور نہ رنج ہوا
اور اسکے یقین میں فضل ربانی کی حمایت اور پناہ میں اسوقت تک جب یہ ہم سے ہمکلام تھا ان کے دل میں
کسی قسم کا غم والم بھی نہ پیدا ہوا ٭

جسوقت یہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو وہ جوانمرد اور دانا ضعیف العمر جو اس محفل کا سرگروہ تھا اُٹھا اور
کہنے لگا: "میرے بھائی جان۔ اپنے گھر اب جاؤ۔ اور اپنے کمرے میں جا کر دوزانو ہو۔ اور اگر ہو سکے تو جب تک
تم میں نئی جان نہ پڑے ہرگز نہ اُٹھو۔ جو کچھ تم نے ہمکو سنایا ہے یہ کوئی خوبی کی نشانی نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا
کی سنگدلی کی نشانی ہے جس سے شاید ہی کبھی کسی عیسائی کا سامنا ہوا ہو بجائے اسکے کہ تم ولی
ہوتے شاید ہی بمشکل تم ایک پورے پورے گنہگار سے افضل ہو سکتے ہو۔ مذہب کبھی آدمی سے انسانیت
نہیں دور کرتا بلکہ اسے زیادہ تر انسان بنا دیتا ہے۔ اور اگر تم انسان ہوتے تو جن تکالیف میں تم مبتلا ہوئے
چاہیئے تھا کہ تمہارا دل شکستہ ہو جاتا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر مجھ پر ایسے مصائب پڑتے تو میرا دل ٹوٹ جاتا
اور میں کبھی ایک عام شخص کی نسبت زیادہ تر اولیائی کے درجہ کا اظہار نہیں کرتا ہوں۔ لہذا میں تم کو
خبردار کرتا ہوں کہ ایسی دوستانہ ضیافت میں کبھی ایسی حقیقت نہ بیان کرنا" ٭

اب ہم مسٹر کالیر کے ایک وعظ میں ایک اور مؤثر حکایت بیان کرتے ہیں جو ایک اور سچی سمت میں
ہمدردی کی قوت کا اظہار کرتی ہے: "مجھکو یقین ہے کہ شاید اکتوبر یا نومبر میں دو بھلے مانس ایک روز بہت
سردی تھی کہ ایک ہوٹل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں ایک چھوٹا لڑکا آیا۔ اسکا چہرہ نیلا
اور غریب تھا۔ اسکے پیر ننگے اور سردی سے ٹھٹھر کر سرخ ہو رہے تھے۔ اور بجز تھوڑے سے گودڑ کے
اسکے بدن پر اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ یہ لڑکا ان کے قریب آ کر کہنے لگا "جناب کچھ دیا سلائیاں خرید لیجیئے"

سبت کی اسطرح خرابی کی جاتی ہے!" اسپر ریکس نے کہا "مگر اسکا علاج کس طرح ہو سکتا ہے؟" جواب ملا
"ابھی ایک سنڈے سکول کھولیے جیسا میں نے ڈرسلے میں ایک وفادار کاریگر کی امداد سے کھولا تھا
مگر کاروبار کی زیادتی کے سبب جس قدر میں چاہتا ہوں اُسقدر اپنا وقت صرف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مجھکو
آرام درکار ہے" +

ریکس گلوسٹر کی حوالات میں پہونچا۔ اسکو ایک نوجوان ملا جسے نقب زنی کی علت میں [illegible] کی
سزا ملی تھی۔ ریکس کا بیان ہے "اسکو ایک شمہ بھی تعلیم نہ ملی تھی۔ اور کبھی اس نے اپنے خالق اکبر کی عبادت
نہ کی تھی۔ یہ خدا کا نام صرف قسم کھانے کے واسطے جانتا تھا۔ اور عاقبت کے خیال سے محض بے بہرہ تھا"
اس ملاقات کا بہت ہی ریکس کے دل پر اثر ہوا۔ شہر کا شاذ و نادر ہی کوئی نوجوان تعلیم یافتہ ہوگا کیونکہ
انہوں نے ذرا بھی ہوش سنبھالا اور کام کاج کے قابل ہوئے۔ فوراً کام پر لگا دیئے گئے! اور اپنی خدمت
کے اوقات میں جن میں کہ اتوار خاصکر آتا تھا۔ یہ بچے بلا کسی مزاحمت کے آزاد چھوڑ دیئے جاتے تھے +

ریکس نے اسپر ایک سنڈے سکول کھولا۔ اسکے دل میں بچوں کی بہت ہمدردی تھی۔ چنانچہ بہت جلد
یہ لڑکے اس سے گرویدہ ہو گئے۔ یہ ان کو پیار سے دلق پوش کہا کرتا تھا اس نے ان کو چرچ کیٹکزم
(مسیحی کلیسیا کی نماز) پڑھانے اور یاد کرانے کی تجویز کی۔ اور ان چھوٹے بیدینوں میں تربیت پر زور دیا
۱۷۸۳ء میں اس نے چار مدرسے کرایہ پر لیئے۔ اور ان غفلت کے مارے ہوئے بچوں کے اُستادوں کو
فی شخص ایک شلنگ یومیہ منظور کیا۔ کلیسیا کا خادم دین بھی ہر اتوار کی سہ پہر کو بلایا جاتا اور یہ مدرسے کے
طلبا کا امتحان لیا کرتا۔ اور ان کی ترقی تعلیم کو جانچتا۔ ریکس کے مدرسوں میں تعلیم کے نہایت ہی مشفقانہ
سلوک تھے یعنی اُستاد بچوں سے صدق دلی سے محبت کرتے تھے۔ اور ان چھوٹے لڑکوں کے دل
اپنے معلموں کی الفت سے متحرک ہوتے تھے +

ریکس کے پہلے پہل مدرسوں کے قائم ہونے کے کوئی تیس سال بعد جب کہ یہ ترک کرچکا تھا۔ ایک نوجوان
کویکر مسمی جوزف لنکاسٹر اسکی ملاقات کو آیا اور اسی شخص کی سعی کی بدولت وہ مجلس قائم ہوئی جو بعد میں
"دی برٹش اینڈ فارن سکول سوسائٹی" (برطانیہ و ممالک خارجہ کے مدرسوں کی مجلس) کے نام سے
موسوم ہوئی۔ اور جس کا کام تھا کہ ہفتہ وار غریبوں کے بچوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ اسوقت سنڈے سکول
کے بانی (ریکس) کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ اور عملی کاروبار سے اسکا زمانہ گذر چکا تھا۔ مگر پھر بھی اس نے اپنے
پر شفقت درسگاہ میں بہت دلچسپی حاصل کی۔ لنکاسٹر نے سنڈے سکولوں کی اصلیت کے بارے میں
بہت تحقیقات کی تفتیش کی۔ اور اس بارے میں جو ریکس نے جواب دیئے ان میں سے ایک دلچسپ چال

ابتک موجود ہے ۔
اپنے دوست کے ہاتھ کے سہارے پر چلکر یہ اسے گلوسٹر کے جسقدر شارع عام تھے ان میں پھرتا ہوا
اس مقام پر پہونچا جہاں پہلا سنڈے سکول کھلا تھا۔ اس ضعیف شخص نے کہا: "یہاں ٹھہر جائیے"۔
اور پھر ننگے سر ہوکر اور اپنی آنکھیں بند کرکے ایک لمحہ تک یہ خاموش کھڑا دعا مانگتا رہا۔ پھر اپنے دوست
کی طرف پھرا جسکی آنکھوں سے رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے۔ اور کہنے لگا: "یہ وہ مقام ہے
جہاں کھڑے ہوکر میں نے بچوں کی تباہی اور شہر کے باشندوں کے ہاتھوں سبت کے دن کی تخریب
دیکھی تھی۔ اور جب میں نے پوچھا "کیا کچھ نہیں ہوسکتا ہے؟" ایک آواز آئی "کوشش کر" چنانچہ
میں نے کوشش کی اور دیکھو خدا نے کیا کر دکھایا۔ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس مقام سے گزروں
جہاں "کوشش کر" کی آواز میرے گوش دل میں آئی۔ اور اپنے ہاتھ اور دل آسمان کی طرف اٹھا کر خدائے
قادر مطلق کا شکریہ نہ ادا کروں جس نے ایسا خیال میرے دل میں پیدا کیا"۔
یہ سمجھکر کہ ریکس بہت برسوں تک متواتر شہر میں رہتا تھا جیلخانے میں جایا کرتا تھا۔ اور بہت سے
موقعے اسے ملا کرتے تھے جن سے یہ اس بات کی تصدیق کرتا کہ آیا ان تین ہزار بچوں میں سے بھی کوئی
کبھی حوالات کی چار دیواری میں آیا تھا جن کی تعلیم کا اہتمام اس نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ لنکاسٹر نے
اس سے پوچھا کہ آیا کبھی اسکو کوئی ایسا لڑکا نظر آیا جو حوالات میں پہونچا ہو۔ ریکس نے اپنے حافظے کی امداد
سے جو ابتک اس ضعیفی کے عالم میں بھی قوی اور برقرار تھا جواب دیا کہ "کوئی نہیں" ۔

میری این کلاؤ گلاسگو کے کارخانے میں مزدوری کرنیوالی لڑکی کی حیثیت سوسائٹی میں
رابرٹ ریکس سے بڑھکر منکسر تھی۔ یہ بیچاری چرخ پھرانے والی تھی۔ حالانکہ ریکس ایک اخبار کا ایڈیٹر
تھا۔ مگر اسپر بھی اس لڑکی کو جیسا کہ ہر ایک فرد بشر کرسکتا ہے انسانیت کے زخموں کا علاج کرنے میں
مدد دینے کا موقع ملا۔ یہ تربیت نہ تھی جو اسکا باعث تحریک ہوئی تھی۔ بلکہ شفیقانہ ہمدردی اناث تھی۔ یہ
اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کیواسطے محنت کرتی مگر محبت نے جو سب سے بڑھکر اعلیٰ معلم ہے اسکو
محنت کے ایک بلند تر میدان تک پہونچایا۔ جب اسکا دن کا کام ختم ہوتا تو محبت کی محنت شروع ہوتی۔
اسنے بہت سے لڑکوں کو دیکھا جو کارخانوں میں نوکر تھے۔ مگر کوئی بھی ان کا پرسان حال اور خبر گیر نہ تھا
یہ بالکل غفلت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور اوائل عمری ہی سے بدی کے سبق انھوں نے
پڑھے تھے۔ اس لڑکی کو ان پر رحم آیا۔ چنانچہ اس نے کہا: "میں کوشش کروں گی کہ آیا میں ان کو خدا
کی حضوری کے قابل اور نیک کام کرنے کے لائق بنا سکتی ہوں"۔

اس کا مصمم ارادہ کرتا تھا کہ اسپر عملدرآمد کرنے کی اُس نے کوشش کی۔ جس کارخانہ میں کام کرتی تھی۔
اسکے نیچے ایک کمرہ تھا۔ اس نے مانگا اور اسے ملگیا۔ چنانچہ جون ۱۸۶۲ء میں یہاں ایک اتوار کو اس نے
مدرسہ کھولا۔ بہت جلد کارخانہ میں کام کرنے والے کچھ لڑکے اسے مل گئے۔ ان کے کپڑے پھٹے اور
خراب اور چہرے غلیظ تھے۔ اور کارخانے کی پشت پر جو مکان تھا اسمیں اپنا وقت حقہ نوشی یا بدتہذیبی
کے شغلوں میں بسر کرتے تھے۔ اس نے ان کو ہجا کرنا پڑھنا لکھنا۔ صاف ستھرا رہنا۔ نیک اور دیندار
بننا سکھلایا۔ یہ ان غریب آوارہ گرد غفلت زدہ لڑکوں سے محبت کرتی تھی۔ اور حقیقتًا اس نے عین
ان کی محتاجی میں ان کا ہاتھ پکڑا *

اور پھر ان لڑکوں کے چلانے اور بہتر بنانے میں جو اسکی کوششیں تھیں وہ اتوار تک ہی محدود نہیں۔
یعنی یہ لڑکے تمام ہفتہ اسکا وقت لے لیا کرتے۔ اور یہ شریف لڑکی جس وقت اس دن کا کام ختم ہوتا۔ ان
لڑکوں کے گھروں پر اگر ان کو گھر کہہ سکتے ہیں جایا کرتی۔ یہ ان کو ان کے تمسخر کی حالات۔ ان کے خطرات
اور مصائب کو اچھی طرح جانتی تھی۔ اور اپنے سچے اصول۔ اپنے منصوبہ طریقوں اور بیحد مہربانیوں سے
اس نے ایسا اپنا رعب ان پر بٹھلایا جس سے نہایت ہی مسرت بخش نتائج ظہور میں آئے۔ یہ لڑکے
درحقیقت اپنے باقی ہم مرتبہ اور ہم حیثیت لڑکوں سے اسقدر ممتاز۔ اور اپنی نیک چلنی۔ بدزبانی سے اپنی
آزادی اور اپنی محنت و مشقت کے باعث ایسے افضل تھے کہ "میری این کے لڑکے" تمام کارخانوں میں
ضرب المثل ہوگیا *

ڈاکٹر گتھری کہتے ہیں "یہ سوچکر انسان غمگین ہوجاتا ہے کہ کسقدر عیسائیوں نے جن کے پاس
دس گنا وقت تھا۔ روپیہ کی کثرت تھی۔ زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔ اور زیادہ بارعب تھے۔ جو کچھ اس لڑکی نے
کیا اسکا دسواں حصہ بھی انہوں نے نہ کیا۔ اگر کوئی شخص انصافاً یہ عذر پیش کرسکتا تھا کہ "کیا میں اپنے
بھائی کا محافظ ہوں؟" تو وہ یہ لڑکی تھی جس کیواسطے اپنا گزارہ ہی کرنا مشکل تھا۔ اور جو کہ علی الصباح
ہر روز کارخانہ کے گھنٹہ کی آواز پر اٹھتی تھی۔ اور سنسان اور تاریک کوچوں میں سے ہوکر آدھا کام کرچکی
ہوتی جب کہیں دنیا کی آنکھ کھلتی تھی۔ اور بسا اوقات رات کو یہ اپنے رحیمانہ کام پر جاتی۔ گم شدوں کی تلاش
کرتی اور گرے ہوؤں کو اٹھاتی۔ اور خود اپنے نازک ہاتھوں سے انسانیت کے زخموں میں ٹانکے
لگاتی" *

کوئی تین سال تک میری این کلاؤ نے اپنی شریفانہ محنتوں کو جاری رکھا۔ مگر پھر اسکو مجبورًا صحت کی خرابی
کے باعث اسکو دوسروں کے سپرد کرنا پڑا۔ مگر جو بیج اس نے بویا تھا اس نے جڑ پکڑی۔ اور بہت اچھی

آ رہی ہے سامنے امداد کی وہ جوئے شیر ✦ دوست ہے تیرا ابھی بنتا ہے اگر دست گیر

شب مرگ بنی نوع کی ہزاروں دردناک آوازیں بلند ہوتی ہیں جو ہم بالکل کبھی نہیں سنتے۔ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے ہزاروں نالے ہمارے کان تک بالکل نہیں پہونچتے ...... ہزاروں رخسار آنسوؤں سے دُھلتے ہیں اور شگفتہ چہرے ناقابل اظہار رنج و الم سے پژمردہ ہوتے ہیں جو ہم بالکل نہیں دیکھتے" ✦ (حیات وولسن)

جس قدر جسمانی طاقت کی رہنمائی اصلاح اور دوسروں کی تربیت کیواسطے ضرورت ہے انسان اس کا اعتقاد ترک کرنے میں بہت کاہل ہے۔ طاقت نہایت ہی قابل لمس چیز ہے۔ اور توجیہات اور تاثرات کی بہت اچھی طرح منصفانہ تفتیش کرتی ہے۔ یہ بغیر کسی دلیل کے جانچنے کے کسی امر کے تصفیہ کا نہایت ہی مختصر طریقہ ہے۔ یہ اُن وحشیوں کے منطق کا خلاصہ ہے جن میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو سب سے زبردست ضرب لگاتا ہے یا سب سے بڑھکر بے خطا نشانہ مارتا ہے ✦

شائستہ اقوام نے بھی طاقت کا اعتقاد ترک کرنے میں بہت کچھ سستی کا اظہار کیا ہے۔ ابھی [illegible] حال تک وہ معزز آدمی جو اتفاقاً زک کھا جاتے تھے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ ڈوئل سے کیا کرتے تھے۔ اور سلطنتیں قریباً بلا استثناء ملکی یا قومی انتظاموں کیواسطے تنازعوں کے تصفیوں کے لیئے ہتیاروں پر ہاتھ ڈالتی تھیں۔ درحقیقت ہمکو طاقت کی تاثیر کی اسقدر تعلیم و تربیت کی گئی ہے۔ اسقدر اس پر اظہار مسرت کیا گیا ہے اور اسقدر اعلیٰ اعلیٰ ناموں سے منسوب کیگئی ہے کہ ہم شاید ہی اپنے خیال میں اسے ممکن سمجھ سکتے ہیں کہ سوسائٹی کا سلسلہ قائم رہ سکے اگر قوت کی مشق کو دور کر دیا جائے اور بجائے اسکے محبت۔ فیاضی اور عدل کی مشق کو رکھا جائے ✦

اور تاہم طاقت کی حکمت عملی کی تاثیر کے بارے میں بڑے بڑے شک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ شبہ ہے کہ طاقت کیواسطے اس سے بڑھکر مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر انسانوں کو سخت گیری سے روکا جائے تو بغاوت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً تند افعالی۔ دشمنی۔ بدی اور جرائم میں پھوٹتا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ تمام ملکوں میں اور ہر زمانے میں طاقت کی حکمت عملی کا یہی نتیجہ ہوا ہے۔ اور دنیا کی تواریخ ایک حد تک جسمانی طاقت کی ناکامی کی تواریخ ہے ✦

کیا ہم دانا ہوتے جاتے ہیں؟ کیا ہم نے یہ دیکھنا شروع کر دیا ہے کہ اگر ہم انسان کو زیادہ بشاش اور بہتر بنائیں تو ہمکو ایک بڑی اور زیادہ اکسیر طاقت پر ہاتھ ڈالنا چاہیئے۔ اور وہ طاقت حلم کی ہے؟ ان طریقوں سے بنی نوع سے پیش آنے میں کبھی کسی طرح بھی بغاوت یا مزاحمت نہیں پیدا ہوتی۔ اور ہرگز

ان سے انسان بدتر نہیں بنتا بلکہ ہر صورت سے بہتر بنتا ہے محبت سب سے بڑھکر زبردست طاقت ہے
اور جو غرور تکبر اس کے نزدیک آتے ہیں اُن کو عالی مرتبہ اور مہذب بنا دیتی ہے۔ یہ انسان میں مذہب کو
ظہور دیتی ہے۔ اور انسان کی نیک فطرت میں بغیر مذہب کی موجودگی کے اسکی ترقی کا کوئی وسیلہ کارگر نہیں
ہوتا۔ مہربانی ہر ایک فطرت کا بہتر حصہ نمایاں کرتی ہے۔ مزاحمت کو لاچار کر دیتی ہے۔ غضبی جذبات
کو مفقود کر دیتی ہے۔ اور سنگدل سے سنگدل کو موم کر دیتی ہے۔ یہ بدی پر غالب آتی ہے اور نیکی کو
تقویت دیتی ہے۔ اور پھر اگر اُسے قوموں تک وسیع کیا جائے تو وہاں بھی یہ کارآمد ہوتی ہے۔ اس نے
ابتک اتنا تو کیا ہے کہ جرگوں اور صوبوں میں قانون اراضی متعلقہ جنگ (فیوڈل سسٹم) کو موقوف کر دیا
ہے۔ اور اگر اسے آزادی دی جائے تو قوموں میں جو باہم جنگ ہوتی ہے اسے بھی مفقود دیکھ لو۔ گو یہ خیال
اسوقت وہمی معلوم ہو۔ لیکن آئندہ نسل آئیگی اور جنگ کو ایک خوفناک جرم سمجھکر اس سے احتراز کریگی*
ایمرسن کا بیان ہے "محبت اس ضعیفی کی ماری ہوئی دنیا کو جسکے چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں نیا چہرہ
عطا کریگی۔ اور یہ دنیا وہ ہے جسمیں ہم مدت مدید سے بطور دشمنوں اور کافروں کے بود و باش کر رہے ہیں۔
اور یہ دیکھکر دل میں گرمجوشی پیدا ہو جاتی ہے کہ کیسی جلدی مدبروں کی فضول عمارت فوجوں اور بحری
محکموں کا ضعف اور پناہ کی صفیں کس طرح یہ خالی ہاتھ بچا (محبت) بکقلم موقوف کر دیگا محبت وہاں پہنچیگی
جہاں یہ جا نہیں سکتی۔ اور چونکہ خود ہی اپنا نصاب۔ خود ہی اپنی قوت اور خود ہی اپنا وزن ہے۔ وہ وہ کام
یہ اپنے اٹل طریقوں سے سرانجام کو پہونچائے گی جو طاقت سے ہرگز نہیں ہوسکتے۔ کبھی تم نے موسم خزاں
میں کسی لکڑی میں گُرمُتا دیکھا ہے؟ یہ پودے کی قسم سے ہوتا ہے مضبوطی کا اسمیں نام نہیں ہوتا نہیں
بلکہ یہ بجز ایک ملائم منجمد مادے کے اور کچھ نہیں دکھلائی دیتا۔ مگر پھر بھی اپنے استقلال۔ بہادری اور نامعلوم
حلم سے آگے بڑھکر اپنا راستہ سخت سے سخت زمین میں نکال لیتا ہے۔ اور حقیقتاً سخت تہ کو توڑ کر
سر باہر نکالتا ہے۔ بس یہی لطف کی قوت کی نشانی ہے۔ انسانوں میں اس اصول کی نیکی بڑے بڑے کاموں
میں کارآمد ہونے کے لحاظ سے متروک اور فراموش معلوم ہوتی ہے۔ تواریخ میں نمایاں موقعوں پر دو ایک بار
کامیابی سے اسکی آزمائش کی گئی ہے۔ یہ ہماری عظیم الشان۔ بحضرت عیسائی دنیا کم از کم ابتک انسان دوست
ہونے کے لحاظ سے زندہ ہے۔ مگر ایک دن وہ آئیگا کہ سب ایک دوسرے کے جان نثار ہونگے۔ اور
ہر ایک مصیبت الفت کے عالمگیر آفتاب کے طلوع میں حل ہو جائے گی"*
زمانہ سابق میں طاقت کے اصول سے نہایت مصیبت ناک طور پر مجنونوں۔ جذامیوں۔ غلاموں
اور مجرموں سے سلوک کیا جاتا تھا۔ جنونی زنجیروں میں جکڑے جاتے تھے اور وحشی درندوں کی طرح

چیزیں تھیں جس سے پاس جگہ کی زہریلی اور وبائی ہوا کے اثر سے محفوظ رہ سکتے ۔

آخر کار ہاورڈ رہا کر دیئے گئے اور انگلستان کو واپس آئے - مگر ان کو جب تک چین نہ آیا جب تک انہوں نے بہت سے اپنے ہمراہی قیدیوں کو رہائی نہ دلائی - انہوں نے پھر ان انگریزی قیدیوں سے خط و کتابت جاری کی جو بر اعظم یورپ کے دیگر ممالک یا قلعوں میں بند تھے - اور معلوم ہوا کہ ان بدنصیبوں کو انہی کی سی بلکہ ان سے بھی بڑھکر مصیبت نصیب ہوتی تھی ۔

اس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد یہ ضلع بڈفورڈ کے ہائی شیرف مقرر ہوئے اور اب ان کی توجہ انگریزی قید خانوں کی طرف مبذول ہوئی - جس عہدے پر یہ مامور تھے وہ درحقیقت ایک معزز عہدہ ہے - جسمیں صرف تھوڑی ہی سی کر و فر اور نمائش کی ضرورت ہوتی ہے - مگر ہاورڈ کا حال کچھ مختلف تھا - انہوں نے اس عہدے پر متعین ہوکر اپنے دل کو فرائض کی بجا آوری پر آمادہ کیا - یہ عدالت میں بیٹھتے اور تمام کارروائی نہایت توجہ سے سنتے - جب مقدمے ختم ہوجاتے یہ حوالات میں جاتے جہاں مجرم بھیجے جاتے تھے - اور یہاں انکو اس بے شرم اور بیرحم سلوک کا علم حاصل ہوا جو ان مصیبت زدوں سے کیا جاتا تھا - حوالات میں جو نظارہ ان کی آنکھوں کے سامنے آیا اس نے ان کی اگلی زندگی کا کام ان کے سامنے کھول کر رکھدیا ۔

انگلستان اور نیز دیگر ممالک کے قیدخانے اسوقت نہایت سہمناک حالت میں تھے - نہ تو قیدیوں میں کوئی تمیز تھی اور نہ جدا رکھے جاتے تھے - مقابلتاً بیگناہ اور پرلے درجہ کے سخت مجرم ایک ہی جگہ بھر دیئے جاتے تھے - چنانچہ عام قیدخانے جرم کے شاداب کھیت بن گئے تھے - وہ بھولا شخص جس کا صرف یہ قصور تھا کہ اس نے صرف ایک ٹکڑہ روٹی چرالی تھی - لٹیرے یا قاتل کے ساتھ رہتا تھا - مقروض اور جعلساز - زر کا چور اور گلا کاٹنے والا - بددیانت اور بدکار سب ایک ہی جگہ ملے جلے رکھے جاتے تھے - مذہبی عبادت کا نام تک نہ تھا - غرض یہ قیدخانے نہ تھے بلکہ شیطان آباد جس کا بادشاہ ابلیس تھا ۔

ہاورڈ اس طور پر اپنی طبیعت کے متاثر ہونے کا حال بیان کرتے ہیں جب انہوں نے ان قیدیوں سے یہ سلوک دیکھے " بعض وہ جو جیوری کی متفق رائے سے بیقصور قرار پائے تھے بعض وہ جن پر جیوری کو اس قدر جرم کا گمان نہ ہوا تھا جس قدر مقدمے نے ان کو مجرم گردانا تھا - اور بعض وہ جن کے مدعی بہت کچھ ان کے برخلاف نہ تھے - جب مہینوں تک قید کی مصیبتیں بھگت چکے تو قیدخانے سے نکالے جاتے اور پھر بند رکھے جاتے جب تک کہ قیدخانے کے محافظ - عدالت کے منشی وغیرہ کا محنتانہ ادا کر دیتے " ان کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ "سنگدل قرضخواہ" جو اپنے مقروضوں کو دھمکایا کرتے تھے کہ یہ حوالات میں سڑ جائینگے سچ کہا کرتے تھے - کیونکہ فی الحقیقت انسان قیدخانے میں سڑ جاتا تھا - اور زہریلی ہوا اور غلاظت سے اس کا کام تمام ہوجاتا تھا

ہاورڈ نے تخمینہ لگایا کہ جس قدر جانیں تختہ پھانسی پر تصدق ہوتی تھیں۔ اسیقدر سردی اور نمی بیماری اور بھوک کی بھینٹ چڑھتی تھیں ✦

قیدیوں کے محافظ کی تنخواہ عوام الناس کے ذمے نہوتی تھی بلکہ اُن بیقصوروں کو جو رہا کئیے جاتے تھے ان کو کچھ دینا پڑتا تھا ✦

ہاورڈ نے جسٹس آف دی پیس سے سفارش کی کہ ان کو کچھ تنخواہ ملنی چاہیئے۔ ان سے اس کی نظیر طلب ہوئی۔ انہوں نے ایک نظیر پیش کرنے کا اقرار کیا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور تمام ملک میں اس کی تلاش میں پھرے۔ قریب جوار میں جس قدر قیدخانے تھے سب کا انہوں نے دورہ کیا۔ ان کو کوئی نظیر بھی ایسی نملی کہ جہاں محافظ قیدخانہ کو تنخواہ ملا کرتی ہو بلکہ بجائے اسکے بہت کچھ مصیبت اور بدحالی قیدیوں میں پھیلی دیکھی جس پر انھوں نے انگلستان اور دنیا کے اور قیدخانوں میں اصلاح کرنے کیواسطے خود کو وقف کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ✦

گلوسٹر میں ان کو ایک قلعہ نہایت ہی ہولناک حالت میں ملا۔ یہ قلعہ قیدخانہ بن گیا تھا۔ یہاں سِن و مرد سب قیدیوں کیواسطے ایک مشترک مکان تھا۔ جہاں مقروض رہتے تھے وہاں دریچے کا نام تک نہ تھا مردوں کی شب خوابی کا کمرہ تنگ و تاریک اور چاروں طرف سے بند تھا چنانچہ قیدخانے میں ایک بخار پھیلا جس نے بہت سے قیدیوں کا شکار کیا۔ محافظ کو کچھ تنخواہ نہ ملتی تھی۔ مقروضوں کی خوراک کیواسطے کچھ خرچ نہ ملتا تھا۔ ایلی جیسے شہر میں بھی جہاں بشپ رہا کرتا تھا کسی طرح عمدہ انتظام نہ تھا۔ اِس خیال سے کہ مبادا قیدی فرار ہو جائیں فرش کے ساتھ زنجیر سے یہ باندھ دیئے جاتے تھے کئی ایک آہنی سلاخیں ان کے اوپر رکھ دی جاتی تھیں۔ اور ایک آہنی گلوبند جسمیں میخیں لگی ہوتی تھیں ان کی گردن کے گرد باندھ دیا جاتا تھا۔ ناریچ میں یہ حوالات کی کوٹھڑیاں زمین کے نیچے ہوتی تھیں اور قیدیوں کو تھوڑی سی گھانس ملا کرتی تھی جس کا خرچ ایک گنی سالانہ تھا۔ اور یہاں کے محافظ کو باوجود اسکے کہ تنخواہ نملا کرتی تھی اپنے عہدے کی بحالی کیواسطے ۰۴ پونڈ سالانہ اُس شیرف کو دینا پڑتے تھے جس کے یہ ماتحت تھا! لہٰذا یہ اپنی آمدنی ایذا رسانی اور تکلیف دہی سے وصول کیا کرتا تھا ✦

ہاورڈ نے اپنی شریفانہ کارروائی کی تحریک پر جگہ بہ جگہ سفر کیا۔ قیدیوں کی حالت کی وحشی کے خیال نے اس کے دماغ میں گھر کر لیا۔ اور بطور ایک جذبہ کے اسپر قابو پا لیا۔ نہ کوئی محنت۔ نہ کوئی خطرہ۔ اور نہ کوئی جسمانی مصیبت اسکو اسکی زندگی کے اعلےٰ مدعا سے پھیر سکی۔ اس نے انگلستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا تاکہ برطانیہ کے قیدخانوں کے قابل نفرت اسراروں کو روشنی میں لا کر افشا کرے بہت

سوسائٹی میں شامل کرنے کی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتی ۔

مگر قیدیوں کے ایک جم غفیر کی فلاح و بہبود شخصی امداد سے بہت ہی کم ہو سکتی ہے ۔ یہ لازم ہے مجلس واضع قوانین کا جو ایک ایسا عظیم مسئلہ حل کر سکتی ہے ۔ قانون کا ایک خاص منشا یہ ہے کہ جرائم کا انسداد اس طور پر کیا جائے کہ وہ ذرائع مسدود کیے جائیں جن سے ان کی تحریک ہوتی ہے ۔ اور قواعد حوالات کا سب سے اعلے مدعا یہ ہے کہ مجرم کی حالت اخلاق پر اصلاح کیجائے ۔ اور اس کو پھر سوسائٹی کی گود میں دیدیا جائے جس کا اس نے گناہ کیا تھا ۔ یہ امر صاف ہے کہ منصفانہ ہے مجرم پر منحصر ہے ۔ جو بسا اوقات اُن اسباب کے وسیلے سے جن میں اُس نے نشو و نما پایا ہے اور تربیت کی عدم موجودگی اور اُن بے نظیر قوانین سے ایسا بن جاتا ہے جو سوسائٹی نے مرتب کیے ہیں ۔

زمانہ قدیم میں سوسائٹی مجرموں سے اپنا بدلہ لیتی تھی اور ان سے جنگلی چوپایوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا مگر اب ایک حلیمانہ طریق اختیار کیا گیا ہے جس سے ان کی بازیافت متصور ہے ۔ سنگ سنگ پینیٹینشیری واقع ریاست نیویارک کے افسروں نے مجرموں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا تھا اسمیں اصلاح کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ۔ اس بارے میں ان کی توجہ مسٹر اُڈمنڈز کی رپورٹوں سے مبذول ہوئی یعنی مسٹر اُڈمنڈز نے بیان کیا کہ ” مجھکو اس جابرانہ طریق پر کچھ اعتماد نہیں ہے جو اسقدر زمانہ دراز تک دنیا میں مروج رہا ہے ۔ اور یہ طریق یہ ہے کہ مجرموں کو رہِ راست پر لانے کے واسطے جبر کیا جائے اور اذیت دیجائے ۔ اور بجز خوف و وحشت کے کوئی عمدہ وسیلہ کام میں نہ لایا جائے ۔ میرا خود اسقدر تجربہ ہے جس سے مجھکو یقین ہے کہ ان کی حالت خواہ کیسی ہی ابتر اور رذیل کیوں نہ ہو ۔ ان میں ابتک وہ دل باقی ہیں جو شفقت سے مؤثر ہو سکتے ہیں ۔ وہ ضمیر ہیں جو عقل کی وساطت سے پیدا ہو سکتی ہیں ۔ وہ تمنائیں جو بہتر طرز زندگی کی خواہاں ہیں اور جن کے واسطے دائمی اصلاح کے لیے مستحکم ہونے کو صرف ہمدردی اور امید کی مسرت بخش آواز ... ہے “ چنانچہ مسٹر اُڈمنڈز کی سفارش سنگ سنگ میں مجرموں کے ساتھ سلوک کرنے کا ایک نیا طریق شروع ہوا ۔ اور بہت جلد نہایت مسرت بخش اثر اس سے ظہور پذیر ہوئے یعنی اب یہ قاعدہ قرار پایا کہ حتی الوسع سزا سے احتراز کیا جائے اور ترقی کی خواہش کسی مجرم میں ہو تو اُسکی تحریک کیجائے ۔ لہذا بہت سے مجرم جو [illegible] لاعلاج سمجھے جاتے تھے ۔ اس طور پر دوبارہ سوسائٹی کے واسطے مفید اور سود مند بن گئے ۔ اور بہت ہی کم ایسے رہ گئے جو اپنی پہلی عادتوں میں گرفتار رہے ۔

خصوصاً عورتوں کے بارے میں یہ طریق بہت ہی بامراد ثابت ہوا ۔ حتی کہ ان میں سے ایک ستر عورت نے گرجا میں ان کے روبرو خود اختیاری پر تقریر کی ۔ اور سمجھایا کہ اگر اس دنیا میں یا عالم بالا میں مصیبت کے پنجہ سے

شبیہ ایسی نہ ہوئیں آئیں جس سے ثابت ہو سکتا کہ کپتان پلسیری کا کچھ اسپر اثر پڑا ہے - آخر کار کپتان کو
خبر پہنچی کہ اس شخص کا ارادہ فراری کا تھا - کپتان نے اس شخص کو بلا کر تفتیش کی مگر اس کے موہنہ پر گویا مُہر
لگ گئی - اسکو کہا گیا کہ اب تنہا کوٹھڑی میں اس کا بند کیا جانا ضروری تھا - کپتان جو ایک پست قامت
دبلا شخص تھا آگے آگے چلا اور یہ دیو ہیکل اسکے پیچھے پیچھے - جب بیلاتے کے سب سے تنگ حصے میں پہنچے
کپتان اسکی طرف ہاتھ میں لیمپ لیئے ہوئے پھرا - اور اس کا موہنہ دیکھنے لگا - اور کہا " اب میں تم سے پوچھتا
ہوں کہ تم مجھ سے اسطرح پیش آئے ہو جیسا پیش آنا مناسب تھا؟ میں نے تمہارے واسطے جو جو
خیال میں آرام دہ سمجھا وہ کیا میں نے تم پر اعتماد کیا - مگر تم نے اسکے عوض مجھکو خفیف سا بھی اعتبار نہ
جتلایا - بلکہ مجھکو تکلیف میں پھنسانے کی ٹھانی - کیا یہ درست ہے؟ اور پھر بھی آپ تمکو مقفل کرنا گوارا نہیں
کرسکتا اگر ذرا بھی مجھکو کوئی علامت ایسی معلوم ہوتی کہ تمکو کچھ میرا خیال ہے ـــــــــ " یہ شخص
ڈنکار مار کر رو پڑا - اور کہنے لگا " میں ان ۱۸ برسوں تک شیطان مجسم بنا رہا ہوں مگر آپ مجھ سے انسان کی
طرح پیش آتے ہیں " کپتان بولا " آؤ واپس چلیں " مجرم کو شل سابق قیدخانہ میں آزادی مل گئی - اس گھڑی سے
اس نے اپنے دل کا حال کپتان کے روبرو کھولنا شروع کیا - اور اپنی میعاد قید کو نہایت خوشی سے کاٹا
اور اپنے کرمفرما کپتان کو آگاہ کرتا رہا اُن تمام تحریکوں سے جو اسکے دل میں اسکے اعتماد کو نیست و نابود کرنے کے
بارے میں پیدا ہوتی ہیں - اور اُن تمام چالاکیوں سے جو اس کے خیال میں گذر کرتی ہیں ٭

کپتان پلسیری وہ شخص ہے جسکو جب کہا گیا کہ ایک بدمعاش بے دھڑک نے اس کے قتل کرنے کی
قسم کھائی تھی تو اس نے فی الفور اس شخص کو اپنی حجامت کرنیکے واسطے بلایا اور سب کو اپنے سامنے آنے سے
منع کر دیا - اس نے اس شخص کو گھورا - اُسترے کی طرف اشارہ کیا - اور حجامت بنانے کے واسطے کہا - قیدی
کا ہاتھ کچھ تھرتھرایا - مگر اس نے حجامت اچھی طرح بنائی - جب حجامت بنا چکا - تو کپتان نے کہا " میں نے
سُنا تھا کہ تم مجھکو قتل کرنا چاہتے تھے - مگر میں نے خیال کیا کہ میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں " اس غریب
شخص نے جواب دیا " خدا آپ کو برکت دے " الغرض انسان پر اعتماد کرنے کی یہ طاقت ہے ٭

میجر گد اول نیو یارک میں آبرن کے سرکاری قیدخانے کا داروغہ اور دوسرا آنریبل ٹی پالمر
ایک اور انسپکٹر جیلخانہ دونوں یکساں مجرموں سے سلوک کرنے اور اُن کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہوئے
وہ شخصوں میں سے جن کو یہ مؤخر الذکر قابل تعریف شخص راہ راست پر لانے میں کامیاب ہوا - صرف دو دوبارہ
بدعادتوں میں جا پھنسے اور یہ ایک ایسا امر ہے جو حلیمی کی طاقت کی تائید میں بے نظیر ہے ٭

منجملہ اُن مشکلات کے جن کا کسی مجرم کو مقابلہ کرنا ہوتا ہے ایک یہ ہے جو اپنی میعاد قید بھگتنے کے بعد

[illegible] کے حال کا [illegible] نے پر واضح ہوتا ہے۔ اور ستین حقیقی حال میں ٹھلنے [illegible] اس کے احوال سے خبردار ہوتی ہے۔ اور اسکے برخلاف رپورٹ دیتی ہے بیچارہ فوراً نکال باہر کیا جاتا ہے۔ اور پھر زبردستی اپنی پرانی [illegible] ڈال دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کسی قیدی کیواسطے جو سابق میں حوالات میں پھنس چکا ہے [illegible] ورطہ سے پروا پس آنا ناممکن بن جاتا ہے۔ ٹامس رائٹ مانچسٹر نے اپنے کو بہی خواہی بنی نوع [illegible] سزا یافتہ قیدیوں کے سچے دوست ہونے میں مشہور و ممتاز کیا۔ اسکی سوسائٹی میں کچھ حیثیت نہ تھی۔ ورنہ ان کے پاس بجز صرف ایک متمول اور شفیق دل کے کوئی دولت تھی ۔

گو اسکو تعلیم نامکمل دی گئی۔ مگر اس کے دل پر [illegible] عمری ہی سے اسکی والدہ نے زبردست مذہبی رنگ منقش کردیئے تھے۔ آخرکار وہ زمانہ آیا جب یہ آزاد مطلق بن گیا۔ اور دنیا کا سوا اسکی محنتوں۔ شادمانیوں اور بدیوں کے مقابلہ کرنا پڑا۔ بہت جلد یہ مانچسٹر کے سب سے [illegible] شریر مردوں اور لڑکوں سے خلط ملط ہو گیا۔ کچھ عرصے تک اس کا یہ حال رہا مگر آخرکار اسکے دل او ضمیر [illegible] نے اسکے دوستوں کے عیوب اور بدیوں کی مخالفت کی۔ جو الفاظ اسکی والدہ کی زبان سے نکلے تھے [illegible] کی امداد کو پہونچے۔ اس نے ایک نوجوان دیندار سے واقفیت پیدا کی۔ اور باقاعدہ ایک معبد میں [illegible] شروع کیا ۔

پندرہ سال کی عمر میں مانچسٹر میں ایک کسیرے [illegible] شاگرد بنا۔ پہلے پہل اسکی مزدوری پانچ شلنگ فی ہفتہ تھی۔ چونکہ یہ مستقل مزاج سنجیدہ اور فہیم تھا اس [illegible] نے بتدریج ترقی شروع کی۔ حتے کہ ۲۴ سال کی عمر میں یہ لوہا ڈھالنے والوں کا افسر بن گیا اور تنخواہ [illegible] تین پونڈ ۱۰ شلنگ فی ہفتہ ملنے لگی۔ یہ اسکی سب سے بڑھکر آمدنی تھی۔ مگر جو نیک کام اس نے بعد میں [illegible] وہ اسکی مالی مزدوری سے علیحدہ تھا ۔

پہلے پہل اسکی توجہ سب سے بڑھکر بالوسائط امداد [illegible] سے ایک یعنی مجرموں کی طرف مبذول ہوئی۔ مجرم جب کبھی جیلخانہ سے چھوٹتا ہے تو بیچارے کو [illegible] شاذ و نادر ہی اپنی پرانی جگہ نوکری ملتی ہے کیونکہ نئے مالک اسکو [illegible] جسکو یہ سمجھ نہیں سکتا۔ بباعث اس کے کہ قید نے غالباً اس کو بدتر بنا دیا ہوگا۔ اس طرح یہ اپنے سابق [illegible] میں پھینک دیا جاتا ہے اور مثل ہمیشہ اپنی مجرمانہ روش زندگی شروع کرتا ہے ۔

ایک دن ایک شخص کارخانے میں آیا۔ اور [illegible] میں نوکر ہو گیا۔ یہ مستقل مزاج۔ ہوشیار اور محنتی شخص تھا [illegible] سزا یافتہ مجرم تھا۔ ٹامس رائٹ سے پوچھا گیا کہ آیا اس امر سے مطلع تھا؟ یہ اس سے [illegible] مگر اسنے تصدیق کرنے کا وعدہ کیا۔ اتفاقاً اس روز یہ اس شخص سے پوچھ بیٹھا کہ یہ پہلے

اور شنبہ کی شب کے مدرسے میں یہ داخل ہوگیا جہاں فوراً جلد چیلا بن گیا - اس میں تعلیم کی استعداد
گنجائش کا اظہار ہوا کہ کیپٹن سٹووِل نے اس کی بہت کچھ حمایت کی - کیپٹن کو
اس کے سابقہ حالات سے بھی واقفیت ہوگئی - مگر پھر بھی اپنے
اس کے ساتھ پڑھنے کا بندوبست کرلیا - اور کچھ
عرصہ بعد پورٹ لنڈ کا مجسم
ایک پادری
بن گیا

تمام شد

تاریخ اسپین اردو

تاریخ جس میں مسلمانان اسپین (اندلس) کی ترقی او تنزل کے مفصل حالات درج ہیں انگریزی سے ترجمہ کر کے اردو میں نہایت عمدہ اسلوبی سے چھپ گئی ہے اس کتاب کے چودہ باب ہیں پہلے دس بابوں میں مسلمانوں کی ترقیات ۔ فتوحات طرز حکومت ۔ علم و ثروت اندلس کی ترقی ۔ رعایائے اسلام کی بہبودی سرسبزی وغیرہ کا سچا اور صحیح صحیح نقشہ کھینچا ہے اور پچھلے چار باب میں عیسائیوں کے دوبارہ حملوں سے چمن اسلام کو سرسبز اور بار آور پودوں کی تباہی کا بیان نہایت دردآمیز اور سچے واقعات سے قلمبند کیا گیا ہے اس وقت ہندوستان بھر میں یہی ایک اردو کتاب چھپی ہے جس سے مسلمانان اسپین کے جزوی و کلی کے حالات مل سکتے ہیں ۔ ان تمام حالات کو پڑھتے پڑھتے ساتھ آپ کو بہت سی اسلامی یادگاریں (عمارتیں) بحالت حسنہ دکھائی دیں گی جنکو فوٹو (نقشے) نہایت وقت سے بہم پہنچا کر ساتھ چھاپ دئے گئے ہیں جو مسلمان جو قومی محبت میں سرشار ہیں اور اپنے اسلاف کے گذشتہ کارناموں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ اس بے نظیر تاریخ کو مطالعہ کریں اور وہ ہمدرد جو اب تک دہلی مرحوم کی حالت زار پر دو دو آنکھوں سے رو رہے ہیں ۔ انکو چاہئے کہ اب ایک آنکھ اسپین کے لئے وقف کریں ۔ ہر ایک اسلامی مجلس ۔ ہر ایک انجمن سوسائٹی ۔ ہر ایک علمی انجمن ۔ ہر ایک ممبر ہی کا فرض ہے کہ اس کتاب کو خریدے یہ کتاب ۴۰۰ صفحے پر مع نقشہ جات کے ہے اور نہایت عمدہ خوشخط چھپی ہے . . . . عہ

خلق الانسان

یعنی انسان کی پیدائش کے متعلق اس میں نہایت ہی عمدہ مضمون قرآن شریف سے لیکر آج کل کے نئے فلسفہ والوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے مصنفہ سر سید احمد خان صاحب ۲/

ازالۃ الغین عن ذو القرنین

سکندر ذوالقرنین کے حالات کے متعلق ایک نہایت نادر کتاب متن مع ترجمہ اردو اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی سے [illegible] ۵/

تفسیر الجن والجان

اس کتاب میں نہایت معقولیت سے بحث کی گئی ہے کہ قرآن شریف میں لفظ جن سے کیا معنی لئے جانے چاہئیں ۔ اور قرآن شریف کی تمام آیات اس کے متعلق جمع کرکے بحث کی گئی ہے مصنفہ سر سید احمد خان صاحب ۵/

تحریر فی اصول التفسیر

یعنی نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر اور سر سید احمد خان صاحب کی خط و کتابت بابت تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان [illegible] سر سید کے مقاصد تفسیر جس شخص نے سر سید کی تفسیر دیکھی ہے اسکا فرض ہے کہ اس کو بھی ضرور دیکھے ۵/

لکچروں کا مجموعہ

اس میں سید احمد خان صاحب بہادر کی کل لکچرز جمع کر دیے گئے ہیں دعائیں جو سید صاحب نے وقتاً فوقتاً خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں مانگیں لکچروں کے شروع میں درج ہیں دعائیں بہت ہی پر اثر ہیں پڑھنے سے طبیعت فوراً اپنے مالک کی طرف رجوع ہو جاتی ہے ... ۲

اسلام کی دنیوی برکتیں

اسلام کی دنیوی برکتیں ... ہیں زمانہ کی تشریح کی گئی ہے ... نہیں اسلام پر اعتراضوں کے جواب خوب لکھے ہیں اسلام اور اسلامی علوم کی خوبیاں بیان کی ہیں ... ۱۴

فضیلت یا معلم الطلباء

یہ کتاب فن وسطی با قاعدہ تعلیم پانیوالے طالبعلموں کیلئے بلکہ پرائیویٹ پڑھنے والے طالب علم بنا چاہیں وہ شائقین کیلئے نہایت مفید ہے ... ۱۲

لکچر نماز

یعنی وہ لکچر نماز کی بابت جو جامع بیان کیا گیا ہے جسکو منشی محمد عبد الرحیم صاحب ایڈیٹر جو صوبہ پنجاب کی ایک عظیم الشان جلسہ میں سنایا ... ۳

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم

مرتبہ مولانا مولوی شبلی نعمانی صاحب یہ مضمون محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ لکھنؤ میں پڑھا گیا۔ تواریخی طور پر تمام حالات اسلامی یونیورسٹیوں اور اُن کے پروفیسروں اور اخراجات کے درج ہیں قابل ملاحظہ ہے ... ۸

مثنوی صبح امید

مصنفہ مولوی شبلی نعمانی صاحب نہایت عمدہ نیچرل نظم امید کی حالت پر لکھی ہے اور ساتھ اس کے ایک قومی مسدس درج قابل ملاحظہ ہے ... ۳

سفرنامہ شیخ ابن بطوطہ

اپنی طرز کی سب سے پہلی کتاب جو دنیا کے کتب خانہ کو بہم پہنچی تھی۔ اپنے زمانہ کی چشم دید تاریخ۔ مسلمانوں کی شاہنشاہی فتوحات نصرت اور حکومت ترقی و تہذیب علمیت و فضیلت ایجاد و اختراع جاہ و جلال شان و شوکت اولوالعزمی و ہمت۔ ہمدردی اخوت رحم و انصاف بخشش و سخاوت۔ فیاضی و شاہانہ دلی اتفاق و یکجہتی و بیداری اتقا و پرہیزگاری کا تصویر یعنی آٹھویں صدی ہجری کے ایک مسلمان سیاح کا سفرنامہ ... علاوہ محصول ... عہ

المشتہر

خادم قوم فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک اخبار اشاعت کشمیری لاہور